Presented by: Rana Jabir Abbas

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اصول عقائد

تالیف:

حضرت آیت اللہ مکارم شیرازی

ترجمہ وتدوین:

معارف اسلام پبلشرز

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مکارم شیرازی، ناصر، ۱۳۰۵-
اصول عقائد/ تالیف مکارم شیرازی؛ ترجمه و تدوین معارف اسلام پبلشرز.-قم: نور مطاف، ۱۴۲۲ق= ۱۳۸۰
۳۸۴ص
ISBN964-93104-6-0 ۱۰۰اروپیہ
فهرست نویسی بر اساس اطلاعات فیپا
کتابنامه بصورت زیر نویس.
عنوان اصلی: پنجاه درس اصول عقاید.
۱. شیعه. عقاید ۲. شیعه اصول دین. الف. عنوان. ب. عنوان: معارف اسلام پبلشرز. ج. عنوان: پنجاه درس اصول عقاید. اردو.
BP۲۱۱/۵/م۷پ۹۰۴۶ ۲۹۷/۴۱۷۲
۱۳۸۰

jabir.abbas@yahoo.com

مؤلف: آیۃ اللہ مکارم شیرازی
مترجم: معارف اسلام پبلشرز
ناشر: نور مطاف
تاریخ اشاعت: ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ۔ق
تعداد: ۲۰۰۰
اشاعت: اول

جملہ حقوق طبع بحق معارف اسلام پبلشرز محفوظ ہیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

توحید

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پہلا سبق

خدا کی تلاش

خالق کائنات کی معرفت حاصل کرنے کیلئے ہم کیوں غور وفکر کرتے ہیں؟

۱) اس وسیع وعریض کائنات کے بارے میں جاننے اور اس سے واقفیت حاصل کرنے کا شوق ہم سب کے دلوں میں ہوتا ہے۔

یقیناً ہم سب جاننا چاہتے ہیں کہ:

دلفریب ستاروں سے بھرا یہ بلند وبالا آسمان

دلکش مناظر سے بھری پڑی یہ وسیع زمین

یہ رنگ برنگی مخلوقات، خوبصورت پرندے، انواع واقسام کی مچھلیاں، دریا و پہاڑ، پیارے پیارے پھول، کلیاں اور آسمان کی طرف بڑھے ہوئے مختلف درخت، کیا یہ سب خود بخود وجود میں آ گئے ہیں؟

یا یہ عجیب وغریب نقش ونگار کسی ماہر وتوانا نقاش کے ذریعے کھینچے گئے ہیں؟

اسکے علاوہ ہم سب کے ذہنوں میں سب سے پہلے یہ سوالات بھی ابھرتے ہیں کہ: ہم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہاں سے آئے ہیں؟

کہاں ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟

اگر ہمیں ان تینوں سوالات کے صحیح جواب حاصل ہو جائیں تو یہ ہماری خوش نصیبی ہوگی یعنی ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ہماری زندگی کا آغاز کہاں سے ہوا؟ آخر کار ہم کہاں جائیں گے؟ اور اب (یعنی اس جہان میں) ہمارے کیا فرائض ہیں؟

ہماری روح کا جذبہ تجسس ہمیں کہتا ہے کہ: ان سوالات کے جواب تلاش کئے بغیر چین و آرام سے نہیں بیٹھنا! مثال کے طور پر اگر کار کے کسی حادثے میں کوئی شخص زخمی اور بے ہوش ہو جائے اور اسے علاج و معالجہ کیلئے ہسپتال لے جایا جاؤں گا تو جب بھی اسکی طبیعت کچھ بہتر ہوگی اور اسے ہوش آئے گا تو اسکا سب سے پہلا سوال اپنے اردگرد موجود لوگوں سے یہی ہوگا کہ: یہ کون سی جگہ ہے؟ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟ اور میں یہاں سے کب واپس جاؤنگا؟

اس مثال سے ظاہر ہے کہ انسان کے ذہن میں اس قسم کے سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور وہ انکا جواب حاصل کرنے کا خواہش مند رہتا ہے لھذا پہلی چیز جو ہمیں خدا کی تلاش اور کائنات کے پیدا کرنے والے کی معرفت حاصل کرنے کیلئے ابھارتی ہے وہ ہماری روح کی تشنگی اور جستجو کا جذبہ ہے۔

۲) شکر گزاری کا احساس۔ فرض کیجئے آپ کو ایک دعوت میں مدعو کیا جاتا ہے اور آپکی پذیرائی کیلئے شاندار اہتمام کیا جاتا ہے لیکن چونکہ آپ کو آپ کے بڑے بھائی کے توسط سے مدعو کیا گیا ہے لھذا آپ میزبان سے واقف نہیں ہیں اس شایان شان اور دل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پذیر محفل میں آنے کے بعد یقیناً آپ کی اولین خواہش یہی ہوگی کہ آپ اپنے میزبان سے واقفیت حاصل کریں تا کہ اسکا شکریہ ادا کر سکیں۔

ہم بھی جب اس وسیع وعریض کائنات پر نظر ڈالتے ہیں اور خالق کائنات کی عطا کردہ انواع واقسام کی نعمتوں کو دیکھتے ہیں مثلاً دیکھنے کیلئے آنکھیں، سننے کیلئے کان، سوچنے کیلئے عقل وشعور، مختلف قسم کی جسمانی وذہنی طاقتیں اور صلاحیتیں، زندگی کی بے شمار سہولتیں اور آسائشیں اور پاک وپاکیزہ روزی تو بے اختیار یہ خیال آتا ہے کہ ان تمام نعمتوں کے عطا کرنے والے کو پہچانیں کہ وہ کون ہے؟ اگر چہ اسے ہمارے شکریہ کی ضرورت نہیں مگر ہم چاہتے ہیں! کہ اسکا شکریہ ادا کریں اور جب تک ہم اس کام کو نہیں بجا لاتے ہمیں بے چینی کا احساس رہتا ہے اور یہی امر ایک واضح دلیل ہے کہ جو ہمیں خدا کی معرفت حاصل کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

۳) خدا کی معرفت سے ہمارے نفع ونقصان کا تعلق۔ فرض کیجئے آپ دوران سفر ایک ایسے چوراہے پر پہنچتے ہیں کہ جہاں پر بہت ہنگامہ اور فساد برپا ہے وہاں موجود تمام لوگ آپ سے کہتے ہیں کہ اس چوراہے پر نہ رکیے، یہاں پر رکنا خطرناک ہے لیکن ہر گروہ آپ کو ایک الگ سمت جانے کا مشورہ دیتا ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ: بہتر ہوگا آپ مشرقی راستے سے جائیں دوسرا مغربی راستے کو محفوظ راستہ بتاتا ہے جبکہ تیسرا گروہ ان دونوں کے درمیانی راستے کو محفوظ ترین راستہ قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ: خطرے سے بچنے اور پرامن مقام تک پہنچنے کا واحد ذریعہ کہ جہاں تمام اسباب سعادت مہیا ہوں یہی راستہ ہے۔ کیا ہم غور وفکر کئے بغیر کسی ایک راستے کا انتخاب کر لیں گے؟ کیا ہماری عقل اس بات کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اجازت دے گی کہ ہم وہیں پر رک جائیں اور کسی بھی راستے کا انتخاب نہ کریں؟ یقیناً اسکا جواب نفی میں ہوگا۔

بلکہ ہماری عقل ہمیں اس بات پر آمادہ کرے گی کہ ہم فوراً حالات کا جائزہ لیں اور ہر گروہ کی بات غور سے سنیں۔ اور ان میں سے جس گروہ کی بات صحیح، صداقت پر مبنی اور قانع کرنے والی دلیل کے ساتھ ہو اس کو مان لیں اور پھر پورا اطمینان حاصل کرنے کے بعد ایک راستے کو انتخاب کر کے آگے بڑھ جائیں۔

اس دنیاوی زندگی میں بھی ہمیں ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے مختلف مذاہب اور مکاتب فکر ہمیں اپنی طرف دعوت دیتے ہیں لیکن چونکہ ہمارا مستقبل، ہماری نیک بختی اور بدبختی اور ہماری ترقی اور ہماری پستی کا دارومدار بہترین اور صحیح راہ کے انتخاب کرنے پر ہے لھذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس کے بارے میں غور وفکر سے کام لیں اور ایک ایسی راہ کا انتخاب کریں جو ہماری ترقی اور تکامل کا باعث ہو اور ایسی راہ سے اجتناب کریں جو ہمارے لیئے بدبختی اور تنزلی کا سبب بن رہی ہو۔

یہ امر بھی ایک بہترین دلیل ہے جو ہمیں اس کائنات کے خالق کے بارے میں غور وفکر کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

خداوند متعال قرآن مجید میں فرماتا ہے:

"فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتّبعون احسنه" (سورہ زمر آیہ ۱۸)

پس میرے بندوں کو بشارت دے دو (یہ) وہ لوگ ہیں جو باتوں کو (غور سے) سنتے ہیں اور ان میں سے سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) اب تک آپ نے خدا کی معرفت کے بارے میں جو کچھ اپنے والدین سے سنا ہے کیا اسکے علاوہ کبھی آپ نے خود بھی اس موضوع پر سنجیدگی سے غور کیا ہے؟

۲) کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ خدا کی تلاش اور خدا کی معرفت میں کیا فرق ہے؟

۳) کیا آپ نے خدا سے راز و نیاز کے وقت ایک خاص قسم کا کیف اور روحانی لذت محسوس کی ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دوسرا سبق

ہماری روزمرّہ زندگی میں خدا کے وجود کی نشانیاں

۱) خدا کی معرفت اور علوم کی ترقی

فرض کیجئے آپ کا ایک دوست سفر سے واپس آتا ہے اور آپکے لئے ایک کتاب بطور تحفہ لاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کتاب نہایت اعلیٰ درجے کی تحریر ہے کیونکہ اسکا مصنف بہت بڑا عالم، صاحب مطالعہ، باریک بین، ماہر اور اپنے فن میں نابغہ اور کامل استاد ہے یقیناً آپ اس کتاب کا سرسری مطالعہ نہیں کریں گے بلکہ اس کی ہر ہر سطر یہاں تک کے اسکا ہر ہر لفظ نہایت غور سے پڑھیں گے اور اگر اس کا کوئی لفظ یا جملہ آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا تو گھنٹوں بلکہ اگر موقع ملے تو کئی دن تک اس کے بارے میں غور و فکر کریں گے تا کہ اس کا معنی و مفہوم آپ کی سمجھ میں آجائے کیونکہ اس کتاب کا مصنف کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ ایک عظیم دانشور ہے کہ جس کا لکھا ہوا ایک جملہ بھی بے معنی نہیں ہوگا۔

لیکن اس کے برعکس اگر کہا جائے کہ یہ کتاب اگرچہ بظاہر بہت پرکشش اور جاذب نظر آتی ہے لیکن اس کے مصنف کی علمی استعداد کم ہے اور وہ کوئی اعلیٰ علمی مقام نہیں رکھتا اور اسکی تصنیف میں بھی کوئی جان نہیں ہے! تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ آپ کتاب پر فقط

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سرسری نظر ڈالیں گے اور جہاں پر بھی مفہوم واضح نہیں ہوگا اسے آپ مصنف کی کم علمی کا سبب قرار دیں گے اور اس کتاب کے مطالعہ کو وقت کا ضیاع قرار دیں گے۔ یہ کائنات بھی ایک بڑی کتاب کی طرح ہے اور اس کائنات کا ہر ہر موجود اس عظیم کتاب کے ایک کلمہ یا جملہ کو تشکیل دیتا ہے ایک خدا پرست انسان کے نقطہ نظر سے اس جہان کا ذرہ ذرہ ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے ایک باایمان انسان خدا پرستی کے نور کی نورانیت میں تخلیق کے اسرار و رموز کو سمجھنے کے لئے خاص جستجو کے ساتھ مطالعہ کرتا ہے (اور یہی چیز سائنس اور انسانی علوم کی ترقی میں مددگار ثابت ہوتی ہے) کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس مشیزی کا خالق لامتناہی علم و قدرت کا مالک ہے اور اس کے ہر ہر کام میں حکمت و فلسفہ مضمر ہے اسی لیے وہ بہت باریک بینی کے ساتھ مطالعہ کرتا ہے اور نہایت گہرائی کیساتھ غور و فکر کرتا ہے! تا کہ قدرت کے اسرار و رموز کو بہتر طریقے سے سمجھ سکے۔

لیکن ایک عام مادہ پرست انسان میں تخلیق کے اسرار و رموز کو سمجھنے اور اس کا مطالعہ کرنے کا جذبہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ ان چیزوں کا خالق "بے حس و حرکت مادہ" کو سمجھتا ہے اور اگر ہمیں سائنسی علوم کے انکشاف کرنے والے دانشوروں کی صف میں بعض مادہ پرست دکھائی دیتے ہیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ غالباً وہ خدا کے تو قائل ہیں البتہ اس کا نام انہوں نے مادہ رکھ دیا ہے کیونکہ مادہ کے کاموں میں وہ نظم و ضبط اور منصوبہ بندی کے قائل ہیں۔

مختصر یہ کہ خدا کی پرستش ہی علوم و دانش کی ترقی کا سبب بنتی ہے۔

۲) خدا کی معرفت، تلاش اور امید

جب انسان سخت مصیبتوں اور پریشانیوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور رہائی کے سارے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور ان مشکلات کے مقابلہ میں وہ اپنی ناتوانی اور بے بسی کا احساس کرتا ہے! تو ایسے مواقع پر صرف خدا پر ایمان اس کی مدد کرتا ہے اور اسے ان مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے قوت مہیا کرتا ہے۔

جو لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں نہ تو وہ خود کو تنہا اور بے سہارا محسوس کرتے ہیں اور نہ ہی وہ مایوسی اور ناامیدی کا شکار ہوتے ہیں انھیں کبھی بھی بے بسی اور ناتوانی کا احساس نہیں ہوتا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ خدا کی قدرت تمام مشکلات پر غالب ہے اور اس کی قدرت کے سامنے سب مشکلات آسان اور سہل ہو جاتی ہیں۔

خدا پر ایمان رکھنے والے اپنے پروردگار کی حمایت، لطف اور مہربانی کی امید کے ساتھ؛ مشکلات کا مقابلہ کرنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اپنی تمام طاقتوں کو بروئے کار لا کر اور خدا سے امید لگا کر اپنی کوشش کو جاری رکھتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ مصائب اور سختیوں کے مقابلہ میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

جی ہاں؛

خدا	پر ایمان	انسانوں کی سب سے بڑی تکیہ گاہ ہے۔
خدا	پر ایمان	استقامت اور ثابت قدمی کا سرمایہ ہوتا ہے۔
خدا	پر ایمان	دلوں کو ہمیشہ امید کے نور سے منور رکھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ باایمان افراد کبھی بھی خودکشی کے مرتکب نہیں ہوتے کیونکہ خودکشی مایوسی و ناامیدی اور شکست کی دلیل ہے! لیکن باایمان لوگ نہ تو ناامیدی کا شکار ہوتے ہیں اور نہ شکست کا احساس کرتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۳) خدا کی معرفت اور ذمہ داری کا احساس

ہم بہت سے ایسے طبیبوں کو جانتے ہیں کہ جب ان کے پاس کوئی تنگ دست مریض آتا ہے تو نا صرف یہ کہ وہ اپنی فیس نہیں لیتے بلکہ اسکو دوا کیلئے پیسے بھی دیتے ہیں اور اگر مریض کی حالت نازک ہو تو اس کے چھوٹے سے مکان میں رات بھر اس کے سرہانے بھی بیٹھے رہتے ہیں، ایسے لوگ ہی خدا پرست اور باایمان ہوتے ہیں۔

لیکن ہم ایسے طبیبوں کو بھی جانتے ہیں کہ جو پیسے لئے بغیر بیمار پر ایک نظر ڈالنا بھی پسند نہیں کرتے کیونکہ ان کا ایمان پختہ نہیں ہوتا۔

باایمان انسان خواہ کسی بھی پیشہ سے منسلک ہو اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتا ہے وہ فرض شناس، نیک اور عفو و درگذر کرنے والا ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ اس کے جسم و جان میں ایک نگران موجود ہے کہ جو ہر وقت اس کے کاموں کی نگرانی کرتا رہتا ہے۔

اس کے برعکس بے ایمان افراد خود پسند، خود غرض اور خطرناک ہوتے ہیں اور وہ اپنے لئے کسی بھی قسم کی ذمہ داری کا احساس نہیں کرتے، ظلم و ستم اور دوسروں کی حق تلفی کرنا ان کیلئے معمولی بات ہے اور وہ نیکی کے کام کرنے کیلئے بھی بہت ہی کم آمادہ ہوتے ہیں۔

۴) خدا کی معرفت اور سکون قلب

علم نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ موجودہ زمانے میں نفسیاتی بیماریاں اور ذہنی پریشانیاں پہلے کی نسبت بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔

اور انکا کہنا ہے کہ ان بیماریوں کا ایک سبب تشویش اور پریشانی ہے یعنی مستقبل کی فکر،

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

موت کا خوف، جنگ کا ڈر، فقر اور شکست کی تشویش!

وہ کہتے ہیں کہ انسان کی روح کو ان تمام پریشانیوں اور فکروں سے "خدا پر ایمان" کے ذریعے محفوظ کیا جا سکتا ہے کیونکہ جب بھی پریشانیاں اور فاسد فکریں پیدا کرنے والے عوامل اسکی روح میں اثر انداز ہونا چاہیں تو "خدا پر ایمان" انہیں اثر انداز ہونے سے روک دیتا ہے۔

وہ خدا کہ جو مہربان ہے! وہ خدا کہ جو روزی عطا کرنے والا ہے! وہ خدا کہ جو اپنے بندوں کے حالات سے بخوبی آگاہ ہے اور جب بھی اس کے بندے اس سے لو لگاتے ہیں تو وہ انکو کبھی بھی مایوس نہیں کرتا اور انکو پریشانیوں سے نجات دلاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سچے مؤمن ہمیشہ سکون و اطمینان کا احساس کرتے ہیں اور انہیں کبھی کوئی ذہنی پریشانی لاحق نہیں ہوتی کیونکہ انکا ہر کام خدا کیلئے ہوتا ہے اور اگر انہیں کوئی نقصان بھی پہنچ جائے تو اسکی تلافی کیلئے بھی وہ اسی کا آسرا تلاش کرتے ہیں! یہاں تک کہ میدان جنگ میں بھی ان کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ بکھری رہتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"الذین آمنوا و لم یلبسو ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن" (سورہ انعام آیہ ۸۲)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا، سکون اور امن انہی کیلئے ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) آپکو کوئی ایسا تاریخی واقعہ یاد ہے کہ جس کے ذریعے مذکورہ ایمان افروز باتوں پر مزید روشنی ڈالی جا سکے؟

۲) کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ لوگ جو خدا پر ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود غیر اخلاقی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں ان میں مذکورہ چار خصوصیات کیوں نہیں پائی جاتیں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تیسرا سبق

خدا کی معرفت کے لیے دو اطمینان بخش راستے

خدا کی معرفت کے موضوع پر قدیم زمانے سے آج تک متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور صاحبان علم و غیر علم کے درمیان بہت سی گفتگو اور بحث ہوئی ہے۔

ہر ایک نے اس حقیقت کو جاننے کیلئے مخصوص راستہ اختیار کیا ہے لیکن ان تمام راستوں میں سے بہترین راستے کہ جنکے ذریعے کائنات کے عظیم خالق کی معرفت جلدی حاصل کی جاسکتی ہے وہ دو ہیں:

۱: اندرونی راستہ (سب سے قریبی راستہ)

۲: بیرونی راستہ (سب سے واضح راستہ)

اندرونی راستے میں ہم اپنے وجود کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھتے ہیں اور اپنی روح و جان کی گہرائیوں میں توحید کی آواز کو سنتے ہیں۔

اور بیرونی راستہ میں جب ہم اس وسیع و عریض کائنات کی مخلوقات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں تمام موجودات کی پیشانی پر اور ہر ذرہ کے دل میں خدا کی نشانیوں کے جلوے نظر آتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چونکہ ان دونوں راستوں سے متعلق گفتگو بہت طویل ہے لھذا ہم ایک مختصر بحث کے ذریعہ ان دونوں راستوں کا اجمالی جائزہ لیتے ہیں۔

الف: اندرونی راستہ

ہمیں چاہیے ان چند امور پر صحیح معنوں میں غور وفکر کریں:

۱) دانشوروں کا کہنا ہے کہ: جس انسان کے بارے میں توجہ کریں خواہ وہ کسی نسل یا کسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو اگر اس کو اسکے حال پر چھوڑ دیا جائے اور کوئی مخصوص تعلیم نہ دی جائے یہاں تک کہ اس نے نہ تو خدا پرستوں کی بات سنی ہو اور نہ مادہ پرستوں کی؛ پھر بھی وہ خود بخود ایک توانا اور صاحب قدرت طاقت کا احساس کرے گا جو اس مادی دنیا سے بالاتر ہے اور ساری کائنات پر حاکم ہے۔

وہ اپنی جان وروح کی گہرائیوں اور قلب کے تمام گوشوں میں محسوس کرے گا کہ ایک لطیف ومہربان آواز جو نہایت واضح اور محکم بھی ہے اسے علم وقدرت کے ایک عظیم مبدا کی جانب کہ جسے ہم خدا کہتے ہیں بلا رہی ہے یہ اسی انسانی فطرت کی پاک و پاکیزہ آواز ہے۔

۲) ممکن ہے انسان مادی دنیا کی ہنگامہ آرائیوں اور زندگی کی چمک دمک میں اتنا مگن ہو جائے کہ وقتی طور پر اس آواز کو سننے سے غافل ہو جائے لیکن جس وقت وہ اپنے آپ کو مشکلات اور پریشانیوں میں گھرا ہوا پاتا ہے، جس وقت آفات ارضی وسماوی مثلا سیلاب، زلزلے اور طوفان یا جب خطرناک اور ناسازگار موسم میں اسکا ہوائی جہاز گھر جاتا ہے اور اضطرابی لمحات اس پر حملہ آور ہوتے ہیں، ہاں ایسے وقت میں کہ جب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مشکلات پر قابو پانے کیلئے تمام مادی وسائل کے راستے بند ہو جاتے ہیں اور کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی تو اس وقت اسکی روح کی گہرائیوں میں یہ آواز ابھرتی ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے وجود کے اندر سے ایک خاص قسم کی قدرت اسے اپنی طرف بلا رہی ہے! ایک ایسی قدرت جو کہ تمام طاقتوں سے برتر ہے! ایک پوشیدہ طاقت کہ جسکے سامنے تمام مشکلات بہت آسان و سہل ہیں! آپ کو ایسے لوگ بہت ہی کم ملیں گے کہ جنھیں زندگی کے کٹھن وقت میں ایسی توجہ حاصل نہ ہو اور بے اختیار خدا کی یاد نہ آئے! یہ چیز اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ ہم اس کے اور وہ ہمارے کس قدر نزدیک ہے وہ تو ہماری جان و روح میں موجود ہے۔

فطرت کی یہ آواز انسانی روح میں ہمیشہ رہتی ہے البتہ ایسے لمحات میں زیادہ شدت سے محسوس ہوتی ہے۔

۳) تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایسے طاقتور افراد جو عام حالات اور عیش و آرام کے وقت خدا کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتے لیکن جب انکی طاقت کی بنیادیں متزلزل ہونے لگتی ہیں اور موت سامنے منڈلانے لگتی ہے تو اس وقت عظیم خالق کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں اور فطرت کی آواز انہیں اچھی طرح سنائی دینے لگتی ہے!

تاریخ بتاتی ہے کہ جب فرعون نے اپنی کشتی حیات کو دریا کی بپھری ہوئی موجوں میں گھرا ہوا پایا اور دیکھا کہ وہی پانی جو اسکی زندگی اور اسکے زیر تسلط ملک کی آبادی کا سرمایہ اور اسکی مادی زندگی کی تمام طاقتوں کا سرچشمہ تھا اب اسکے سامنے موت کا پیام بن کر آیا ہے اور چھوٹی چھوٹی لہروں نے اسکو مجبور و لاچار کر دیا ہے اور ہر طرف سے نجات کی امید منقطع ہو چکی ہے تو اس نے با آواز بلند کہا ((اب میں اعتراف کرتا ہوں کہ موسیٰ کے بزرگ و برتر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خدا کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں)) دراصل یہ آواز اسکی فطرت اور روح کے اندر سے ابھری تھی! نہ صرف فرعون بلکہ اس جیسے دوسرے لوگ بھی اس آواز کو سنتے ہیں۔

۴) آپ بھی جب اپنے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھیں تو آپ اس بات کی تصدیق کریں گے کہ اس میں ایک ایسا نور چمک رہا ہے جو آپ کو خدا کی جانب بلا رہا ہے شاید آپ کی زندگی میں بارہا ایسے سخت اور مشکل مواقع آئے ہوں گے جب مشکلات سے نجات حاصل کرنے کیلئے تمام مادی وسائل کے راستے بند ہو گئے ہونگے! ان لمحات میں یقیناً آپ کو اس حقیقت کا احساس ہوا ہوگا کہ اس عالم ہستی میں ایک ایسی قادر مطلق طاقت موجود ہے جو ان مشکلات کو آسانی سے حل کر سکتی ہے۔

ایسے لمحات میں اس خالق کے عشق سے لبریز امید کی ایک کرن نظر آتی ہے جو مایوسی و ناامیدی کے تیرہ و تاریک بادلوں کو آپ کے دل سے صاف کر دیتی ہے۔

جی ہاں! یہ نزدیک ترین راستہ ہے کہ ہر شخص اپنی روح کی گہرائیوں سے اس کائنات کے سب سے بڑے خالق تک پہنچ سکتا ہے۔

صرف ایک سوال: ممکن ہے کہ آپ میں سے کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا ہو کہ آیا اس بات کا امکان نہیں ہے کہ ہم نے جس ماحول میں پرورش پائی ہے اور ماں باپ سے ہمیں جو تعلیم ملی ہے اسی کے زیر اثر حساس مواقع پر ہمارے دل میں یہ خیال آتا ہے اور خدا کے آگے دست حاجت دراز کرتے ہیں؟

آپ کو یہ سوال کرنے کا حق ہے مگر ہمارے پاس اسکا دلیل کے ساتھ اور دلچسپ جواب بھی موجود ہے جسے ہم آئندہ سبق میں پیش کریں گے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قرآن مجید فرماتا ہے:

"فاذا رکبوا فی الفلک دعو اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجاھم الی البر اذا ھم یشرکون" (سورۂ عنکبوت آیۂ ۶۵)

پس جب وہ کشتی پر سوار ہوں (اور طوفانی موجوں سے موت کا ڈر پیدا ہو تو) اللہ کو اخلاص سے پکارتے ہیں پس جب اللہ انہیں (ساحل کی) خشکی کی طرف نجات دیتا ہے (تو) وہ (اسے بھول کر) شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) مندرجہ بالا آیت کو اسکے ترجمہ، آیت نمبر اور سورہ کے نام سمیت یاد کرنے کی کوشش کریں تاکہ بتدریج قرآن سے آشنائی حاصل ہو سکے۔

۲) کبھی آپ کی زندگی میں ایسا کوئی حادثہ رونما ہوا ہے کہ جب آپ کی امید ہر طرف سے منقطع ہو چکی ہو اور صرف خدا کے لطف و کرم کا آسرا باقی رہ گیا ہو؟ (ایک مختصر تقریر یا مضمون اس موضوع پر تیار کریں)۔

۳) اس راستے کو نزدیک ترین راستہ کیوں کہا گیا ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چوتھا سبق

ایک اہم سوال کا جواب

سوال:

گذشتہ اسباق میں ہماری گفتگو یہاں تک پہنچی تھی کہ توحید اور خدا کی پرستش کی ایک آواز ہم ہمیشہ اپنے دل وروح کی گہرائیوں سے سنتے ہیں خاص طور پر مشکلات اور پریشانیوں کے وقت یہ آواز موثر اور قوی ہو جاتی ہے! ایسے مواقع پر ہمیں بے اختیار خدا کی یاد آتی ہے اور ہم اسکی لازوال طاقت اور ابدی لطف وکرم سے مدد مانگتے ہیں۔

یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اندرونی آواز کہ جسے ہم ایک فطری آواز بھی کہہ سکتے ہیں ممکن ہے کہ یہ ہمیں اپنے معاشرے، اپنے اسکول کے ماحول اور اپنے ماں باپ کی تعلیم وتربیت کے اثرات کی وجہ سے سنائی دیتی ہو؟ اور ہمیں اس کی عادت پڑ گئی ہو؟

جواب:

اس شک وشبہہ کا جواب ہم ایک مختصری تمہید سے واضح کرتے ہیں: عادات ورسومات

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

غیر پائیدار چیزیں ہیں اور ان میں تغیر و تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں یعنی کوئی بھی عادت اور رسم و رواج جو کہ پوری انسانی تاریخ میں تمام اقوام کے درمیان ایک ہی شکل میں اور ایک ہی حالت میں باقی رہ گئی ہوں ہمیں نظر نہیں آتیں، اگر کہیں آج کوئی عادت یا رسم رائج ہے تو ممکن ہے کل اس میں تبدیلی پیدا ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ ایک قوم کی عادات و رسومات ممکن ہے دوسری اقوام میں نہ پائی جائیں۔

اسی بنا پر اگر ہم دیکھیں کہ کوئی رسم یا عادت بلا امتیاز ہر قوم و ملت میں اور ہر دور میں رہی ہے تو وہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسکی جڑیں فطری اور انسان کی جان و روح میں مضبوطی سے پیوست ہیں مثلاً اولاد سے ماں کی محبت کسی نصیحت و تبلیغ یا عادت اور رسم کی بنا پر نہیں ہوتی کیونکہ کسی بھی قوم اور ملت میں کسی بھی زمانے میں یہ بات نہیں دیکھی گئی کہ کوئی ماں اپنی اولاد سے محبت نہ کرتی ہو اور اس پر مہربان نہ ہو!

البتہ اس بات کا امکان ہے کہ کسی نفسیاتی مرض کی وجہ سے ماں کی محبت زائل ہو جائے یا زمانہ جاہلیت میں غلط اور خرافات پر مبنی افکار کے زیر اثر بعض باپ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے لیکن ایسے حالات شاذ و نادر اور وقتی ہوتے ہیں جو بہت سرعت سے ختم ہو جاتے ہیں اور اپنی اصلی حالت یعنی اولاد سے محبت کی شکل میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

اس تمہید کی روشنی میں گذشتہ اور موجودہ زمانے کے انسانوں میں خدا کی پرستش کے مسئلہ پر نظر ڈالتے ہیں: (چونکہ یہ بحث کچھ پیچیدہ ہے لھذا زیادہ توجہ اور دقت کی ضرورت ہے)۔

۱) سماجی امور کے ماہرین اور نامور مورخین کی تصدیق کے مطابق ہم کسی بھی دور اور کسی بھی زمانے میں نہیں پائیں گے کہ انسانوں کے درمیان مذہب اور مذہبی رجحان کا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وجود نہ رہا ہو بلکہ ہر دور اور زمانے میں دنیا کے ہر گوشے میں کسی نہ کسی شکل میں مذہب کا وجود رہا ہے۔

یہ چیز بذات خود اس بات کی روشن دلیل ہے کہ خدا کی پرستش کا تعلق انسان کی فطرت اور روح کیساتھ ہے نہ کہ نصیحت، رسم و رواج یا عادت کا نتیجہ ہے کیونکہ اگر یہ محض رسم و رواج یا نصیحت و تبلیغ کا نتیجہ ہوتی تو اس قدر عام اور جاودانی شکل میں نظر نہ آتی۔

ہمارے پاس ایسے قرائن بھی موجود ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ قبل از تاریخ کے دور میں جو قومیں موجود تھیں وہ بھی کسی نہ کسی شکل میں ایک مذہب کی پیرو تھیں (قبل از تاریخ کا دور اس زمانے کو کہتے ہیں کہ جب رسم الخط ایجاد نہیں ہوا تھا جسکی وجہ سے انسان اپنی یادگاروں کو تحریری شکل میں محفوظ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا)۔

البتہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ چونکہ ابتدائی اقوام نے خدا کو ایک مافوق الفطرت ہستی کے طور پر نہیں پہچانا تھا اور فطری موجودات و مخلوقات میں اسکو تلاش کیا تھا لھذا خدا کی تخلیق کردہ مخلوقات میں سے ہی انہوں نے اپنے لئے کچھ بت بطور معبود بنا لیئے تھے۔ لیکن انسان نے اپنے ذہنی ارتقا کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ حق کو پہچاننا شروع کیا اور مادی چیزوں سے اپنے لیئے جو بت تراش لیئے تھے ان سے کنارہ کشی اختیار کر کے اس جہان مادی سے ماوراء خداوند بزرگ و برتر کی قدرت و طاقت سے آشنا ہوا۔

۲) کچھ بڑے نامور ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ آدمی کی روح میں دراصل چار قسم کی حس پائی جاتی ہے۔

۱) سمجھنے کی حس: جو انسان کو علم و دانش کے حصول کیلئے آمادہ کرتی ہے اور اس کی روح میں علم کی پیاس پیدا کرتی ہے خواہ اس علم میں مادی فائدہ ہو یا نہ ہو۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۲) نیکی کی حس: کہ یہ انسان میں اخلاق وانسانیت کا سرچشمہ ہے۔

۳) ذوق لطیف کی حس: کہ جسکے ذریعے شعروادب اورفنون وجود میں آتے ہیں۔

۴) مذہبی حس: جوانسان کوخدا کی معرفت اوراسکے احکام کوانجام دینے کی دعوت دیتی ہے اور یہ بات ہمارے مشاہدے میں ہے کہ مذہبی حسِ انسانی روح کی اصلی و بنیادی حس ہے یعنی نہ کبھی اس سے الگ تھی اور نہ کبھی الگ ہوگی۔

۳) آئندہ ابحاث میں ہم پڑھیں گے کہ خدا کے وجود کا انکار کرنے والے بہت سے مادہ پرست بھی خدا کے وجود کا کسی نہ کسی شکل میں اعتراف کرتے ہیں اگر چہ زبان سے اقرار نہیں کرتے لیکن اسے طبیعت یا دوسرے ناموں سے ضرور پکارتے ہیں اور طبیعت کیلئے ایسی صفات کے قائل ہوتے ہیں جو صفات خدا میں پائی جاتی ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ طبیعت نے انسان کو دو گردے اس لیئے دیے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک گردہ کام کرنا بند کردے تو دوسرا گردہ زندگی کی مشیزی کو جاری رکھے اور اسی طرح کی دیگر بہت سی باتیں.....

لیکن کیا بے شعور طبیعت یا مادہ کے بس کی یہ بات ہوسکتی ہے؟ کیا یہ اسی خداوند کی طرف اشارہ نہیں کہ جسکا علم وقدرت لازوال ہے اگر چہ اسکا نام انہوں نے طبیعت رکھ دیا ہے۔

نتیجۂ بحث:

خدا سے عشق ہمیشہ سے ہماری روح میں تھا اور رہے گا۔

خدا پر ایمان ایک ایسا جاودانی شعلہ ہے جو ہمارے قلب وروح کو گرم رکھتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خدا کو پہچاننے کیلئے ہمیں طویل راستے طے کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اگر ہم اپنے وجود کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھیں تو اس میں ایمان کی چنگاریاں نظر آتی ہیں قرآن مجید فرماتا ہے:

"ونحن اقرب الیه من حبل الورید"

(سورہ ق آیہ ۱۶)

ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اسکے قریب ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) انسانی عادت اور انسانی فطرت کے متعلق چند مثالیں پیش کریں؟

۲) نادان لوگ بت پرستی کیوں کیا کرتے تھے؟

۳) مادہ پرستوں نے خدا کا نام طبیعت (مادہ) کیوں رکھ دیا ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پانچواں سبق

ایک سچا واقعہ

ہم نے کہا تھا کہ جو لوگ زبان سے خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں دراصل ان کی روح کی گہرائیوں میں خدا پر ایمان کا جذبہ مضمر ہوتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بہت سی کامیابیاں اکثر غرور پیدا کر دیتی ہیں خصوصاً یہ چیز کم ظرف لوگوں میں زیادہ دیکھی جا سکتی ہے۔ اور یہی غرور انہیں یادِ خدا سے غافل کر دیتا ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی انسان خود اپنے فطری تقاضے بھی فراموش کر دیتا ہے لیکن جس وقت طوفان کے تھپیڑے اس کی زندگی کو درہم برہم کر دیتے ہیں اور مشکلات کی تند و تیز آندھیاں چاروں طرف سے اسے گھیر لیتی ہیں تو غرور اور خود پسندی کے سارے پردے اس کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹ جاتے ہیں اور خدا کی وحدانیت اور خدا کی معرفت کا جذبہ اسکی جگہ لے لیتا ہے۔

انسانی تاریخ میں اس قسم کے افراد کی بے شمار مثالیں موجود ہیں ان میں سے ایک داستان پیش کی جاتی ہیں:

کسی زمانے میں ایک بہت طاقتور وزیر گزرا، جس نے اپنے زمانے میں بہت اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا اور کسی کو اسکی مخالفت کرنے کی جرأت نہ تھی، ایک دن کسی محفل میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کچھ مذہبی علما بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ وزیر وہاں آ گیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تم لوگ کب تک یہ کہتے رہو گے کہ دنیا کا کوئی خدا ہے؟ میرے پاس اسکی نفی کیلئے ہزاروں دلیلیں موجود ہیں۔

اس نے یہ جملہ بڑے غرور و نخوت کیساتھ کہا تھا! اس محفل میں موجود علما جانتے تھے کہ وہ منطق و استدلال سے بے بہرہ ہے اور طاقت و اثر و رسوخ نے اسے اتنا مغرور بنا دیا ہے کہ کوئی بھی حق بات اس پر اثر نہیں کرے گی لھذا بے اعتنائی کے ساتھ اس کی اس بات پر خاموش رہے لیکن علماء کی یہ خاموشی بامعنی اور تحقیر آمیز تھی۔ اس واقعہ کے چند روز بعد وزیر پر کچھ الزامات عائد ہوئے اور حکومت وقت نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

اس روز کی محفل میں موجود علماء میں سے ایک نے سوچا کہ اس وزیر کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کا یہ اچھا موقع ہے اب چونکہ اسکا غرور ٹوٹ چکا ہے اور خود غرضی اور تکبر کے تمام پردے اسکی آنکھوں کے سامنے سے ہٹ گئے ہیں لھذا حق کو قبول کرنے کی حس اس میں بیدار ہو گئی ہو گی چنانچہ اگر اس وقت اسے نصیحت کی جائے تو سودمند ثابت ہو گی چنانچہ وہ عالم ملاقات کی اجازت لے کر وزیر سے ملنے کے لئے قید خانہ میں آیا جب عالم اسکے نزدیک پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سلاخوں کے پیچھے کمرے میں تنہا وزیر ٹہل رہا ہے اور زیر لب کچھ اشعار گنگنا رہا ہے اس نے غور سے سنا تو وزیر یہ مشہور اشعار پڑھ رہا تھا!

ما همه شیران ولی شیر علم

حمله مان از باد باشد دم بدم

حمله من پیدا و ناپیداست باد

جان فدای آن که ناپیداست باد

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یعنی ہم ان شیروں کی تصویروں کی مانند ہیں کہ جنھیں پرچم پر بنا دیا گیا ہے جس وقت ہوا چلتی ہے اور پرچموں میں حرکت پیدا ہوتی ہے تو گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیر حملہ آور ہو رہے ہیں لیکن اصل میں خود انکی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے اور یہ محض ہوا کی حرکت ہے جو ان کو طاقت عطا کرتی ہے۔ ہم خواہ کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہو جائیں ہماری اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ خدا جس نے ہمیں یہ طاقت عطا کی ہے جب بھی چاہے اسے ہم سے چھین سکتا ہے۔

عالم دین نے دیکھا کہ نہ صرف یہ کہ اب وزیر خدا کا منکر نہیں رہا بلکہ ایک پر جوش خداشناس بن چکا ہے فوراً اسکے پاس جا کر احوال پرسی کی اور کہا: کیا آپکو یاد ہے کہ ایک روز آپ نے کہا تھا کہ خدا کے وجود کی نفی کیلئے میرے پاس ہزاروں دلیلیں موجود ہیں؟ اب میں آپ کے پاس اس لیئے آیا ہوں کہ ان ہزاروں دلیلوں کا صرف ایک دلیل کیساتھ جواب دوں اور وہ دلیل یہ ہے کہ: خدا وہ ہستی ہے کہ جسنے اتنی آسانی کیساتھ تم سے وہ عظیم الشان طاقت چھین لی ہے کہ جس پر تو ناز کیا کرتا تھا، وزیر نے شرمندگی سے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ وہ اپنی غلطی کا معترف ہو چکا تھا اور اپنی روح میں خدا کے نور کا جلوہ دیکھ رہا تھا۔

قرآن مجید میں فرعون کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

"حتی اذا ادرکہ الغرق قال آمنت انہ لا الہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل" (سورۂ یونس آیہ ۹۰)

(فرعون خدا کا انکار کرتا رہا) یہانتک کہ (دریا کی امواج میں) غرق ہونے کو تھا (تو اس وقت) کہا کہ میں ایمان لاتا ہوں کوئی معبود نہیں سوائے اس ذات کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) مختصراً بتائیں کہ اس سچی داستان سے آپ نے کیا نتیجہ حاصل کیا؟

۲) بنی اسرائیل کو "بنی اسرائیل" کیوں کہتے ہیں؟

۳) فرعون کون تھا؟ کہاں کا رہنے والا تھا؟ اور اس نے کیا دعویٰ کیا تھا؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چھٹا سبق

خدا کی معرفت کیلئے دوسرا راستہ

بیرونی راستہ

اگر ہم اس جہان پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو ہم پر یہ حقیقت آشکار ہوگی کہ کائنات کا نظام ہرگز درہم و برہم نہیں ہے بلکہ تمام مظاہر قدرت اپنی معینہ راہ پر گامزن ہیں اور دنیا کی تمام مشینری ایک عظیم الشان لشکر کی مانند انتہائی منظم یونٹوں میں تقسیم ہو کر اپنے معین مقصد کی طرف حرکت میں مصروف ہے۔

اس سلسلہ میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کو درج ذیل نکات کے ذریعے برطرف کیا جاسکتا ہے:

۱) ہر زندہ مخلوق کے عالم وجود میں آنے اور باقی رہنے کیلئے کچھ خاص قوانین اور حالات کو ایک سلسلے کیساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے،

مثلاً ایک درخت کے وجود میں آنے کیلئے: زرخیز زمین، مناسب آب و ہوا اور مخصوص درجہ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان مخصوص شرائط کے مطابق بیج بویا جائے، وہ اپنی مخصوص غذا اور ہوا سے خوب فائدہ اٹھائے، سبز ہو جائے اور خوب نشوونما کرے اور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

درخت کی نشو ونما کیلئے ایک مخصوص ماحول اور زمین کا انتخاب کرنے اور دیگر ضروری چیزوں کی فراہمی کیلئے عقل اور علم کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲) تمام موجودات اپنی مخصوص جداگانہ تاثیر رکھتے ہیں۔ آگ اور پانی کی اپنی الگ الگ خاصیت ہے جسمیں تبدیلی وتغیر ممکن نہیں ہے اور ہمیشہ ایک مقررہ قانون کے مطابق وہ اپنا اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔

۳) زندہ موجودات کے تمام اعضا کا آپس میں ایک دوسرے کیساتھ انتہائی منظم رابطہ ہوتا ہے مثال کے طور پر انسان کے جسم میں: ایک پوری دنیا آباد ہے آپریشن کے وقت انسانی بدن کے تمام اعضاء میں ارادی اور غیر ارادی طور پر ایک خاص قسم کی ہم آہنگی پیدا ہوجاتی ہے مثلاً اگر کوئی خطرہ درپیش ہے تو تمام اعضا اسکی مدافعت کیے لیئے آمادہ ہوجائیں گے! یہ قریبی تعلق اور آپس میں ہم آہنگی اور ارتباط، کائنات کے نظم وضبط کی ایک زندہ مثال ہے۔

۴) نظام کائنات پر ایک نظر ڈالنے سے یہ حقیقت آشکار ہوجاتی ہے کہ نہ صرف زندہ موجودات کے اعضا اور جسم میں بلکہ دنیا کی دوسری مخلوقات میں بھی آپس میں ایک قسم کا ارتباط اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے مثلاً زندہ ومتحرک مخلوقات کی پرورش اور نشو ونما کیلئے سورج اپنی حرارت اور روشنی پہنچاتا ہے، بادل پانی برساتے ہیں، ہوائیں چلتی ہیں اور زمینی ذخیرے بھی اسمیں مدد کرتے ہیں یہ چیزیں کائنات میں ایک معین نظام کے وجود کی نشاندہی کرتی ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عقل اور نظم وضبط میں رابطہ

ہم اس حقیقت سے بھی واقف ہیں کہ کسی بھی مشیزی کے نظم وضبط سے اسکے بنانیوالے کی عقل وفہم، منصوبہ بندی اور اسکے مقاصد کی نشاندہی ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان جہاں بھی ایک مکمل نظم وضبط اور مستحکم قوانین کارفرما دیکھتا ہے تو جانتا ہے اس نظام کو خلق کرنے والی عالم وقادر ذات بھی ہے اور اس حقیقت کو درک کرنے پر اپنے اندر کسی دلیل کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

وہ جانتا ہے کہ کبھی بھی ایک نابینا اور جاہل شخص ٹائپنگ مشین سے ایک خوبصورت تحریر یا ایک سماجی وتنقیدی مقالہ نہیں لکھ سکتا! اور کبھی بھی ایک دوسالہ بچے کے کاغذ پر یونہی بے ترتیب قلم چلادینے سے ایک خوبصورت پینٹنگ تیار نہیں ہوسکتی! بلکہ اگر ہم ایک دلکش تحریر یا اعلی درجے کا مقالہ دیکھیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ یہ کسی اعلی درجے کے تعلیم یافتہ دانشور کے زور قلم کا نتیجہ ہے یا اگر کسی عجائب گھر میں انتہائی خوب صورت پینٹنگ دیکھیں گے تو شک نہ کریں گے کہ یہ کسی ماہر فن آرٹسٹ کی کوشش کا نتیجہ ہے اگرچہ اس مقالے کے مصنف یا پینٹنگ کے آرٹسٹ کو ہم نے دیکھا بھی نہ ہو۔

لھذا جہاں کہیں بھی کوئی منظم مشیزی کارفرما ہوتی ہے اسکے ساتھ ہی ساتھ عقل وفہم کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ جس قدر وہ مشیزی بڑی ہوگی اسی کے مطابق وہ اتنی ہی پیچیدہ اور قابل قدر ہوگی اور اس کا ایجاد کرنے والا بھی اتنا ہی اعلی درجے کی عقل وفراست کا مالک ہوگا۔

اس موضوع کو ثابت کرنے کیلئے کہ ہر منظم مشیزی کو عقل و علم کے مالک کی ضرورت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوتی ہے۔ ریاضی کے حساب احتمالات Theory Of Probability سے مدد لیں گے۔

اس علم ریاضی کی مدد سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ مثلاً اگر ایک جاہل آدمی چاہے کہ ٹائپ کی مشین سے اتفاقیہ طور پر مشین کے بٹنوں کو دبا دبا کر ایک مقالہ یا اشعار کا ایک قطعہ ٹائپ کرے تو حساب احتمالات کے مطابق اسکو کروڑوں برس درکار ہونگے یہاں تک کہ کرہ زمین کی پوری عمر بھی اس کام کیلئے ناکافی ہوگی۔

مزید وضاحت اور تفصیلات کیلئے فارسی زبان میں تحریر کتب ''آفریدگار جہان'' اور ''در جستجوی خدا'' کی طرف رجوع فرمائیں۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

"سنریھم آیاتنا فی الافاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق او لم یکف بربک انہ علی کل شیء شھید" (سورہ فصلت آیہ ۵۳)

عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائیگا کہ یقیناً وہی حق ہے کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے واقف و آگاہ ہونا کافی نہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) چند ایسی صنعتی مشینوں کے نام بتایئے کہ جن کو دیکھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا ماہر اور ہوشیار ہے۔

۲) آفاق اور انفس میں کیا فرق ہے۔ آفاق اور انفس میں خدا کی نشانیوں میں سے کچھ مثالیں پیش کیجئے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساتواں سبق

نظام کائنات سے چند مثالیں

کائنات کے ذرہ ذرہ سے نظم وضبط، منصوبہ بندی اور اسکی تخلیق کے مقصد کا اظہار ہوتا ہے اسکے لیئے ہم یہاں پر بطور مثال کچھ چھوٹے بڑے حقائق کا تذکرہ کرتے ہیں:

خوش قسمتی سے آج سائنسی علوم کی ترقی، عالم طبیعت کی نیرنگیوں ، انسانوں، حیوانات اور نباتات کے وجود کے اندر چھپی ہزاروں باریکیوں کے اسرار و رموز کے منکشف ہوجانے، ایک ذرہ (cell) اور ایک ایٹم میں چھپی بے پناہ طاقت کا راز معلوم ہوجانے نیز ستاروں کی حیرت انگیز دنیا کے نظام سے آشنا ہوجانے سے خدا کی معرفت کے دروازے ہم پر کھل گئے ہیں۔

بلاخوف وتردید کہا جاسکتا ہے کہ سائنسی علوم کی ساری کتابیں دراصل توحید اور خدا کی معرفت کی کتابیں ہیں کہ جو ہمیں پروردگار کی عظمت کا درس دیتی ہیں کیونکہ ان کتابوں میں اس کائنات کی مخلوقات کے دلکش نظام کے رازوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا کس قدر عالم وقادر ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱) ہمارے جسم کی مملکت کا مرکز

ہماری کھوپڑی کے اندر خاکستری رنگ کا مادہ بھرا ہوا ہے جسے دماغ کہتے ہیں یہ دماغ ہمارے جسم کی سب سے اہم اور پیچیدہ ترین مشیزی کا کام دیتا ہے یہی مشیزی ہمارے پورے بدن کی طاقتوں کو کنٹرول کرتی ہے اور دیگر تمام مشیزیوں کے نظام کو برقرار رکھتی ہے۔

اس عظیم مرکز کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل ایک سچے واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے:

اخبارات میں آیا تھا کہ کار کے ایک حادثہ میں شیراز کے ایک نوجوان طالب علم کو خوزستان کے علاقے میں دماغ میں چوٹ لگ گئی بظاہر اس کے جسم کے تمام اعضاء بالکل صحیح وسالم تھے لیکن دماغ پر چوٹ لگنے کے نتیجہ میں حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ وہ اپنی تمام گذشتہ زندگی کو فراموش کر بیٹھا اگر چہ اسکا دماغ صحیح طور پر کام کر رہا تھا اور وہ ہر بات کو سمجھتا بھی تھا مگر اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانتا تھا۔ جب اس سے کہا جاتا کہ یہ تمہاری ماں ہے تو وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگتا! اسے شیراز میں اسکے گھر لے جایا گیا اور اسنے اسکے ہاتھ کی بنائی ہوئی اشیاء، جو کہ اسکے کمرے کی دیواروں پر آویزاں تھیں دکھائی گئیں لیکن وہ سب چیزوں کو حیرت سے دیکھتا رہا اور کہتا رہا کہ میں ان سب چیزوں کو پہلی دفعہ دیکھ رہا ہوں۔

معلوم یہ ہوا کہ دماغی چوٹ کی وجہ سے وہ خلیے (cells) بیکار ہو گئے تھے جو اسکے سوچنے سمجھنے کی طاقت اور اسکی یادداشت وحافظہ میں ارتباط پیدا کرنے والے تاروں کا کام انجام دے رہے تھے، اور جس طرح بجلی کا فیوز اڑ جانے سے بجلی منقطع ہو جاتی ہے اور تاریکی چھا جاتی ہے اسی طرح سے اسکی یادداشت پر فراموشی کی تاریکی چھا گئی تھی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دماغ کا وہ ایک نقطہ جو معطل اور مفلوج ہو گیا تھا شاید سوئی کی نوک سے زیادہ بڑا نہ تھا لیکن اس نوجوان کی زندگی پر اس نے کتنا زبردست اثر چھوڑا تھا! اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہماری دماغ کی مشینری کتنی پیچیدہ اور کتنی اہمیت کی حامل ہے۔

دماغ کے اعصابی نظام کا تعلق دو مختلف حصوں سے ہے:

۱) پہلا حصہ جو ارادی نظام کو کنٹرول کرتا ہے یعنی ہمارے بدن کی تمام اختیاری حرکات مثلاً چلنا دیکھنا بولنا وغیرہ اسی کے تحت انجام پاتی ہیں۔

۲) دوسرا حصہ غیر ارادی نظام یعنی دل اور معدہ کی حرکات اور اسی طرح کی مشینریوں کے نظام کو چلاتا ہے اور دماغ کے اس حصے کے ایک گوشے کے بیکار ہو جانے سے دل یا دوسری مشینریاں بیکار ہو جاتی ہیں۔

دماغ کا سب سے عجیب و غریب حصہ: مغز

''مغز'' انسان کے ہوش و حواس، ارادہ و شعور اور حافظہ کا مرکز ہے یا مختصر الفاظ میں یوں کہیں کہ ''مغز'' دماغ کا سب سے اہم اور حساس ترین حصہ اور ہمارے اندرونی جذبات اور ذہنی ردعمل مثلاً غصہ، خوف اور اسی قسم کی دوسری کیفیات کا تعلق اسی حصہ سے ہے۔

اگر ایک جاندار کا مغز نکال لیا جائے اور اسکے باقی تمام اعصاب صحیح و سالم رہیں تو وہ زندہ تو رہے گا لیکن اسکی فہم و شعور بالکل ختم ہو جائیں گے، ایک کبوتر کا مغز نکال لیا گیا اس کے بعد وہ کچھ دن زندہ رہا لیکن جب اسکے سامنے دانہ ڈالا جاتا تو وہ بھوک کے باوجود اسے منہ نہیں لگاتا تھا اور اگر اسکو پرواز کیلئے آمادہ کیا جاتا تو اس وقت تک پرواز کرتا رہتا جب تک کہ کسی چیز سے ٹکرا کر خود ہی نہ گر جاتا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دماغ کا ایک اور حیرت انگیز حصہ: حافظہ

کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ ہماری یادداشت اور حافظہ کی قوت کس قدر عجیب و غریب ہے؟ اگر ہم سے ایک گھنٹے کیلئے بھی حافظہ (یادداشت) کی قوت چھین لی جائے تو ہم کس مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے؟

حافظے کا مرکز جو کہ ہمارے دماغ کا ایک نہایت چھوٹا سا حصہ ہے پوری زندگی کی یادوں کو اپنی تمام خصوصیات کیساتھ محفوظ کئے رکھتا ہے، ہر وہ شخص جس سے ہمارا تعلق ہے اسکی خصوصیات، شکل وصورت، رنگ، لباس اخلاق وادب غرضیکہ ہر چیز کو محفوظ کر کے ہر چیز کی ایک الگ فائل بناتا ہے لہذا اس شخص کا سامنا ہوتے ہی فوراً ہماری فکر ان تمام فائلوں کے انبار سے اسکی فائل باہر نکال لیتی ہے اور فوراً اس فائل پر ایک نظر ڈال کر ہماری راہنمائی کرتی ہے کہ ہم اس کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کریں! اگر دوست ہے تو اسکا احترام کیا جائے اور اگر دشمن ہے تو اس سے نفرت کا اظہار کیا جائے لیکن یہ تمام کام چشم زدن میں سرعت کیساتھ انجام پا جاتے ہیں۔

مزید تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے حافظے میں موجود ہے اسے اگر ہم چاہیں تو کاغذ پر تصویروں کے ذریعے یا کیسٹ میں محفوظ بھی کر سکتے ہیں بلاشک وشبہہ اس کام کے لیئے بہت سے اوراق اور کیسٹ درکار ہونگے کہ جن سے ایک بڑا اسٹور روم بھر سکتا ہے اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز چیز تو یہ ہے کہ اس انبار سے ایک تصویر یا ایک کیسٹ نکالنے کیلئے افراد کی ضرورت ہوگی لیکن ہمارا حافظہ ان تمام کاموں کو انتہائی سادگی اور سرعت کیساتھ تنہا ہی انجام دیتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بے شعور طبیعت کس طرح باشعور چیزوں کی تخلیق کر سکتی ہے؟

انسانی دماغ کی حیرت انگیز باریکیوں کے بارے میں ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اوران میں سے متعدد کتب اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہیں۔

کیا اس بات پر یقین کیا جا سکتا ہے کہ یہ غیر معمولی، عجیب وغریب، پیچیدہ اور پر اسرار مشینری ایک بے شعور مادہ نے پیدا کی ہے؟ اور کیا یہ اس بات سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات نہیں کہ ہم عقل سے بے بہرہ مادہ کو عقل کا خالق جان لیں؟

قرآن مجید میں ارشاد ہو رہا ہے:

"..... و فی انفسکم افلا تبصرون"

(ذاریات آیت ۲۱)

تمہارے وجود کے اندر خدا کی عظمت و بزرگی کی عظیم نشانیاں موجود ہیں کیا تم نہیں دیکھتے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) انسانی دماغ کی حیرت انگیز صلاحیتوں کے بارے میں کچھ تحریر کریں۔

۲) خداوند عالم نے انسانی دماغ کو گوناگوں حوادث سے بچانے کیلئے کیا تدابیر فرمائی ہیں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آٹھواں سبق

ایک چھوٹے سے پرندے میں عجائبات کی دنیا

چمگاڈر اور اس کی عجیب وغریب خلقت

اس سبق میں ہم چاہتے ہیں کہ اپنے جسم سے جو ایک بہت بڑے ملک کی مانند ہے اور ابھی ہم نے اسکے مختلف شہروں کی ایک گلی کو بھی نہیں دیکھا باہر آئیں اور کائنات میں ہر جگہ گھومیں اور موجودات عالم کے دیگر حیرت انگیز نظاموں کی چند مثالوں کا جائزہ لیں:

شب کی تاریکی میں اگر ہم آسمان کی طرف ایک نظر کریں تو وہاں پر ایک خاص قسم کے پرندے کو رات کے سیاہ پردوں میں پر اسرار سایہ کی مانند اڑتا ہوا دیکھتے ہیں جو نہایت دلیری کے ساتھ اپنی غذا کے حصول کیلئے ادھر اُدھر محو پرواز ہوتا ہے۔

یہ پرندہ ''چمگادڑ'' کہلاتا ہے گو کہ اسکی ہر چیز ہی حیرت انگیز ہے لیکن رات کے اندھیرے میں کسی بھی چیز سے ٹکرائے بغیر اسکا تیزی سے اڑنا اس قدر تعجب خیز ہے کہ اس سلسلے میں جتنا بھی مطالعہ کیا جائے اس پر اسرار پرندے کے بارے میں اتنے ہی نئے نئے انکشافات ہوتے چلے جائیں گے۔

یہ پرندہ تاریکی میں اتنی ہی تیزی اور دلیری کیساتھ حرکت کرتا ہے جتنی تیزی اور دلیری

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیساتھ ایک تیز رفتار کبوتر دن کی روشنی میں پرواز کرتا ہے، اور یہ بات مسلّم ہے کہ اگر اسکے پاس رکاوٹوں کا علم حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا تو وہ اس جرأت سے ہرگز پرواز نہ کرسکتا! اگر اس کو ایک نہایت تنگ و تاریک اور پر پیچ سرنگ میں کہ جہاں دھواں بھی بھرا ہوا ہو چھوڑ دیا جائے تو وہ تمام پیچ وخم سے باآسانی اور سرنگ کی دیواروں سے ٹکرائے بغیر گذر جائے گا اور اسکے پروں پر دھویں کا ذرا سا بھی اثر نہ ہوگا۔

چمگادڑ کی یہ عجیب وغریب خصوصیت ''راڈار'' کی خصوصیات کے مشابہ ہے (بلکہ حقیقتاً راڈار کی خصوصیت چمگادڑ کی خصوصیات کے مشابہ ہے) پہلے ہم راڈار کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اس پرندے کے چھوٹے سے وجود کی بناوٹ کو جان سکیں۔

علم فزکس Physics میں ''آواز'' کی بحث کے دوران آواز سے ماوراء لہروں کا ذکر بھی سنتے ہیں، یہ لہریں وہی لہریں ہیں کہ جنکی لمبائی، تکرار اور تعداد (یعنی frequence) اتنی زیادہ ہے کہ انسان کے کان انہیں درک کرنے سے قاصر ہیں اسی لیے ان لہروں کا نام ''ماوراء صوت'' رکھا گیا ہے۔

جس وقت ان لہروں کو ایک طاقتور ٹرانسمیٹر کے ذریعے چھوڑا جاتا ہے تو یہ لہریں چاروں جانب آگے کی طرف بڑھتی ہیں لیکن اگر فضا کے کسی نقطہ میں ایک دیوار یا رکاوٹ (Barrier) مثلاً دشمن کا ہوائی جہاز یا کسی دوسری قسم کی رکاوٹ کا سامنا ہوجائے تو اسکا انجام وہی ہوتا ہے جسطرح سے ایک گیند کا دیوار سے ٹکرانے کے بعد انجام ہوتا ہے کہ وہ واپس لوٹ آتا ہے بالکل اسی طرح اگر ہم ایک پہاڑ یا بلند دیوار کے پاس آواز لگائیں تو چند لمحوں کے بعد اسکی بازگشت سنائی دیتی ہے تو ممکن ہے ہے ان لہروں کی بازگشت سے اس رکاوٹ کے فاصلہ کا بالکل صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بہت سے ہوائی اور بحری جہاز ''راڈار'' کے ذریعے ہی کنٹرول کیے جاتے ہیں اور اسکی راہنمائی سے ہی اپنے اپنے راستے پر گامزن رہتے ہیں اسکے علاوہ دشمن کے طیاروں اور بحری جہازوں کا پتہ لگانے کیلئے بھی راڈار سے مدد لی جاتی ہے۔

دانشور کہتے ہیں کہ اس چھوٹے سے پرندے کے وجود کے اندر بھی راڈار جیسی مشین موجود ہے اگر اس کو ایک کمرے میں اڑائیں اور اسی لمحے ایک ایسے مائیکروفون کو لگا دیں کہ جو ماوراء آواز لہروں کو سننے کے قابل لہروں میں تبدیل کر دیتا ہے تو کمرے میں کانوں پر گراں گزرنے والی تیز آواز گونجنے لگے گی اور ہر سیکنڈ میں تیس سے لیکر ساٹھ مرتبہ چمگادڑ کی ماوراء آواز لہریں سنائی دینے لگیں گے۔

البتہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لہریں چمگادڑ کے کس عضو کے ذریعے پیدا ہوتی ہیں یعنی ان لہروں کو بھیجنے والی مشیزی (یا Transmitter) کونسی ہے؟ اور انہیں واپس وصول کرنے والی مشیزی یا (Receiver) کہاں پر ہے؟

سائنس دان کہتے ہیں کہ یہ آوازیں چمگادڑ کے حنجرہ (larynx) سے پیدا ہوتی ہیں اور اسکی ناک کے سوراخوں سے باہر فضا میں بھیجی جاتیں ہیں جبکہ اسکے بڑے بڑے کان لہروں کو جذب کرنے والی مشین (یا Receiver) کا کام انجام دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ چمگادڑ اپنی رات کی سیر و سیاحت کیلئے اپنے کانوں کی محتاج ہے۔

''ژورین'' نامی ایک روسی سائنس دان نے تجربات کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ اگر چمگادڑ کے کانوں کو کاٹ لیں تو اسے تاریکی میں پرواز کرنے میں مشکل پیش آئے گی لیکن اگر اسکی آنکھوں کو مکمل طور پر نکال دیا جائے تو پھر وہ پوری مہارت کیساتھ پرواز کر سکتی ہے گویا چمگادڑ اپنے کانوں کی مدد سے دیکھتی ہے نہ کہ اپنی آنکھوں سے! اور یہ عجیب و غریب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چیز ہے اسمیں غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔

اس پرندے کے مختصر اور ناچیز جسم میں یہ حیرت انگیز مشیزی کس نے رکھی ہے؟ ذرا سوچیے کہ ان دو مشینوں کو استعمال کرنے کا سبق اسکو کس نے دیا ہے؟ کہ وہ انتہائی اطمینان بخش وسیلہ کی وجہ سے رات کی تاریکی میں حرکت کرتا ہوا بیشمار خطرات سے محفوظ رہتا ہے۔

سچ بتائیں کہ وہ ہستی کون ہے؟

آیا یہ ممکن ہے کہ عقل وشعور سے بے بہرہ مادہ ایسا کام انجام دے سکے؟ اور ایک ایسی مشیزی (یعنی راڈار) کہ جسے بہت بڑے دانشور کثیر سرمایہ خرچ کر کے بناتے ہیں اس سادگی کیساتھ اس کے وجود میں رکھ دے؟

شایستہ ستایش آن آفریدگاری است۔

کارد چنین دلاویز نقشی زماء و طینی

لائق حمد وثنا ہے وہ ذات کہ جس نے ایسے دلآویز کام انجام دیئے اور پانی ومٹی سے ایسے دلکش نقش ونگار تخلیق کیے۔

نہج البلاغہ میں چمگادڑ کی خلقت کا تذکرہ

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں چمگادڑ کی خلقت کے بارے ایک مفصل خطبے کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"فلا یردا ابصارھا اسراف ظلمتہ و لا تمتنع

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

من المضی فیہ لغسق و جنتہ ...... فسبحان البارء لکل شیء علی غیر مثال"

(خطبہ نمبر ۵۳)

رات کی تاریکیاں چمگادڑ کو دیکھنے سے نہیں روکتیں اور نہ ہی اس کے گھٹا ٹوپ اندھیرے اسے چلنے سے باز رکھتے ہیں ...... پاک و پاکیزہ اور بزرگ و برتر ہے وہ ذات کہ جس نے پہلے سے موجود کسی نمونے اور مثال کے بغیر تمام چیزوں کی تخلیق کی ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) کیا چمگادڑ کی خلقت کے بارے آپ مزید دلچسپ باتیں جانتے ہیں؟

۲) کیا آپ جانتے ہیں کہ چمگادڑ ایک عدیم المثال پرندہ ہے یعنی اسکے بال و پر اور اسکے بچہ جننے بلکہ اسکے سونے کا انداز بھی دوسرے حیوانات سے مختلف اور جداگانہ ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نواں سبق

حشرات اور پھولوں کی باہمی دوستی

موسم بہار کی کسی خوشگوار صبح کو کہ جب موسم گرما کی آمد آمد ہو آپ باغات یا سرسبز و شاداب کھیتوں کی سیر پر نکلیں تو سینکڑوں قسم کے چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے، شہد کی مکھیاں، بھنورے، تتلیاں اور ننھے ننھے پتنگے آپ کو بغیر کسی شور وغل کے ہر طرف اڑتے ہوئے نظر آئیں گے جو ایک پھول سے اڑ کر دوسرے پھول پر بیٹھ رہے ہیں اور اس شاخ سے اس شاخ کی طرف پرواز کر رہے ہیں۔

یہ سب اپنے اپنے کام میں اتنی سرگرمی کیساتھ مشغول ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غیر مرئی اور خفیہ طاقت ایک سنجیدہ حاکم کی مانند ان کے سر پر کھڑی برابر انکو حکم دے رہی ہے!

پھولوں کے ریشوں کے زرد رنگ میں لتھڑے ہوئے انکے پاؤں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے باوردی مزدور اپنے کارخانے میں انتہائی دلچسپی اور انہماک کیساتھ اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں مشغول ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بے شک انکو ایک بہت بڑی ذمہ داری سونپی گئی ہے یہ ذمہ داری اتنی اہم اور بڑی ہے کہ اسکے بارے میں پروفیسر لئون برٹین (Leon Briton) کہتا ہے کہ: ''بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں کہ اگر یہ حشرات نہ ہوتے تو ہمارے پھلوں کی ٹوکریاں خالی رہ جاتیں'' ہم اسکی بات کو اس جملے کے اضافے سے آگے بڑھاتے ہیں کہ ''ہمارے باغات اور کھیتوں میں جو سبزہ، شادابی اور طراوت نظر آتی ہے وہ چند برسوں کے بعد مکمل طور پر ختم ہو جاتی'' کیونکہ یہ حشرات درحقیقت پھلوں کی پرورش کرتے ہیں اور پھولوں کے بیجوں کو تیار کرتے ہیں یقیناً آپ اسکی حقیقت جاننے کے خواہش مند ہونگے اس بات کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ: نباتات کا اہم ترین حیاتی عمل یعنی عمل تخلیق و تلقیح (Fecundatin) ان حشرات کی مدد سے ہی انجام پاتا ہے، یقیناً آپ کے علم میں ہوگا کہ حیوانات کی طرح پھولوں میں بھی نر اور مادہ پائے جاتے ہیں اور جب تک ان کے درمیان جنسی ملاپ کا عمل وقوع پذیر نہ ہو ان میں بیج، پھول اور پھل پیدا نہیں ہوتے۔

لیکن کیا آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ مختلف اقسام کے پیڑ اور پودے جو بے حس و حرکت ہوتے ہیں ان میں ملاپ اور اختلاط کا عمل کس طرح انجام پاتا ہے؟ اور نر پودے اور درخت کے تخم مادہ درختوں اور پودوں کے تخم تک کیسے رسائی حاصل کرتے ہیں اور انکے درمیان ازدواجی تعلقات کیسے قائم ہوتے ہیں؟

ان تعلقات کیلئے سب سے مؤثر رابطے کا ذریعہ حشرات ہیں جبکہ بعض حالات میں ہوا کی مدد سے بھی یہ عمل انجام پاتا ہے۔ لیکن یہ کام ایسا بھی آسان نہیں ہے جیسا کہ ہم خیال کر رہے ہیں بلکہ یہ مبارک اور پر برکت شادی جو حشرات یا ہوا کے ذریعے انجام پاتی ہے اسکے لیے بھی باقاعدہ تیاریاں کی جاتی ہیں، وقت اور تاریخیں مقرر کی جاتی ہیں اور ان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سب کاموں کی انجام دہی میں طویل اور دلچسپ داستان عمل میں آتی ہے اسکا کچھ حصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

دو قدیمی اور مخلص دوست

علوم طبیعات کے ماہرین نے طویل مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ نباتات اور پھول، علم جمادات کے دوسرے دور کے دوسرے نصف میں عالم وجود میں آئے ہیں اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اسی دوران حشرات بھی پیدا ہوئے ہیں اور خلقت عالم کی طویل تاریخ میں یہ دونوں وفادار اور گہرے دوستوں کی مانند رہتے چلے آئے ہیں اور ہمیشہ ایک دوسرے کے وجود کی تکمیل کرتے رہے ہیں۔

پھول اپنے دوستوں کا منہ میٹھا کرنے اور انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے ہمیشہ بے حد مٹھاس اپنے اندر ذخیرہ کر کے رکھتے ہیں اور جس وقت حشرات، نر کے تخم کو مادہ میں منتقل کرنے کے لئے پھولوں کے اندر داخل ہوتے ہیں تو پھول یہ مٹھاس انکو پیش کرتے ہیں اور یہ خوش ذائقہ رس حشرات کیلئے اسقدر مرغوب ہے کہ وہ بے اختیار اسکی طرف کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔

بعض ماہرین نباتات (Botanists) کا کہنا ہے کہ: پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو اور دلکش رنگ وروپ بھی حشرات کو اپنی طرف جذب کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، شہد کی مکھیوں پر ہونے والے مختلف تجربات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ پھولوں کے رنگوں میں فرق کو سمجھتی ہیں اور انکی خوشبو بھی سونگھتی ہیں۔

درحقیقت یہ پھول حشرات کیلئے اپنے آپ کو اس طرح سے سجاتے بناتے اور خوشبو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں اسطرح سے بساتے ہیں کہ باذوق بھنورے اور خوش سلیقہ شہد کی مکھیاں ان کی دلکشی کو دیکھ ان کی طرف کھنچی چلی آتی ہیں اور پھولوں کی دعوت کو قبول کر کے فوراً ہی اس مرحلے کی ابتدائی کاروائیوں کا آغاز کرتے ہوئے انکی شیرینی کو بھی کھا جاتیں ہیں، اور یہی مخصوص قسم کا شیریں رس حشرات کی بہترین غذا مانا جاتا ہے اور جب شہد کی مکھیاں اس مٹھاس کو ایک جگہ جمع کر لیتی ہیں تو شہد تیار ہو جاتا ہے کیونکہ جس وقت یہ حشرات پھولوں کے پاس آتے ہیں تو اس میں سے تھوڑی سے مٹھاس کھاتے ہیں اور ایک بڑی مقدار اپنے چھتے میں لا کر جمع کر لیتے ہیں!

محبت اور دوستی کا یہ رشتہ کہ جس میں دونوں کا فائدہ مضمر ہے ہمیشہ سے حشرات اور پھولوں کے درمیان قائم ہے اور قائم رہے گا۔

توحید کا ایک درس

جب انسان پھولوں اور حشرات کی زندگی کے ان دلکش اور حیرت انگیز نکات کا مطالعہ کرتا ہے تو بے اختیار اپنے آپ سے سوال کرتا ہے کہ پھولوں اور حشرات کے درمیان محبت و دوستی کا یہ رشتہ کس نے قائم کیا ہے؟ پھولوں کو یہ مخصوص مٹھاس اور خوش ذائقہ غذا کس نے دی ہے؟

پھولوں کو یہ دلکش رنگ و روپ اور خوشبو کس نے عطا کی ہے کہ جسکی وجہ سے حشرات انکی طرف بے اختیار کھنچے چلے آتے ہیں؟

کیڑوں بھنوروں، شہد کی مکھیوں اور تتلیوں کو یہ دلکشی و رعنائی اور نازک نازک پاؤں کس نے عطا کئے ہیں کہ وہ پھولوں کے تخموں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا کام

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انجام دیتے ہیں؟

شہد کی مکھیاں ایک مدت تک کسی خاص قسم کے پھولوں کی طرف ہی کیوں متوجہ رہتی ہیں؟

اور اس کائنات میں حشرات اور پھولوں کی زندگی کی تاریخ کا آغاز ایک ساتھ کیوں ہوا ہے؟

آیا کوئی بھی انسان خواہ وہ کتنا ہی ہٹ دھرم کیوں نہ ہو اس بات پر یقین کر سکتا ہے کہ یہ تمام واقعات پہلے سے کوئی اسکیم اور پروگرام بنائے بغیر ظہور میں آئے ہیں اور بے حس و حرکت مادہ ان حیرت انگیز واقعات کو خود بخود وجود میں لے آیا ہے؟ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

"و اوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا و من الشجر و مما یعرشون ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللا"

(سورہ نحل آیت ۶۸، ۶۹)

تمھارے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں، درختوں میں اور ان میں جو چھتیں لوگ بناتے ہیں ان میں اپنے چھتے بنا پھر ہر طرح کے پھولوں سے ان کا عرق چوس، پھر اپنے پروردگار کی راہوں پر تابعداری سے چلی جا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) پھولوں کی مٹھاس اور ان کے رنگ و بو کے کیا فوائد ہیں؟

۲) شہد کی مکھیوں کی دلچسپ زندگی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دسواں سبق

چھوٹی مخلوقات کے بے انتہا وسیع جہان میں

چونکہ ہم اس کائنات کی گوناگوں نیرنگیوں کے درمیان پرورش پا رہے ہیں اسی لیے ہمیں انکی ایک طرح سے عادت سی ہوگئی ہے لہذا عین ممکن ہے کہ ہم بہت سے حیرت انگیز موجودات کی اہمیت سے ہی بے خبر ہوں مثال کے طور پر:

ا) ہمارے اردگرد ایسے بہت سے چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے اور جانور زندگی گزار رہے ہیں کہ جن میں سے بعض شاید ایک دو ملی میٹر سے بھی چھوٹے ہوں لیکن اسکے باوجود وہ کسی بڑے جانور کی طرح ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کان، حتی کہ دماغ، سمجھ، اعصاب اور ہاضمہ کا نظام تک رکھتے ہیں، اگر ایک چیونٹی کے دماغ کو مائیکرسکوپ سے دیکھیں اور اس کی حیرت انگیز بناوٹ پر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ اس کی ساخت انتہائی عجیب وغریب اور دلچسپ ہے اس کے مختلف حصے ہیں جن میں سے ہر ایک چیونٹی کے چھوٹے سے جسم کے مخصوص حصے کو کنٹرول کرتا ہے۔ یہ حصے ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو چنے ہوئے ہیں اور ان کی وضع میں ذرا سی بھی تبدیلی چیونٹی کے بدن کے کسی حصے کو ناکارہ بنا دیتی ہے۔

اس سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اسکے مختصر دماغ میں کہ جو پن (Pin) کی نوک سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بھی چھوٹا ہے ہوش وخرد، تمدن، ذوق و ہنر کی ایک دنیا پنہاں ہے اور سائنس دانوں کے بڑے بڑے گروپوں نے اپنی زندگیوں کا ایک طویل عرصہ اس جاندار کی زندگی کے مطالعہ میں صرف کر کے اسکے بارے میں حیرت انگیز اور دلچسپ نکات کا انکشاف اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ مادہ ایک چھوٹی سی مخلوق کے اندر یہ تمام ہوش وخرد اور ہنر و ذوق، جمع کر سکے؟ حالانکہ خود مادہ کا یہ حال ہے کہ وہ ایک سوئی (pin) کی نوک کے برابر بھی عقل وشعور نہیں رکھتا۔

۲) ایٹم کی حیرت انگیز دنیا:

اب تک سب سے چھوٹی جس چیز کا انکشاف ہوا ہے وہ ایٹم (Atom) اور اسکے اجزاء ہیں ایٹم اس قدر چھوٹا ذرہ ہے کہ طاقتور ترین مائیکروسکوپ کہ جس سے ایک تنکا پہاڑ نظر آتا ہے، اسکو دیکھنے سے قاصر ہے۔

اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ایٹم کس قدر چھوٹا ہے؟ تو جان لیجئے کہ تمام روئے زمین پر موجود انسانوں سے زیادہ ایٹم پانی کے ایک قطرے میں ہوتے ہیں اور اگر ایک سینٹی میٹر لمبے باریک تار کے پروٹون (Protons) شمار کرنا چاہیں اور اس کام کیلئے ہزاروں افراد کی مدد لیں اور ان میں سے ہر شخص ایک سیکنڈ میں ایک پروٹون جدا کرے تو ان سب کو شمار کرنے کیلئے تیس (۳۰) سے لیکر تین سو (۳۰۰) برس تک کے شب و روز درکار ہونگے۔

جب ایک سنٹی میٹر لمبے باریک تار میں اسقدر ایٹم (اور ایٹمی ذرات) موجود ہیں تو ذرا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اندازہ لگائیں کہ ہمارے آسمان، زمین، آب وہوا، ستاروں اور نظام شمسی میں کسقدر ایٹم موجود ہونگے؟ کیا انسانی فکر اس قسم کے تصور ہی سے تھک نہیں جائے گی؟ اور سوائے خالق کائنات کے کون ان کا حساب لگا سکتا ہے؟

ایٹم توحید کا درس دیتے ہیں

آج کی دنیا میں ایٹم ایک بہت ہی اہم اور دلچسپ علمی بحث ہے یہ ننھے منے ذرات ہمیں توحید کا درس دیتے ہیں کیونکہ ایٹم کی دنیا میں سب سے زیادہ چار چیزیں قابل توجہ ہیں:

۱۔ غیر معمولی نظم وضبط: ایک سو سے زیادہ ایسے عناصر کا انکشاف ہو چکا ہے کہ جن کے الیکٹرون (Electron) کی تعداد بتدریج ایک سے شروع ہو کر ایک سو سے زیادہ پر ختم ہوتی ہے کیا ایک بے شعور مادہ کے ذریعہ یہ عجیب وغریب نظام اس نظم وضبط سے وقوع پزیر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!

۲) طاقتوں کا اعتدال: ہم جانتے ہیں کہ بجلی کی دو قسمیں (Negative-positive) مثبت اور منفی ایک دوسرے کی جانب جھکاؤ رکھتی ہیں درحقیقت وہ الیکٹرون جو بجلی کے منفی چارج رکھتے ہیں اور وہ نیوکلیس (Nucleus) جو مثبت چارج رکھتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کی طرف کھنچتے ہیں۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ نیوکلس کے گرد الیکٹرونوں کے دائروں میں گردش کرنے سے مرکز سے دور کرنے والی طاقت (قوت دافعہ) وجود میں آتی ہے اور مرکز سے دور ھٹانے والی طاقت چاہتی ہے کہ الیکٹرونوں کو ایٹم کے آس پاس سے دور ہٹا دے اور ایٹم کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اجزاء کو الگ کر دے جبکہ قوت جاذبہ چاہتی ہے کہ الیکٹرونوں کو جذب کرے اور ایٹم کو ختم کر دے۔

یہاں پر دیکھنا چاہیے کہ کس طرح نہایت باریکی اور مہارت کے ساتھ قوتِ جاذبہ اور قوت دافعہ بیک وقت ایٹم میں شامل ہیں کہ جنکی وجہ سے نہ تو الیکٹرون فرار ہو سکتے ہیں اور نہ ہی جذب ہو سکتے ہیں بلکہ ہمیشہ حالت اعتدال میں اپنی حرکت کو جاری رکھتے ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ اندھا اور بہرہ مادہ اس طرح کا توازن اور اعتدال وجود میں لا سکے؟

۳) ہر مخلوق اپنے معین راستے پر گامزن ہے: جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ بعض ایٹموں میں متعدد الیکٹرون ہوتے ہیں ایسا نہیں ہے کہ یہ تمام الیکٹرون ایک ہی مدار میں حرکت کریں بلکہ یہ الیکٹرون کروڑوں سال سے متعدد مداروں میں معین فاصلوں پر اور اپنے اپنے راستوں پر (یعنی اپنی اپنی سرحدوں کے اندر رہتے ہوئے) تیزی کیساتھ حرکت کر رہے ہیں اور اس میں کوئی تغیر یا تبدیلی بھی واقع نہیں ہوتی۔ کیا ان میں سے ہر ایک کا معین مداروں میں رہنا اور گردش کا یہ حیرت انگیز نظام کوئی معمولی اور سادہ بات ہے؟

۴) ایٹم کی عظیم طاقت: اس کا اندازہ لگانے کیلئے صرف یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ۱۹۴۵ء میں میکسیکو (Mexico) کے بے آب و گیاہ صحرا میں ایک ایٹمی تجربہ کیا گیا، ایک بہت چھوٹے سے ایٹم بم کو ایک فولادی مینار سے چھوڑا گیا، دھماکہ ہوا اور فولادی مینار پگھل کر بھاپ بن گیا اور ایک خوفناک آواز اور بجلی پیدا ہوئی جب اسکو دیکھنے کیلئے سائنس دان وہاں پہنچے تو وہاں پر فولادی مینار کا نام و نشان تک نہ تھا۔

اسی سال امریکا نے جاپان کے دو شہروں ناگاساکی اور ہیروشیما پر دو چھوٹے ایٹم بم پھینکے ناگاساکی میں ستر (۷۰) ہزار افراد مارے گئے اور اتنی ہی تعداد میں مجروح ہوئے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جبکہ ہیروشیما میں تیس ہزار سے چالیس ہزار کے درمیان افراد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اتنے ہی زخمی بھی ہوئے جسکی وجہ سے جاپان نے امریکا کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔

کیا ایک چھوٹے سے ایٹمی ذرّے کے اسرار و رموز کا مطالعہ اس امر کیلئے کافی نہیں ہے کہ وہ ہمیں اسکے خالق سے آشنا کردے؟

لھذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے وجود پر ہمارے پاس اتنی ہی دلیلیں موجود ہیں کہ جتنی تعداد میں ایٹم دنیا میں موجود ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہو رہا ہے:

"ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام و البحر یمدّه من بعده سبعة ابحر ما نفدت کلمات الله" (لقمان آیت ۲۷)

اگر روے زمین پر موجود تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر اسکی سیاہی بنے جسکے بعد سات سمندر اور سیاہی بنیں تب بھی خدا کے کلمات (مخلوقات) تمام نہیں ہونگے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) ہماری بتائی گئی باتوں کے علاوہ چیونٹی کی پراسرار زندگی کے بارے میں آپ کیا کچھ جانتے ہیں؟

۲) کیا آپ تختہ سیاہ پر ایک ایٹم کی ساخت کا نقشہ کھینچ سکتے ہیں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دسویں سبق کیلئے ایک تکمیلی بحث

خداوند عالم کی شاندار صفات

کیا خدا کی صفات کو پہچاننا آسان ہے؟ جہان خلقت کے اسرار و رموز کے مطالعہ کے ذریعے خدا کے وجود کو پہچاننا جس قدر آسان ہے اسی قدر خدا کی صفات کو پہچاننا مشکل ہے اور اسکے لیئے شدید غور و فکر اور بے حد احتیاط کی ضرورت ہے۔

یقیناً آپ اسکا سبب دریافت کرنا چاہیں گے؟ اسکا سبب بہت واضح ہے کیونکہ ہماری کسی بھی چیز سے اور جو کچھ ہم اس وسیع کائنات میں دیکھ اور سن رہے ہیں خدا اس سے مشابہت نہیں رکھتا؛ لھٰذا خداوند متعال کی صفات کو پہچاننے کی پہلی شرط اسکی مقدس ذات سے تمام مخلوقات کی صفات کی نفی کرنا ہے یعنی عالم مادہ میں سے کسی ایک سے بھی اسکو تشبیہ نہ دینا، اس مقام پر نہایت احتیاط کی ضرورت ہوگی کیونکہ ہم مادی جہان میں پلے بڑھے ہیں؛ ہمارا ہر وقت مادی چیزوں سے تعلق رہا ہے اور اسی سے مانوس ہیں لہٰذا ہم اپنے مادی رجحان کی وجہ سے تمام چیزوں کو اسی کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔

بالفاظ دیگر: ہم نے اس دنیا میں جو کچھ بھی دیکھا ہے وہ جسم اور جسمانی خصوصیات کا حامل ہے یعنی تمام موجودات ہر معین زمان و مکان میں مخصوص شکل و صورت رکھتے ہیں ان حالات میں ایک ایسی ہستی کا تصور کرنا کہ جو نہ جسم رکھتی ہے اور نہ ہی زمان و مکان، مگر اسکے باوجود تمام زمان و مکان کا احاطہ کیئے ہوئے ہو نہایت ہی مشکل امر ہے لھٰذا یہ بات بہت ضروری ہے کہ نہایت غور و فکر کیساتھ اس راہ پر قدم رکھا جائے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

البتہ اس نکتہ کی یاد آوری بہت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ: ہم خدا کی ذات کی حقیقت کبھی بھی درک نہیں کر سکتے اور نہ ہی اسکی امید رکھنی چاہیے کیونکہ یہ امید اور خیال ایسے ہی خام ہے جیسے سمندر کو کوزے میں بند کرنا یا ماں کے شکم میں موجود بچے کا بیرونی دنیا سے باخبر ہو جانا، کیا یہ چیزیں ممکن ہیں؟

اور یہی وہ مقام ہے جہاں ایک چھوٹی سی لغزش انسان کو خدا کی معرفت کے حقیقی راستے سے کوسوں دور کر دیتی ہے جسکے نتیجے میں وہ بت پرستی اور مخلوق پرستی کی سنگلاخ راہوں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ (غور فکر کیجئے)۔

مختصر یہ کہ ہمیں انتہائی ہوشیار رہنا چاہیے اور ہرگز خداوند عالم کی صفات کا مخلوقات عالم کی صفات کیساتھ مقابلہ و مقایسہ نہیں کرنا چاہیے۔

صفات جمال و جلال

عموماً خداوند عالم کی صفات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

صفات ثبوتیہ:

یعنی وہ صفات جو خدا میں پائی جاتی ہیں۔

صفات سلبیہ:

یعنی جن چیزوں سے اسکی ذات منزہ و مبرّا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کی ذات میں کون کونسی صفات پائی جاتی ہیں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسکا جواب یہ ہے کہ: ایک لحاظ سے خدا کی صفات بے پایاں اور لامحدود ہیں جب کہ ایک لحاظ سے فقط ایک ہی صفت میں تمام صفات کا خلاصہ بیان کیا جاسکتا ہے کیونکہ تمام صفات ثبوتیہ کو مختصر طور پر ایک جملے میں یوں بیان کر سکتے ہیں کہ: خدا کی ذات ایک لامتناہی ذات ہے جو ہر لحاظ سے تمام کمالات کی حامل ہے۔

اور صفات سلبیہ کو مختصراً یوں بیان کر سکتے ہیں کہ: خدا کی ذات ہر قسم کے نقص سے پاک ہے۔

دوسرے نقطہ نظر سے چونکہ کمالات اور نقائص کے درجات ہوتے ہیں یعنی بے انتہا کمال اور بے انتہا نقص کا تصور کیا جاسکتا ہے لھذا یوں کہا جاسکتا ہے کہ: خداوند عالم میں انتہا درجے کی صفات ثبوتی اور انتہا درجے کی صفات سلبی پائی جاتی ہیں کیونکہ جس اعلی درجے کے کمال کا تصور کیا جاسکتا ہے وہ اسکی ذات میں موجود ہے اور جتنے بھی نقائص تصور ہو سکتے ہیں وہ ان سے پاک ومبرّا ہے پس خداوند عالم کی صفات ثبوتی اور صفات سلبی لامحدود ہیں۔

خداوند عالم کی مشہور ترین صفات:

مشہور ترین صفات ثبوتیہ کو (فارسی کے) اس شعر میں ادا کیا گیا ہے:

عالم وقادر وحی است ومرید ومدرک ہم قدیم وازلی پس متکلم وصادق

۱: خدا "عالم" ہے یعنی تمام چیزوں کو جانتا ہے۔

۲: خدا "قادر" ہے یعنی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۳: خدا "حیّ" ہے یعنی زندہ ہے اور زندہ اسے کہا جاسکتا ہے جو علم بھی رکھتا ہو اور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قدرت بھی اور چونکہ خدا "عالم" بھی ہے اور "قادر" بھی اس بناء پر وہ زندہ بھی ہے۔

۴: خدا "مرید" ہے یعنی صاحب ارادہ ہے اپنے کاموں میں مجبور نہیں ہے اور جو کام بھی انجام دیتا ہے اس میں مقصد اور حکمت مضمر ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ کائنات میں کوئی بھی چیز اس نے بلا مقصد اور بغیر کسی فلسفے کے نہیں بنائی۔

۵: خدا "مدرک" ہے یعنی تمام چیزوں کو جانتا ہے اور سمجھتا ہے سب کو دیکھتا ہے تمام آوازوں کو سنتا اور ہر بات سے آگاہ و باخبر ہے۔

۶: خدا "قدیم" اور "ازلی" ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور اسکے وجود کا کوئی آغاز نہیں کیونکہ اسکی ہستی اسکی ذات سے جلوہ گر ہوئی ہے اور یہی سبب ہے کہ وہ ابدی اور جاودانی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کیونکہ جس ذات کی ہستی خود اسکی ذات سے ہے اسکے لیئے فنا اور عدم کوئی معنی نہیں رکھتے۔

۷: خدا "متکلم" ہے یعنی چاہے تو ہوا میں آواز کی لہریں پیدا کر کے اپنے پیامبروں سے کلام کر سکتا ہے؛ ایسا نہیں ہے کہ خدا "زبان، ہونٹ، اور حنجرہ رکھتا ہو"

۸: خدا "صادق" ہے یعنی جو کچھ کہتا ہے سچ اور عین حقیقت ہوتا ہے، کیونکہ جھوٹ عموماً دو سبب سے بولا جاتا ہے (۱) جہالت اور نادانی کیوجہ سے (۲) یا کمزوری اور ناتوانی کے سبب سے، چونکہ خدا دانا اور توانا ہے لھذا جھوٹ اسکی ذات سے محال ہے۔

خداوند عالم کی صفات سلبیہ کو (فارسی کے) اس شعر میں جمع کیا گیا ہے۔

نہ مرکب بود و جسم، نہ مرئی نہ محل
بی شریک است و معانی تو غنی دان خالق

۱: خدا "مرکب" نہیں ہے یعنی اجزاء ترکیبی سے ملکر نہیں بنا، کیونکہ ایسی صورت میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسے اپنے اجزاء کی احتیاج ہوتی جب کہ وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔

۲: خدا ''جسم'' نہیں رکھتا کیونکہ جسم محدود کیا جاسکتا ہے اسمیں تغیر وتبدیلی ہوتی رہتی ہے اور وہ فنا پذیر ہوتا ہے۔

۳: خدا ''مرئی'' نہیں یعنی دکھائی نہیں دیتا کیونکہ اگر نظر آتا تو جسم ہوتا اور جسم ہونے کی صورت میں محدود اور فنا پذیر ہو جاتا۔

۴: خدا ''محل'' نہیں رکھتا کیونکہ اسکا جسم نہیں ہے کہ جسکی وجہ سے وہ مکان کا محتاج ہو۔

۵: خدا کا کوئی ''شریک'' نہیں ہے کیونکہ اگر اسکا کوئی شریک ہوتا تو وہ ایک محدود وجود ہوتا چونکہ دو لامحدود موجودات کا وجود کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے اس کے علاوہ اس کائنات کے قوانین میں وحدت اسکے بے مثل ویگانہ ہونے کی دلیل ہے۔

۶: خدا ''معانی'' نہیں رکھتا یعنی اسکی صفات اس کی عین ذات ہیں۔

۷: خدا ''محتاج'' اور ضرورتمند نہیں ہے بلکہ غنی اور بے نیاز ہے کیونکہ علم وقدرت کے لحاظ سے ایک بے پناہ وجود کو کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"لیس کمثلہ شیء" (شوری آیت نمبر ۱۱)

کوئی بھی چیز اسکی مانند نہیں ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) خدا کی وحدانیت اور اسکے لاشریک ہونے پر اور دلیلیں پیش کریں؟

۲) کیا آپ جانتے ہیں کہ بعض مذاہب تین خداؤں کے قائل ہیں اور بعض مذاہب کے ہاں دو خداؤں کا تصور موجود ہے؟ بتایئے وہ کون سے مذاہب ہیں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عدل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پہلا سبق

عدل کیا ہے؟

☆ خداوند عالم کی تمام صفات میں سے عدل کو جداگانہ، اصول دین میں سے کیوں شمار کیا جاتا ہے؟

☆ عدالت اور مساوات کے درمیان فرق۔

۱: خداوند کی تمام صفات میں سے "عدل" کو کیوں منتخب کیا گیا ہے؟

قبل اسکے کہ بحث کا آغاز کریں ایک نکتے کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ بزرگ علماء نے خداوند عالم کی تمام صفات میں سے صرف عدل کو اصول دین کی ایک اصل کے طور پر کیوں متعارف کروایا ہے؟

خدا عالم و قادر ہے، عادل و حکیم ہے، رحمان و رحیم ہے، خالق و رازق ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، ان تمام صفات کے ہوتے ہوئے صفت عدل کو اصول دین کی ایک جداگانہ و علیحدہ اصل کے طور پر کیوں ذکر کیا گیا ہے۔

اس اہم سوال کے جواب کیلئے چند باتیں توجہ طلب ہیں:

۱۔ عدل کی اہمیت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ بہت سی صفاتِ خدا کی بازگشت اسی صفت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

''عدل'' کی طرف ہے کیونکہ کلمہ عدالت کا صحیح اور وسیع تر معنی ''ہر چیز کو اسکے مقام پر قرار دینا'' ہے لھذا اس معنی کے اعتبار سے تمام صفات مثلاً حکیم، رزاق، رحمان ورحیم وغیرہ کا اطلاق وانطباق درحقیقت عدالت پر ہی ہوتا ہے۔

۲) قیامت ومعاد کا مسئلہ ہو یا پیغمبروں کی رسالت اور ائمہ کی ذمہ داریوں کا مسئلہ ان سب کا خدا کی عدالت کے مسئلہ کیساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔

۳) پروردگار کی عدالت کا مسئلہ آغاز اسلام سے ہی اختلاف کا شکار رہا ہے کیونکہ:

اہل سنت کا ایک گروہ جو ''اشاعرہ'' کہلایا خداوند عالم کی عدالت کا سرے سے ہی منکر ہے انکا کہنا ہے کہ خداوند عالم کی نسبت ''عدالت اور ظلم'' کا کوئی مفہوم ہی نہیں ہے اور انکی دلیل یہ ہے کہ: تمام کائنات چونکہ اسکی ملکیت ہے لھذا وہ جو کام بھی کرے عین عدالت ہے حتی کہ اشاعرہ حسن عقلی اور قبح عقلی کے بھی قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری عقل اچھے اور برے کے درمیان تمیز نہیں کرسکتی، حتی کہ ہماری عقل نیک کاموں کی اچھائی اور ظلم کے برا ہونے کا حکم لگانے سے بھی قاصر ہے۔ (اور اس قسم کے دیگر بہت سے اشتباہات بھی اشاعرہ کے عقائد کا حصہ ہیں)۔

اہل سنت کا ایک دوسرا گروہ جو ''معتزلہ'' کہلاتا ہے اسکا اور تمام اہل تشیع کا یہ متفقہ اعتقاد ہے کہ خداوند عالم ''عادل'' ہے اور اس سے ظلم وستم کا صدور محال ہے۔

ان دونوں گروہوں کو آپس میں ایک دوسرے سے جدا کرنے کیلئے پہلے گروہ یعنی ''اشاعرہ'' کو غیر عدلیہ جبکہ دوسرے گروہ کو ''عدلیہ'' کہا جاتا ہے کیونکہ دوسرا گروہ عدل کو اپنے مکتب کی علامت کے طور پر اصول دین میں شمار کرتا ہے۔ اہل تشیع کا شمار بھی ''عدلیہ'' میں کیا جاتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اہل تشیع نے دوسرے عدلیہ گروہ سے اپنے مکتب کے تشخص اور امتیاز کیلئے ''امامت'' کو بھی اصول دین کا جزء قرار دیا ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں پر بھی ''عدل اور امامت'' دونوں کے متعلق گفتگو کی جاتی ہے وہاں پر مراد ''شیعہ امامیہ'' ہوتے ہیں۔

۴) فروع دین ہمیشہ سے اصول دین کے ہمراہ ہیں، پروردگار عالم کی عدالت کی شعاعیں انسانی معاشرہ میں بہت زیادہ مؤثر ہیں اور یہ عدالت اجتماعی ہی ہے کہ جسکی وجہ سے بہترین انسانی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عدالت کو اصول دین کی ایک اصل کے طور پر اس لیے منتخب کیا گیا ہے تا کہ انسانوں میں عدل کو ہمیشہ زندہ رکھا جا سکے اور ہر قسم کے ظلم وستم کیخلاف جنگ جاری رہ سکے۔

جس طرح کہ پروردگار عالم کی ذات وصفات میں وحدانیت اور اسکا بطور معبود یکتا وتنہا ہونا انسانی معاشرے کے اتحاد ویگانگت کیلئے ایک نور وحدت اور انکی صفوں میں تقویت کا باعث ہے۔

خدا کے پیغمبروں اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی رہبری کا مسئلہ ہمیں بتاتا ہے کہ معاشرے کیلئے سچے اور حقیقی رہنما کتنی اہمیت رکھتے ہیں لھذا تمام کائنات کے حاکم پروردگار کی تمام صفات میں سے صرف صفت عدالت کو علیحدہ ایک اصل کے طور پر ذکر کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسانی معاشرے کے تمام ابعاد میں عدالت کا ہونا کتنا لازم وضروری ہے۔

اس عظیم کائنات کی خلقت اور قیامت ''عدالت'' سے ہے اور انسانی معاشرہ بھی عدالت کے بغیر کبھی بھی استحکام اور دوام نہیں پا سکتا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۲: عدالت کیا ہے؟ عدالت کے دو مختلف معانی ذکر کیئے گئے ہیں۔

۱۔ عدالت کا وسیع تر معنی تو وہی ہے جو ہم ذکر کر چکے ہیں یعنی "ہر چیز کو اسکے مناسب اور لائق مقام پر رکھنا" بالفاظ دیگر "ہم پلہ" اور "متوازن" ہونا۔

عدالت کا یہ معنی تمام عالم خلقت، شمسی نظام میں، ایٹم کے باطن میں، وجود انسان کی عمارت میں اور تمام نباتات اور حیوانات میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے، اس بات کی طرف پیغمبر اسلامؐ کی ایک مشہور و معروف حدیث میں بھی اشارہ کیا گیا ہے آپؐ نے فرمایا: "بالعدل قامت السموات و الارض" عدل ہی کی وجہ سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔

مثال کے طور پر اگر کرہ ارض کی قوت "جاذبہ" اور "دافعہ" میں تعادل و برابری قائم نہ رہے بلکہ ان میں سے ایک قوت دوسری پر حاوی آ جائے یا کمزور پڑ جائے تو یا زمین سورج کے اتنی قریب ہو جائے گی کہ جل کر راکھ ہو جائے گی یا پھر اپنے مدار سے ہی باہر نکل جائے گی اور کائنات کی وسعتوں میں بھٹک کر نیست و نابود ہو جائے گی۔

عدالت کے اس معنی کو شاعر نے بھی اپنے معروف اشعار میں ذکر کیا ہے۔

عدل چه بود؟ وضع اندر موضعش

ظلم چه بود؟ وضع در ناموضعش

عدل چه بود؟ آب ده اشجار را

ظلم چه بود؟ آب دادن خار را!

عدل کیا ہے؟ کسی چیز کو اسکی حیثیت کے مطابق مقام دینا۔ ظلم کیا ہے؟ کسی چیز کو اسکے شایان شان مقام سے دور کرنا۔ ثمر آور درختوں کو پانی لگانا عین عدل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور کانٹوں کو پانی دینا عین ظلم ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ اگر پھولوں کے پودوں یا پھلوں کے درختوں کو پانی لگایا جائے تو اسے عین عدالت کہا جائے گا لیکن اگر یہی پانی بے فائدہ گھاس پھوس اور کانٹوں کو لگایا جائے تو چونکہ پانی کو غیر ضروری طور پر صرف کیا گیا ہے لہذا عین ظلم کہلائے گا۔

۲: عدالت کا دوسرا معنی "لوگوں کے حقوق کی حفاظت و رعایت" کرنا ہے، اس معنی کے خلاف کوئی کام "ظلم" کہلائے گا یعنی کسی کا حق تلف کر کے خود فائدہ اٹھانا یا کسی کے حق کو چھین کر دوسرے کو دے دینا، حتی اگر کسی کو اسکا پورا حق نہ دیا جائے بلکہ کچھ حق دینا اور کچھ نہ دینا بھی ظلم کہلائے گا۔

عدل کے ان دونوں معانی میں سے پہلا معنی "عمومیت" رکھتا ہے جبکہ دوسرا معنی "خاص" ہے۔

ہماری اس بحثِ "عدل الٰہی" کا محور اگرچہ دوسرا معنی ہے لیکن دونوں معانی خداوند عالم کی ذات سے صد در صد تعلق رکھتے ہیں۔

"عدالت خدا" کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ کسی کے حق کو غصب کرتا ہے اور نہ کسی کا حق کسی دوسرے کو تفویض کرتا ہے، اور نہ ہی لوگوں کے درمیان تبعیض اور عدم مساوات کا قائل ہوتا ہے، وہ ذات متعال تمام معانی کے اعتبار سے "عادل" ہے اور اسکی عدالت کے دلائل آئندہ بحث میں ذکر کریں گے، انشاءاللہ۔

"ظلم" کا معنی چاہے کسی کا حق غصب کرنا ہو یا کسی کے حق کو ناحق کسی دوسرے کے سپرد کرنا ہو، کسی کو تکلیف پہچانا ہو یا ناحق کسی کو برتر یا دنی ہو یہ تمام معانی ذات خداوند متعال سے کسی بھی قسم کا کوئی ربط نہیں رکھتے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وہ ذات پاک کبھی بھی نیک کاموں کے کرنے والوں کی نیکی کو ضائع نہیں ہونے دیتی اور نہ ہی برے لوگوں کو کسی اجر کا مستحق قرار دیتی ہے، کسی کے گناہ کا مواخذہ بے گناہ سے نہیں کرتی اور نہ ہی خشک و تر پر ایک ہی حکم لگاتی ہے۔

حتی کہ اگر ایک قوم یا معاشرے میں ایک شخص کے علاوہ تمام افراد بدکار و گناہ کار ہوں تب بھی خدا اس ایک فرد کا حساب تمام قوم سے جدا رکھتا ہے اور اسے پوری قوم کے گناہوں کی سزا میں ہرگز شریک نہیں کرتا۔

''اشاعرہ'' کا یہ عقیدہ کہ ''اگر خداوند عالم تمام پیغمبروں کو دوزخ میں ڈال دے اور تمام بدکاروں، جنایت کاروں اور گناہ کاروں کو جنت میں داخل کردے تو یہ ظلم نہیں ہوگا'' یہ انتہائی بے ہودہ، شرم آور اور بے سروپا بات ہے اگر کسی شخص کی عقل تعصب و خرافات کی غلاظت سے پاک ہو تو اس بات کی گواہی دے گی کہ اشاعرہ کا یہ عقیدہ انتہائی برا اور باعث ننگ و عار ہے۔

۳) مساوات اور عدالت کے درمیان فرق

ایک ضروری بات کہ جسکا تذکرہ یہاں پر ضروری ہے یہ ہے کہ بعض اوقات ہم ''عدالت'' اور ''مساوات'' کے درمیان فرق قائم نہیں کر پاتے اور خیال کرتے ہیں کہ عدالت کا مطلب یہ ہے کہ مساوات کا خیال رکھا جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے، عدالت میں مساوات کا ہونا ہرگز شرط نہیں ہے بلکہ عدالت کیلئے ہمیشہ استحقاق اور اولویت کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے مثلاً عدالت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ایک کلاس کے تمام شاگردوں کو برابر نمبر دیئے جائیں یا ایک دفتر کے دو کارکنوں کو برابر تنخواہ دی جائے بلکہ عدالت کا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مطلب یہ ہے کہ ہر شاگرد کو اسکی معلومات اور استعداد کے مطابق نمبر دیے جائیں اور ہر کارکن کو اسکے کام اور فعالیت کے مطابق تنخواہ دی جائے۔

اس عالم طبیعت میں عدالت سے مراد یہی وسیع تر معنی ہے اگر ایک ہیل مچھلی" کہ جسکا وزن تقریباً ایک ٹن (۱) ہوتا ہے! کا دل ایک چڑیا" کہ جو بمشکل چند گرام کی ہوتی ہے" کے دل کے برابر ہوتا تو یہ مساوات تو کہلا سکتی تھی مگر اسے عدالت نہیں کہا جا سکتا تھا اسی طرح ایک بہت بڑے تن آور درخت کی جڑ ایک معمولی پودے کی جڑ کے برابر ہوتی تو یہ عدالت نہ ہوتی بلکہ عین ظلم ہوتا۔

ہر چیز کو اسکی صلاحیت، استعداد اور لیاقت کے مطابق اسکا حق ملنا عدالت کہلاتا ہے۔

ایک ٹن (Ton) ۲۸ من، ۱۱۲۰ سیر اور ۲۲۴۰ پونڈ (Pound) کے برابر ہوتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) خدا کی تمام صفات میں سے صرف عدالت کو اصول دین کی ایک اصل کیوں قرار دیا گیا ہے؟

۲) ''اشاعرہ'' کون ہیں؟ اور آپ انکے متعلق کیا جانتے ہیں؟

۳) ''عدل الٰہی'' کا عقیدہ انسانی معاشرے کیلئے کیا فوائد رکھتا ہے؟

۴) عدالت کے کتنے معانی ہیں؟ ہر ایک کی وضاحت کریں۔

۵) کیا عدالت کا معنی ''مساوات'' ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دوسرا سبق

پروردگار کے عدل پر دلائل

۱: حسن وقبح عقلی:

اس اہم مسئلہ کو جاننے سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ: ہماری عقل مختلف اشیاء کی اچھائی اور برائی کو ایک قابل توجہ حد تک جاننے اور درک کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے (یہ وہی چیز ہے جسے دانشمند لوگ ''حسن وقبح عقلی'' کے عنوان کے تحت ذکر کرتے ہیں) مثلاً ہم جانتے ہیں کہ عدل وانصاف اور احسان کرنا اچھی چیزوں میں سے ہے جبکہ ظلم اور کنجوسی کرنا برائی میں سے شمار ہوتے ہیں حتی کہ دین اور مذہب کے مذکورہ بالا امور سے متعلق کوئی حکم دینے سے پہلے ہی ہمارے لیے یہ چیزیں روشن تھیں، ان بدیہی چیزوں کے علاوہ وہ باتیں کہ جنکے درک کیلئے ہماری عقل کافی نہیں ہے ضروری ہے کہ ہم الٰہی پیغمبروں ورہنماؤں کی طرف رجوع کریں۔

اسی لیے مسلمانوں کے اشاعرہ نامی گروہ کا ''حسن وقبح عقلی'' کا منکر ہونا اور تمام خوبیوں یا برائیوں کی شناخت کیلئے یہاں تک کہ عدل وظلم کے حوالے سے بھی فقط مذہب کو مرکز ومحور قرار دینا ایک بہت بڑی خطا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اگر ہماری عقل "خوبی" اور "بدی" کے ادراک پر بھی قادر نہ ہو تو ہمیں کیسے علم ہوگا کہ خداوند عالم کسی جھوٹے شخص کو معجزہ دکھانے کی صلاحیت نہیں دیتا؟

لیکن اگر ہمیں معلوم ہو کہ دروغ گوئی ایک بری اور قابل نفرت چیز ہے اور خدا سے اسکا صادر ہونا محال ہے تو پھر واضح ہو جائے گا کہ خدا کے تمام وعدے سچے اور حق ہیں اور وہ کبھی بھی جھوٹے کی حمایت یا کاذب کو معجزہ دکھانے کی قدرت نہیں دے سکتا، اس حکم عقلی کے بعد ہم شریعت و مذہب کے احکام پر پورے اعتماد سے عمل کر سکتے ہیں۔

نتیجہ: حسن اور قبح کے عقلی ہونے کا عقیدہ دین اور مذہب کی بنیاد ہے (زیادہ دقت فرمائیں)

اب ہم عدالتِ خدا سے متعلق ادلہ پر بحث شروع کرتے ہیں لھذا درج ذیل امور پیش نظر رہیں:

۲: سرچشمۂ ظلم کیا ہے؟

درج ذیل امور ظلم کے آغاز کا موجب بنتے ہیں:

۱) جھل: بعض اوقات ظالم آدمی کو واقعاً معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ وہ نہیں جانتا کہ کسی کے حق کو پامال کر رہا ہے، وہ اپنے اس فعل سے بے خبر ہے پس جہالت کیوجہ سے انسان ظالم بن سکتا ہے۔

۲) احتیاج: کبھی دوسروں کے پاس موجود چیزوں کی ضرورت اسے اس شیطانی کام پر ابھارتی ہے حالانکہ اگر اسے ضرورت نہ ہوتی تو وہ ان مواقع پر ظلم کا ارتکاب نہ کرتا۔

۳) عجز و ناتوانی: کبھی انسان چاہتا ہے کہ وہ دوسرے کے حق کو ادا کر دے مگر وہ اس حق کو ادا کرنے کی قدرت و طاقت نہیں رکھتا جسکے نتیجہ میں وہ دل سے نہ چاہتے ہوئے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بھی ظلم کا ارتکاب کرتا ہے۔

۴: تکبر، کینہ و بغض کا اظہار اور انتقام کی خواہش: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا تینوں عوامل موجود نہیں ہوتے مگر تکبر اور خود خواہی اس بات کا باعث بنتے ہیں کہ انسان دوسروں کے حقوق کو پامال کرتا ہے، اسکی انتقام پسند اور حاسدانہ طبیعت" اسے ظلم و ستم پر آمادہ کرتی ہے اور اسکی روح میں مخفی "انحصار طلبی" کی خواہش اسے جور و جفا اور ناانصافی کی طرف مائل کرتی ہے..... وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہ تمام بری صفات، کمزوریاں اور نواقص خداوند متعال کی ذات مقدس میں امکان پذیر نہیں ہیں وہ ہر چیز کا عالم، ہر شیء سے بے نیاز، قادر مطلق اور ہر ایک پر مہربان ہے لھذا کبھی بھی ظلم کا ارتکاب اس سے ممکن ہی نہیں ہے، وہ ایک ایسا وجود ہے کہ جسکی کوئی انتہا نہیں ہے۔

ایک ایسا کمال ہے جسکی کوئی حد نہیں ہے، ایسے باکمال و پرعظمت وجود سے صرف اور صرف خیر و عدل اور رافت و رحمت کا صدور ہی ممکن ہے۔

وہ اگر بدکاروں کو سزا دیتا ہے تو حقیقتاً یہ انکے ہاتھوں سے کیے گئے برے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے، جیسے اگر کوئی شخص منشیات اور شراب کے استعمال کرنے کے نتیجہ میں مختلف خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہو جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"ھل تجزون الا ما کنتم تعملون"

(سورہ نمل آیت ۹۰)

کیا جو کام تم انجام دیتے ہو اس کے علاوہ بھی تمھیں جزا ملے گی؟

۳: قرآن اور پروردگار کی عدالت کا مسئلہ: قرآن مجید کی آیات میں اس مسئلہ کو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بہت تاکید کیساتھ ذکر کیا گیا ہے ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"ان اللہ لا یظلم الناس شیئاً و لکن الناس انفسھم یظلمون" (سورہ یونس آیت ۴۴)

اللہ انسانوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا لیکن انسان ہی ہیں جو اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

سورہ نسا میں ارشاد ہوا:

"ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ ....." (نسا آیت ۴۰)

یقیناً خداوند ایک چھوٹے ذرے کے برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

قرآن مجید میں حساب و کتاب اور جزا و سزا کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے خداوند متعال فرماتا ہے:

"و نضع الموازین القسط لیوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیئا....." (انبیاء آیت ۴۷)

قیامت کے دن ہم عدل کے ترازو نصب کریں گے لھذا کسی بھی شخص پر ذرا سی بھی زیادتی نہیں ہوگی۔

(اس آیہ مجیدہ میں "میزان" سے مراد "نیک و بد کو جدا کرنے کا پیمانہ" ہے نہ وہ ترازو کہ جو اس جہان میں ہمارے ہاں رائج ہیں)۔

۴) عدل و انصاف کی طرف دعوت: ہم کہہ چکے ہیں کہ انسان کی صفات خدائی صفات کا پرتو اور عکس ہونی چاہیئں اور انسانی معاشرہ میں صفات الٰہی کی شعاعیں پھیلی ہوں، اسی لیے جسطرح قرآن عدالتِ الٰہی کو بنیاد قرار دیتا ہے، اسی طرح انسانی معاشرہ میں اجتماعی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور ہر ہر فرد میں فردی عدالت کو بھی اہمیت دیتا ہے، قرآن مجید بار بار ظلم کو معاشروں کی تباہی و بربادی کی بنیاد قرار دیتا ہے اور ظالموں کے انجام کو بدترین انجام قرار دیتا ہے۔

قرآن مجید بارہا جب بھی گذشتہ اقوام کا تذکرہ کرتا ہے تو اس بات کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ "دیکھو گذشتہ اقوام اپنے ظلم اور فساد کی وجہ سے کس طرح عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئیں اور صفحۂ ہستی سے انکا نام ونشان مٹ گیا لھذا اپنے آپ کو ظلم وستم سے دور رکھو وگرنہ تم بھی انکی طرح عذاب میں گرفتار ہو سکتے ہو۔

قرآن مجید صراحت اور واضح انداز سے عدالت کو ایک اساسی بنیاد قرار دیتے ہوئے کہتا ہے:

"ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی"

(سورہ نحل آیت ۹۰)

یقیناً خدا عدل واحسان اور قرابت داروں سے نیک سلوک کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں، نافرمانیوں اور ظلم وتجاوز سے منع کرتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جیسے ظلم کرنا ایک برا اور قبیح کام ہے اسی طرح قرآن اور اسلام کی نظر میں ظلم کو قبول کرنا اور اسے برداشت کرنا بھی غلط کام ہے چنانچہ ارشاد ہوا:

"لا تظلمون ولا تظلمون" (سورہ بقرہ آیت ۲۷۹)

نہ خود ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

اصولی طور پر ظالم وستمگر کے سامنے خاموشی ظلم وستم میں اضافے اور ظالم کی اعانت کا موجب بنتی ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) کیا ہماری عقل مستقل طور پر بغیر کسی شرعی حکم کے نیکی اور برائی کا ادراک رکھتی ہے؟

۲) ظلم کا سرچشمہ کونسے امور ہیں؟ نیز خدا کے عادل ہونے پر دلیل عقلی ذکر کریں؟

۳) قرآن مجید خداوند عالم کے عادل ہونے اور ظالم نہ ہونے کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

۴) عدل اور ظلم کے مقابل انسان کا کیا وظیفہ ہے؟

۵) کیا ظلم کو برداشت کرنا اور ستم پر خاموش رہنا بھی گناہ ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تیسرا سبق

آفات وتکالیف کا فلسفہ

زمانۂ قدیم سے آج تک بعض ناسمجھ اور کم فہم لوگ عدالت خدا پر بہت سے اعتراض کررہے ہیں اور بہت سے ایسے مسائل کو مورد بحث قرار دیتے ہیں جو انکے خیال وعقیدہ کے مطابق عدالت خدا سے متصادم ہیں حتی کہ بعض اوقات وہ خدا کی عدالت کی نفی کیلئے ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جو وجود خدا کے انکار پر ختم ہوتے ہیں!

ان میں سے چند دلائل درج ذیل ہیں:

بڑے بڑے حوادث مثلاً طوفان، زلزلے اور دیگر آفات سماوی ومصائب کہ نا صرف انسانوں بلکہ نباتات جمادات اور دیگر موجودات کو بھی تباہ و برباد کردیتی ہیں اسی طرح افراد کے درمیان فرق اور تفاوت (کوئی امیر ہے کوئی غریب، کوئی کامل الجسم ہے تو کوئی ناقص وغیرہ)۔

اگر بحث میں ہمارے مقابل مادی لوگ ہوں تو پھر ''فلسفۂ آفات'' کی بحث کو'' خدا شناسی'' کی بحث کے ضمن میں ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی اسی بحث کو''عدل پروردگار'' کی بحث

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے ضمن میں ذکر کیا جاتا ہے ہم اس بحث کو یہاں پر ذکر کر رہے ہیں۔

اس بات کو جاننے کیلئے کہ یہ باطل گمان کس حد تک مضحکہ خیز اور خلاف عقل ہے آئندہ چند اسباق میں اسکا تفصیل کیساتھ جائزہ لیں گے۔

۱: محدود معلومات اور اردگرد کے حالات کے زیر اثر فیصلے:

عام طور پر ہم سب جب کوئی فیصلہ کرنے لگتے ہیں تو ان اشیاء پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں جو ہمارے ساتھ مربوط ہوتی ہیں مثال کے طور پر جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں چیز دور ہے یا نزدیک ہے تو اس سے مراد عموماً یہ ہوتی ہے کہ ہم سے دور یا ہم سے نزدیک۔

یا فلاں شخص طاقتور یا کمزور ہے یعنی ہماری نسبت سے جسمانی یا روحی طور پر قوی ہے یا ضعیف ہے، اسی طرح وہ مسائل جنکا تعلق خیر و شر یا آفات و مصائب سے ہے انکے متعلق بھی اکثر لوگ اپنی نسبت سے ہی حکم لگاتے ہیں، مثال کے طور پر اگر باران رحمت کا نزول ہو تو ہمیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ مجموعی طور پر اس بارش سے کیا اثرات پیدا ہوئے ہیں بلکہ ہم صرف اپنی زندگی، گھر، کھیت کھلیان یا زیادہ سے زیادہ اپنے شہر اور علاقے کو دیکھ کر اپنا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں، اگر بارش کے اثرات اچھے اور پر ثمر ہوں تو اسے نعمت الٰہی قرار دیتے ہیں لیکن اگر اسکے اثرات مثبت نہ ہوں تو اسے مصیبت و آفت قرار دیتے ہیں اسی طرح اگر کسی پرانی فرسودہ عمارت کو تعمیر نو کی غرض سے گرا دیا جائے اور اسکی گرد و غبار ہم تک پہنچ جائے تو ہم اسے مصیبت اور باعث پریشانی قرار دیتے ہیں اگرچہ اس عمارت کو گرا کر وہاں ایک ہسپتال ہی کیوں نہ تعمیر کیا جا رہا ہو اور یہ کام بہت سے افراد کے مفاد میں ہو۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ظاہری طور پر جب ہم سانپ کے زہر کو انتہای مضر قرار دیتے ہیں تو اس بات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کہ یہی زہر نا صرف سانپ کا انتہائی موثر دفاعی ذریعہ ہے بلکہ اس زہر سے ایسی حیات بخش ادویات تیار کی جاتی ہیں کہ جن سے ہزاروں انسانوں کی جان بچائی جاتی ہے۔

لھذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنے آپ کو اشتباہات ونقصانات سے بچائیں تو ضروری ہے کہ اپنی محدود معلومات پر بھروسہ نہ کریں اور کوئی بھی فیصلہ کرنے کیلئے اپنے اردگرد پائی جانے والی اشیاء پر تکیہ نہ کریں بلکہ تمام جوانب کو مدنظر رکھتے ہوئے کامل معلومات کے بعد ہی کوئی حکم صادر کریں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اس جہان کے حوادث زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں وہ طوفان جو آج ہمارے شہروں کو گھیرے ہوئے ہیں اور مسلسل آنے والی سیلابی بارشیں یہ سب اسی لمبی زنجیر کی کڑیاں ہیں اسی طرح وہ حوادث جو ہو چکے ہیں یا ہونے والے ہیں انکا بھی اسی زنجیر سے تعلق ہے۔

پس ایک معمولی اور چھوٹی سی چیز کو دیکھ کر تمام چیزوں کے متعلق ایک کلی حکم لگانا اور یہ کہنا کہ ہر جگہ قطعاً ایسا ہی ہوگا یہ عقل ومنطق کے خلاف ہے۔

اس کائنات کی کسی خلقت کو صد در صد برائی اور شر قرار دینا قطعی طور پر نا قابل قبول ہے البتہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک چیز ایک لحاظ سے اچھی اور ایک لحاظ سے بری ہو اور اس کی اچھائی اسکی برائی اور نقصان پر غالب ہو مثلاً ممکن ہے کہ آپریشن کچھ جہات سے انتہائی تکلیف دہ ہو لیکن چونکہ اسکے فوائد بہت زیادہ ہیں تو اسے بلاشبہہ باعث خیر وسلامتی قرار دیا جاتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مزید وضاحت کیلئے ہم زلزلے کی مثال میں دقت کرتے ہیں کہ: یہ درست ہے کہ بعض اوقات زلزلہ کچھ علاقے کو برباد کردتا ہے لیکن اگر ہم اس زنجیر کی کڑیوں کو آپس میں ملائیں تو یہ بھی عین ممکن ہے کہ ہمیں اپنا یہ فیصلہ تبدیل کرنا پڑے۔

کیا زلزلے کا تعلق صرف اس حرارت اور ان بخارات سے ہے جو زمین کے اندر ہوتے ہیں؟ یا اسکا تعلق چاند کی اس قوت جاذبہ کیساتھ ہے جو خشک و جامد زمین کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور بعض اوقات اسے جگہ جگہ سے پھاڑ دیتی ہے؟ یا اسکا تعلق دونوں کیساتھ ہے؟ ماہرین ارضیات Geologist نے یہاں مختلف نظریات پیش کیے ہیں۔

وجہ جو بھی ہو وہ مثبت فوائد کا حامل ضرور ہے یعنی گر ہم اس بات کو تسلیم کرلیں کہ زمین کی حرارت ہی زلزے کا موجب ہے تو اس حرارت کے فوائد بھی بہت ہیں مثلاً یہی حرارت باعث بنتی ہے کہ زمین میں تیل اور پٹرول" جو کہ موجودہ دور میں انرجی کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ ہے" کے ذخیرے وجود میں آتے ہیں اور اسی حرارت کی برکت سے زمین میں کوئلہ پیدا ہوتا ہے لھذا اس اعتبار سے زمین کی حرارت کثیر فوائد کی حامل ہے۔

اسی طرح مدوجذر جو کہ چاند کی قوت جاذبہ کا نتیجہ ہے نا صرف سمندر کے پانی کو ایک نئی زندگی عطا کرتا ہے بلکہ اس میں موجود آبی حیات اور سمندروں کے خشک ساحل بھی بہت سے فائدے اٹھاتے ہیں کہ وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں پھر اس میں میٹھا پانی گرتا ہے اس اعتبار سے یہ محض خیر ہے اب ہمیں یہ بات بالآخر معلوم ہوجانی چاہیے کہ محدود معلومات اور مخصوص ماحول کے مطابق کیے گئے ہمارے فیصلے اور خیالات ان اہم حقائق کو کس طرح سے مخفی کردیتے ہیں اور ہم کیوں نظام کائنات میں ظاہری طور پر صرف منفی پہلوؤں سے متعلق ہی فیصلے کرتے رہتے ہیں؟ لھذا ہم جتنا ان امور کے باہمی ارتباط اور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان حوادث کے آپس میں قریبی تعلق پر غور کریں گے تو انکے فوائد وثمرات سے اتنے ہی آگاہ ہوتے چلے جائیں گے۔

قرآن مجید ہمیں کہہ رہا ہے:

"وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" (اسراء آیت ۸۵)

اور تمھیں تو بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔

ان تھوڑی سی معلومات کیساتھ ہمیں اتنے عجولانہ فیصلے نہیں کرنے چاہییں۔

۲: مغموم اور خبردار کرنے والے حوادث

تقریباً ہم سب ایسے بہت سے افراد کو جانتے ہیں جو نعمتوں کی فراوانی کے باعث تکبر اور خود بینی کا شکار ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے وہ بہت سے اہم مسائل اور اپنی ذمہ داریوں کو فراموش کر دیتے ہیں اور یہ بات بھی ہمارے مشاہدے میں ہے کہ جب ہم پرسکون اور آرام دہ زندگی کی آسائشوں سے بہرہ مند ہو رہے ہوتے ہیں تو ایک حد تک بے پرواہ اور خواب غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں اور اگر یہ حالت برقرار رہے تو انسان کو بدقسمتی اور مشکلات گھیر لیتی ہیں۔

بلاشک وشبہ کچھ زندگی کے حوادث انسان کے تکبر کو ختم کرنے اور اسے خواب غفلت سے بیدار کرنے کیلئے ہوتے ہیں۔

آپ نے یقیناً سنا ہوگا کہ تجربہ کار ڈرائیور، بالکل صاف ستھرے، پیچ وخم سے پاک اور نشیب وفراز سے خالی راستوں کی شکایت کرتے ہیں اور ان سڑکوں کو خطرناک قرار دیتے ہیں، کیونکہ یکساں طور پر ہموار اور سیدھے راستے باعث بنتے ہیں کہ دوران سفر ڈرائیور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ست پڑ جائے اور اس پر نیند کا غلبہ ہو جائے جسکے نتیجہ میں زبردست حادثہ پیش آ سکتا ہے، ان عوامل کے پیش نظر بعض ممالک میں اس قسم کی سڑکوں پر مصنوعی رکاوٹیں اور نشیب و فراز بنائے جاتے ہیں تا کہ ان خطرات کا تدارک کیا جا سکے۔

انسان کی شاہراہ زندگی بھی اسی طرح ہے، اگر انسان کی زندگی حوادث و مشکلات اور نشیب و فراز سے پاک ہو تو وہ خدا و رسول اور اپنے وظائف اور ذمہ داریوں سے یقیناً غافل ہو جائے گا۔

ہماری اس گفتگو کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ انسان خود ہی اپنے لیے مشکلات و حوادث تشکیل دے کیونکہ ایسی چیزیں ہمیشہ سے انسان کی زندگی میں ہیں بلکہ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کی زندگی میں پیش آنے والے بہت سے حوادث کا فلسفہ یہ ہے کہ وہ غفلت اور غرور کا شکار نہ ہو جو کہ خوش قسمتی اور سعادت کے ازلی دشمن ہیں اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ تمام حوادث اور مشکلات کا فلسفہ یہ ہرگز نہیں ہے کہ جو ہم نے بیان کیا بلکہ بعض حوادث اور مشکلات اس قسم کا فلسفہ رکھتے ہیں جبکہ دیگر حوادث اور مشکلات کے متعلق ہم آئندہ اسباق میں گفتگو کریں گے انشاء اللہ۔

عظیم آسمانی کتاب قرآن مجید بھی اس فلسفہ حوادث کی طرف اشارہ کرتی ہے ارشاد خداوند ہے:

"فاخذناھم بالباساء و الضراء لعلھم یتضرعون"

(سورہ انعام آیت ۴۳)

ہم نے انہیں دردناک حادثات اور رنج میں مبتلا کیا تا کہ وہ درگاہ خداوندی کی طرف آئیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے:

۱) کن لوگوں نے آفات وتکالیف کے مسئلہ کو اعتقادی مباحث میں موردِ بحث قرار دیا ہے؟

۲) آفات وتکالیف کے نمونے اور مثالیں شمار کریں۔ کیا آپکو اپنی زندگی میں ان مثالوں میں سے کسی کا سامنا کرنا پڑا ہے؟

۳) اردگرد کے حالات کے زیرِ اثر فیصلے سے کیا مراد ہے؟ نیز تمام اطراف کا لحاظ "شرِ مطلق" اور "نسبۃً باعثِ خیر" کی وضاحت کریں؟

۴) آیا طوفان اور زلزلے ہمیشہ باعثِ ضرر ونقصان ہوتے ہیں؟

۵) زندگی کے ناخوش گوار واقعات انسان کیلئے کونسے ممکنہ مثبت اثرات کے حامل ہوتے ہیں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چوتھا سبق

زندگی کے ناخوشگوار حادثات کا فلسفہ

ہم گذشتہ سبق میں کہہ چکے ہیں کہ بعض ظاہر بین اور نکتہ چین افراد انسانی زندگی میں پیش آنے والے ناگوار حادثات، تباہ کن آفات، مشکلات اور ناکامیوں کو پروردگار عالم کی عدالت کے انکار یا پھر بعض اوقات خود ذات خدا کے وجود مقدس کے انکار کیلئے بطور دلیل پیش کرتے ہیں:

گذشتہ بحث میں ان حوادث میں سے بعض کا جائزہ لیتے ہوئے دو موضوعات کے زیر عنوان ہم نے انکا فلسفہ پیش کیا تھا اس بحث کو اب آگے بڑھاتے ہیں۔

۳) انسان مشکلات کی آغوش میں پرورش پاتا ہے۔

قطعاً مشکلات پیدا نہیں کرنی چاہیئے، لیکن اس کے باوجود اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے سخت اور ناگوار حادثات ہمارے ارادے کو قوی اور ہماری توانائی میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

بالکل اسی طرح جیسے لوہا بھٹی میں پگھلنے کے بعد مضبوط ہو جاتا ہے اسی طرح انسان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بھی حادثات کا سامنے کرنے کے بعد مضبوط اور قوی ارادے کا مالک بن جاتا ہے۔

جنگ ایک بری چیز ہے، لیکن بعض اوقات ایک طویل اور گھمسان کی جنگ کسی ملت کی صلاحیتوں میں اضافے کا باعث بنتی ہے ان کے تفرقہ کو وحدت میں تبدیل کرتی ہے اور ان کی پسماندگی کا بڑی تیزی کے ساتھ خاتمہ کرتی ہے، ایک معروف مغربی مورخ کہتا ہے کہ تاریخی طور پر دنیا کے کسی بھی نقطہ میں اگر کوئی روشن تمدن پایا جاتا ہے تو درحقیقت اس ملت اور ملک پر کوئی نہ کوئی بہت بڑی استعماری طاقت حملہ آور ہوتی ہے کہ جس کے نتیجہ میں وہ مملکت اور اس کے سوئے ہوئے افراد بیدار ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو ہر قسم کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کیلئے آمادہ اور تیار کر لیتے ہیں!

البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ زندگی کے تلخ حوادث کے مقابلہ میں تمام افراد اور ہر ملت کا عکس العمل ایک جیسا ہو بہت سے گروہ صرف اس لیے مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو کمزور اور ناتواں سمجھنے لگتے ہیں۔

لیکن وہ افراد جن کیلئے حالات سازگار ہوتے ہیں وہ اس قسم کے حوادث کا مقابلہ کرنے کیلئے حرکت میں آجاتے ہیں اور انتہائی جوش و خروش کے ساتھ ان مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی کمزوری اور کم ہمتی کی تیزی کے ساتھ اصلاح کر لیتے ہیں۔

پس کیونکہ لوگ اس قسم کے حوادث اور مشکلات کی گہرائی تک نہیں پہنچ پاتے لھذا وہ ان کے منفی اور تلخ آثار کو تو درک کرتے ہیں لیکن مثبت اور موافق آثار کو نہیں دیکھ پاتے، ہم یہ دعویٰ ہرگز نہیں کر رہے کہ انسانی زندگی کے تمام تلخ حادثات اس قسم کے آثار رکھتے ہیں لیکن بہت سے حادثات مثبت آثار بھی رکھتے ہیں۔

اگر آپ دنیا کے باکمال لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تقریباً یہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تمام لوگ مشکلات اور تکالیف سے گذر کر ہی باکمال بنے ہیں جبکہ ایسے افراد کم نظر آئیں گے کہ جنہوں نے آرام و ناز میں پرورش پائی ہو اور کسی بڑے مقام تک پہنچ کر باکمال لوگوں کی صف میں شامل ہوئے ہوں۔

فوج کے سپہ سالار وہ ہوتے ہیں کہ جنہوں نے طویل اور سخت جنگوں کے میدان دیکھے ہوں، اقتصادیات کے ماہر وہ لوگ ہوتے ہیں جو اقتصادی بحرانوں کا سامنا کر چکے ہوں اور بڑے سیاستدان ان لوگوں کو سمجھا جاتا ہے کہ جو مشکل اور سخت سیاسی مسائل کا سامنا کرنے میں کامیاب ہوئے ہوں خلاصہ کلام یہ کہ: مشکلات اور تکالیف اپنی آغوش میں انسان کی پرورش کرتی ہیں۔

قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں کہ:

"فعسی ان تکرھو شیئا و یجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً" (سورہ نساء آیت ۱۹)

ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں تو پسند نہ ہو مگر اللہ اس میں بہت سی خوبیاں پیدا کردے۔

۴) مشکلات خدا کی طرف رجوع کا ذریعہ ہیں۔

گذشتہ ابحاث میں ہم نے مطالعہ کیا ہے کہ ہمارے وجود کا ہر جزء ایک مقصد اور غرض رکھتا ہے ہماری آنکھیں، کان، دل، دماغ اور اعصاب کسی نہ کسی خاص مقصد اور غرض کے تحت بنائے گئے ہیں حتی کہ ہمارے ہاتھوں کی لکیریں اور ہماری انگلیوں کے خطوط بھی ایک خاص فلسفہ رکھتے ہیں لھذا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارا تمام وجود بغیر کسی مقصد اور فلسفہ کے بنایا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

گیا ہو اس کے علاوہ گذشتہ ابحاث میں ہم یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ یہ تمام اغراض و مقاصد صرف اور صرف ایک انسان کامل بنانے کیلئے ہیں پس اس تکامل تک رسائی حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ دقیق قسم کے تعلیمی اور تربیتی پروگرام تشکیل دیے جائیں کہ جو پورے انسانی وجود کو شامل ہو یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم نے انسان کو پاک توحید پرست فطرت دینے کے ساتھ ساتھ اسکی رہنمائی کیلئے عظیم الشان پیغمبروں کو آسمانی کتابوں سمیت بھیجا ہے۔

اسی مقصد کی تکمیل کیلئے کبھی کبھی اسے اس کے گناہوں اور سرکشی کے برے نتائج سے دوچار کرتا ہے کہ وہ فرامین پروردگار کی مخالفت کی وجہ سے زندگی کی مشکلات کا سامنا کرے اور ان برے نتائج سے آشنا ہونے کے بعد اپنا رخ خدا کی طرف موڑے اس مقام پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہت سی مشکلات و تکالیف اور ناگوار حادثات درحقیقت خدا کی طرف سے رحمت اور نعمت کا باعث بنتے ہیں۔

جیسا کہ قرآن مجید بھی فرماتا ہے:

آیہ مبارکہ:

"ظهر الفساد في البرّ و البحر بما كسبت ايدى الناس ليذيقهم بعض الّذى عملوا لعلّهم يرجعون" (سورہ روم آیت ۴۱)

خود لوگوں کے اپنے اعمال کے باعث خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا تا کہ انھیں ان کے بعض اعمال کا ذائقہ چکھایا جائے شاید یہ لوگ پلٹ آئیں۔

اس تمام گفتگو کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مصائب و مشکلات اور حوادث و تکالیف کو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

محض برائی سمجھنا اور اسے آفت و آسیب قرار دیتے ہوئے عدالت الٰہی کے خلاف شمار کرنا عقل کی منطق اور دلیل سے دور ہے کیونکہ ہم اس مسئلہ میں جتنی بھی گہری فکر کریں گے اور اس کی باریکیوں میں جائیں گے تو ہمیں اس کے فلسفہ اور حکمت کے متعلق زیادہ معلومات حاصل ہوں گی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے؟

۱) ہماری خلقت کا مقصد کیا ہے اور ہم کس طریقے سے اس مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں؟

۲) انسان کس طرح مشکلات کی وجہ سے قوی اور باہمت ہوتا ہے؟

۳) کیا آپ نے ایسے افراد کو دیکھا ہے یا ان کے متعلق تاریخ میں پڑھا ہے کہ جنہوں نے مشکلات اور تکالیف کی آغوش میں پرورش پائی ہو اور کسی بلند و بالا مقام پر پہنچے ہوں؟ مکمل وضاحت کیجیے؟

۴) قرآن مجید ہمارے گناہوں کے عکس العمل کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

۵) وہ کون سے افراد ہیں جو تلخ اور ناگوار حادثات کے نتیجہ ہیں۔ مثبت رائے قائم کرتے ہیں اور وہ کون سے افراد ہیں جو منفی رائے اختیار کرتے ہیں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پانچواں درس

آفات ومشکلات کے فلسفہ کے بارے میں

جہاں تک ناگوار حادثات اور آفات کی مشکل کا تعلق ہے یہ بہت سے بحثِ توحید کا مطالعہ کرنے والوں کے لیئے قابل غور مشکل ہے لھذا ہم مجبور ہیں کہ دوبارہ ایک اور انداز سے اسکا تجزیہ کریں اور اسی آفات کی بحث کو آگے بڑھائیں:

۵) مشکلات اور نشیب وفراز زندگی کو روح عطا کرتے ہیں

شاید بعض افراد کیلئے اس مسئلے کا ادراک مشکل ہو کہ اگر خدا کی عنایات اور نعمتیں دائمی اور پے در پے ہوں تو اپنی قدر و قیمت اور اہمیت کھو دیتی ہیں۔

آج یہ ثابت ہو چکا کہ اگر ایک چیز کو ایک کمرے کے درمیان میں رکھ دیا جائے اور اس کے چاروں طرف سے اس پر طاقتور قسم کے آلات کے ذریعے روشنی ڈالی جائے اور وہ چیز اور کمرہ بھی مکمل طور پر صاف اور دائرے کی شکل میں ہوں تو اس چیز کا ہرگز مشاہدہ نہیں ہوسکتا۔

کیونکہ ہمیشہ جسم کا مشاہدہ اس وقت کیا جاسکتا ہے کہ جب روشنی کی وجہ سے اس کا سایہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پیدا ہو وگرنہ سایہ کی عدم موجودگی میں اس کا مشاہدہ ممکن نہیں ہے۔

زندگی کی نعمتوں کی قدر و قیمت بھی مشکلات کی کمی اور زیادتی کے سایوں کے بغیر قابل مشاہدہ نہیں ہے گر تمام عمر انسان امراض سے بچا رہے تو وہ صحت و سلامتی کی لذت کا احساس نہیں کر سکتا صرف ایک رات کے سخت بخار اور شدید سر درد کے بعد جب انسان صحت یاب ہو کر سلامتی کا شیرین ذائقہ چکھتا ہے کہ پھر جب بھی اسے اپنی وہ بیماری والی رات یاد آتی ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ صحت سلامتی جیسا کیا گوہر بے مثال اسکے پاس ہے۔

درحقیقت زندگی میں یکسانیت "حتی کہ معیار زندگی کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو" انسان کو تھکاوٹ کا احساس دیتے ہوئے بے روح کر دینے والی ہے۔ بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ جو افراد ایک اعلیٰ، معیاری اور ہر قسم کے رنج و مشکلات سے خالی زندگی گذارتے ہیں وہ یا تو خودکشی کر لیتے ہیں یا ہمیشہ اپنی زندگی سے شاکی رہتے ہیں، آپ کو کوئی بھی ایسا معمار نہیں ملے گا جو باذوق ہوتے ہوئے ایک بہت بڑے اور خوبصورت ہال کی دیواروں کو جیل کی دیواروں کی طرح صاف اور ایک جیسی بنا دے بلکہ وہ ہال کی دیوار کو نشیب و فراز اور پیچ و خم کے ساتھ ایک خوبصورت شکل میں تعمیر کرے گا۔

یہ دنیا اتنی خوبصورت کیوں ہے؟ پہاڑوں کے دامن میں پھیلے ہوئے جنگل اور سانپ کی مانند بل کھاتے ہوئے چھوٹے بڑے درختوں کے درمیان سے گذرتی ہوئیں، نہروں کا منظر اس قدر دلکش اور خوشنما کیوں ہے؟ اس کی سب سے بڑی دلیل یکسانیت کا نہ ہونا ہے۔

نظام شمسی اور شب و روز کی آمد و رفت کہ جس کا تذکرہ قرآن مجید کی مختلف آیات میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوا ہے انسانی زندگی سے یکسانیت کو دور کرنے کیلئے ہے کیونکہ اگر سورج آسمان کے ایک ہی گوشے میں رہے اور ہمیشہ زمین کے ایک ہی حصہ پر اپنی ضوء افشانی کرتا رہے اور اس میں کوئی بھی تبدیلی واقع نہ ہو اور نہ ہی اس خطے پر رات کا طلائی پردہ آئے تو ایسی صورت میں دیگر اشکالات کے علاوہ تمام انسان بہت کم مدت میں اکتا جائیں گے۔

لھذا ان تمام باتوں کے پیش نظر ہمیں اس بات کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ کم از کم زندگی کی مشکلات اور حوادث کے ایک حصے کا فلسفہ یہ ہے کہ وہ باقی زندگی کو نہ صرف روح عطا کرتا ہے بلکہ اسے شیریں اور قابل تحمل بھی بنا دیتا ہے، نعمتوں کی قدر و قیمت کو آشکار کرتا ہے اور انسان کیلئے یہ امکان پیدا کرتا ہے کہ وہ ان نعمتوں سے زیادہ سے زیادہ بہرہ مند ہو سکے۔

۶۔ خود ساختہ مشکلات!

ہم اس بحث کے آخری مرحلہ میں جس نکتے کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ بہت سے افراد مصائب و مشکلات اور ناگوار حادثات کا تجزیہ کرتے وقت غلطی کرتے ہیں، ظالم و ستمگر انسانوں کے ہاتھوں واقع ہونے والے ظلم اور زیادتیوں کو نظام کائنات کی بے عدالتی سمجھتے ہیں اور انسانی کاموں میں بے نظمی کو نظام کائنات کی بے نظمی کی طرف نسبت دیتے ہیں۔

مثلاً کبھی اعتراض کرتے ہیں کہ "چرا ہر چہ سنگ است برای پای لنگ است؟ (یعنی جو بھی پتھر ہے وہ لنگڑے کے پاؤں کیلئے ہے) اور کیوں زلزلہ شہروں میں کم نقصان کرتا ہے جبکہ دیہاتوں میں زیادہ لوگوں کی ہلاکت کا باعث بنتا ہے اور بہت سے لوگ بے گھر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہو جاتے ہیں آخر ایسا کیوں ہے اور یہ کونسی عدالت ہے؟ اگر مصیبت کو تقسیم کرنا مقصود ہے تو پھر کیوں برابر تقسیم نہیں ہوتی دردناک اور سخت قسم کے حوادث کا شکار ہمیشہ کمزور و ناتوان لوگ ہی کیوں ہوتے ہیں؟ متعدی بیماریوں کا شکار بھی یہی لوگ کیوں بنتے ہیں ؟

یہ لوگ اس بات سے غافل ہوتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں خدا کی خلقت اور عدالت سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں بلکہ انسانوں کے ہی ایک دوسرے پر کیے جانے والے ظلم و زیادتیوں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

اگر دیہاتی لوگ شہریوں کے ظلم اور زیادتیوں کی وجہ سے نعمتوں اور آسائشوں سے محروم اور فقر و فاقہ کا شکار نہ ہوتے تو وہ بھی اپنے لیے محکم اور مضبوط مکان بنا سکتے تھے اور زلزلے کی تباہیوں سے بچ سکتے تھے۔

جب دیہاتیوں کے گھر گارے یا پتھر اور لکڑی اور بعض اوقات گچ اور سیمنٹ کے بغیر انتہائی سادہ طریقے سے تعمیر کیے جاتے ہیں تو نتیجہ میں وہ شدید آندھی اور طوفان یا پھر زمین کی ہلکی سی لرزش کی وجہ سے گر جاتے ہیں پھر ان غرباء کی حالت کے بہتر ہونے کی امید کیسے کی جا سکتی ہے لیکن اس چیز کا خدا کے کاموں سے کیا تعلق ہے؟

ہمیں اس عیب جو شاعر کی طرح یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ ایک کو ہزاروں نعمتوں سے نوازا ہے اور دوسرے کو ذلت اور رسوائی کا نشانہ بنایا ہے ایک کو محل عطا کیا ہے اور دوسرے کو جھونپڑی!

ضروری ہے کہ اس تنقید کا رخ معاشرہ کے غیر موضوع اور غلط نظام کی طرف موڑا جائے ہمیں چاہیے کہ ہم اس کے خلاف کھڑے ہو جائیں اور اس اجتماعی بے عدالتی کو ختم کر دیں، محرومیت اور فقر و تنگدستی کا مقابلہ کریں اور محکوم اور مستضعف لوگوں کو ان کے حقوق

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دیں تا کہ اس قسم کی برائیاں پیدا ہی نہ ہوں۔

اگر تمام افراد کو ضرورت کی حد تک غذا اور صحت کی بنیادی سہولتوں سے بہرہ مند کیا جائے تو وہ متعدی بیماریوں کے مقابلہ میں زیادہ طاقت ور اور قوی ہو جائیں گے۔

لیکن جب اجتماعی نظام کی غلط وضعیت کی وجہ سے ایک حاکم بعض افراد کیلئے اتنی سہولتیں اور آسائشیں مہیا کر دے کہ ان کے کتے اور گھریلو بلیاں بھی ڈاکٹر، ہسپتال اور دواء کی سہولیات رکھتی ہوں لیکن باقی لوگ اپنے نوزاد بچوں کی پرورش کیلئے بنیادی طبعی سہولتوں سے بھی محروم ہوں تو پھر کثرت سے اس قسم کے ناگوار مناظر کا مشاہدہ کیا جاتا ہے لھذا اس مقام پر بجائے اس کے کہ ہم خدا پر اعتراض کریں ہمیں اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔

ضروری ہے کہ ظالم سے کہیں ظلم نہ کرو۔

ضروری ہے کہ مظلوم سے کہیں کہ ظلم کو برداشت نہ کرو!

اور ضروری ہے کہ ہم کوشش کریں کہ ایک تہذیب وتمدن کے تمام افراد کم از کم بنیادی صحت کی سہولتوں ہسپتال، اچھی خوراک، پرسکون گھر، مناسب تعلیم اور ماحول سے بہرہ مند ہو سکیں۔

مختصر یہ کہ ہمیں اپنے گناہوں کا بوجھ نظام خلقت کی گردن پر نہیں ڈالنا چاہیے۔

ہماری اس قسم کی زندگی خود ساختہ ہے نا کہ خدا کی عطا کردہ ہے اور خدا نے اس غیر عادلانہ نظام پر عمل کرنے کا ہمیں کب حکم دیا ہے؟ البتہ خدا نے ہمیں آزاد پیدا کیا ہے کیونکہ آزادی ہمارے تکامل اور ترقی کا راز ہے لیکن ہم خود ہی اپنی آزادی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسروں پر ظلم وستم کرتے ہیں جسکی وجہ سے معاشرہ ایک نامطلوب صورت اختیار کر جاتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ اس قسم کی غلط فہمی کا شکار بہت زیادہ لوگ ہوئے ہیں حتی کہ بعض معروف شعراء کے اشعار میں بھی اس بات کے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔

قرآن مجید ایک بہت ہی مختصر اور پر معنی جملہ میں فرماتا ہے۔

"ان اللہ لا یظلم الناس شیئا و لکن الناس انفسھم یظلمون" (سورہ یونس آیہ ۴۴)

اللہ یقیناً لوگوں پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ لوگ ہیں جو اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

اسی ترتیب کے ساتھ ہم مصائب و مشکلات کی بحث کو تمام کرتے ہیں اگر چہ اس بحث کے متعلق بہت سی باتیں کہی جاسکتی ہیں لیکن ایک مختصر اور مشکل بحث کے متعلق اتنی ہی گفتگو کافی ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) آفات ومشکلات کے فلسفہ کی بحث کو ہم نے تین درسوں میں کیوں بیان کیا ہے؟

۲) زندگی میں یکسانیت کے کون سے برے اثرات ہیں؟ اور کیا آپ نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو پرتعیش زندگی کے باوجود غمگین ہو؟

۳) اس کائنات میں نور وظلمت کے نظام کا فلسفہ کیا ہے؟

۴) آیا اس دنیا کے تمام مصائب اور مشکلات کا تعلق نظام خلقت سے ہے یا ہمارا بھی اس میں کوئی نہ کوئی کردار ہے؟

۵) کیا اجتماعی مشکلات کو ختم کرنے کیلئے ہمارے پاس کوئی صحیح راستہ ہے؟ مستضعفین کے بارے میں ہمارا شرعی وظیفہ اور ذمہ داری کیا ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چھٹا سبق

مسئلہ جبر واختیار

پروردگار عالم کی عدالت کے مسئلہ سے مربوط اور نزدیک ترین مسئلہ ''جبر واختیار'' ہے ، کیونکہ جبر کے عقیدہ کے قائل لوگوں کا یہ خیال ہے کہ انسان اپنے ہر عمل، روش اور گفتگو میں بااختیار نہیں ہے، بلکہ اس کے جسم کی تمام حرکات ایک ماشین کے پرزوں کی مانند ہیں۔ جس طرح ایک ماشین کے تمام پرزے جبری طور پر حرکات کرتے ہیں اسی طرح انسان بھی اپنی تمام حرکات میں مجبور ہے۔

اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبر واختیار کا عقیدہ عدل الٰہی کے مسئلہ سے کیا مناسبت رکھتا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ مذہب اشاعرہ کے پیروکاروں'' کہ جن کا تعارف ہم گذشتہ اسباق میں پیش کر چکے ہیں اور وہ حسن وقبح عقلی کے منکر ہوئے ہیں'' نے عقیدہ جبر کو اختیار کیا ہے اور عدالت الٰہی کا انکار کیا ہے کیونکہ جبر کا عقیدہ قبول کرنے کے بعد عدالت الٰہی کے مسئلہ کے بارے میں بحث کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

اس بحث کو مزید واضح کرنے کیلئے ہم بعض موضوعات کے متعلق دقیق بحث کرتے ہیں:

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱) عقیدہ جبر کا سرچشمہ

ہر شخص اپنے وجود کی گہرائیوں میں یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ کوئی بھی ارادہ کرنے میں آزاد ہے مثلاً وہ اپنے فلاں دوست کی مالی مدد کرے یا نہ، یا پیاس کی حالت میں اپنے سامنے رکھے ہوئے پانی کو پیئے یا نہ پیئے، یا فلاں شخص نے اس کے بارے میں زیادتی کی ہے وہ اگر چاہے تو اس کو معاف کردے یا اسے معاف نہ کرے یا ایک ایسا شخص کہ جس کے ہاتھ بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے کانپتے ہیں اور وہ شخص کہ جس کے ہاتھ ارادہ کے ساتھ حرکت میں آتے ہیں ان دونوں کے درمیان ہی وہ فرق قائم کرسکتا ہے۔

اب جبکہ انسانوں کے درمیان یہ عمومی احساس پایا جاتا ہے کہ وہ ارادہ کرنے میں آزاد ہیں تو پھر لوگوں کے ایک گروہ نے جبر کے عقیدے کو کیوں اختیار کیا ہے؟

البتہ اس مسئلہ کے متعلق مختلف دلائل پیش کیے جاتے ہیں اور ہم بھی ایک اہم دلیل کو یہاں پر پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ انسان دیکھتا ہے کہ ماحول کے لوگوں پر اثرات ہوتے ہیں اسی طرح تربیت، نصیحت، ہدایت وتبلیغ اور عمومی رسم ورواج بھی بلاشبہ انسانی فکر اور روح پر اثر انداز ہوتے ہیں اور بعض اوقات اس کی مالی واقتصادی حالت بھی اس کی بعض حرکات کا باعث بنتی ہے۔ وراثت کے عامل کا مؤثر ہونا بھی ناقابل انکار ہے۔

یہ تمام امور اس بات کا سبب بنتے ہیں کہ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ بااختیار نہیں ہے بلکہ بہت سے اندرونی وبیرونی عوامل اکٹھے ہوکر ہمیں ابھارتے ہیں کہ ہم کچھ کرنے کیلئے تیار ہوجاتے ہیں اگر یہ عوامل نہ ہوتے تو بہت سے کام ہم سے سرزد ہی نہ ہوتے، ان تمام امور کو ہم ماحول کا جبر، اقتصادی شرائط کا جبر، تعلیم وتربیت کا جبر اور وراثتی جبر، کے ناموں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے تعبیر کر سکتے ہیں ان عوامل میں سے ''مکتب جبر'' فلاسفہ کی زیادہ توجہ کا مرکز بنا ہے۔

۲) جبر کے معتقد افراد کی غلط فہمی کی اصل وجہ

یہ ہے کہ وہ غور و فکر کرتے وقت ایک بنیادی نکتہ کو فراموش کر بیٹھے ہیں اور وہ نکتہ یہ ہے کہ بحث ''مختلف اور ناقص اسباب'' میں نہیں ہے بلکہ بحث ''کامل اسباب'' میں ہے یا ایسے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی بھی شخص ''ماحول رواج'' اور ''اقتصادی عوامل'' کا انسانی افعال اور اسکی فکر میں اثر انداز ہونے کا انکار نہیں کر سکتا، اصل بحث اس میں ہے کہ ''ان تمام اسباب کے باوجود پھر بھی آخری فیصلہ ہمیں ہی کرنا ہوتا ہے۔

کیونکہ ہم واضح طور پر احساس کرتے ہیں حتی کہ ایک غلط اور طاغوتی نظام (جیسے شہنشاہی نظام) میں انحراف کے بہت سے مواقع موجود تھے مگر ہم مجبور نہیں تھے کہ منحرف ہو جائیں، اسی نظام و معاشرے میں ہمارے لیے یہ ممکن تھا کہ ہم ''رشوت'' نہ لیں، فساد اور فحاشی کے مراکز کا رخ نہ کریں اور بے قید و بند اور لا ابالی نہ ہوں۔

لھذا ان مواقع کو ''علت تامہ'' سے الگ کرنا ضروری ہے یہی دلیل ہے کہ بہت سے افراد ''غیر مہذب خاندان'' یا ''پست ماحول'' میں پرورش پاتے ہیں یا وراثت کے اعتبار سے غیر مناسب مسائل کا سامنا کرتے ہیں لیکن اسکے باوجود اپنے لئے الگ اور صحیح راہ کا انتخاب کرتے ہیں یہاں تک کہ بہت سے یہی افراد اس قسم کے ماحول اور معاشرے کے خلاف کام کرتے ہوئے اسے بدل کر رکھ دیتے ہیں، ورنہ اگر یہ ضروری ہو کہ ''تمام انسان ماحول، کلچر، اور زمانے کی ہوا کے تابع ہوتے تو دنیا میں کبھی بھی کوئی انقلاب برپا نہ ہو سکتا اور تمام افراد ماحول کی اتباع کرتے ہوئے نیا اور جدید ماحول پیدا کرنے سے قاصر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوتے۔

مذکورہ بالا تمام گفتگو سے واضح ہوتا ہے کہ تمام مذکورہ عوامل میں سے کوئی بھی عامل ''تقدیر ساز'' نہیں ہے بلکہ صرف مواقع فراہم کرتا ہے، اپنا نصیب دراصل انسان کا اپنا ارادہ اور مستحکم عزم بناتا ہے۔

اور یہ بات ایسے ہی ہے کہ ہم ایک انتہائی گرم موسم میں حکم خدا کی اطاعت کرتے ہوئے روزہ رکھنے کا عزم کریں جبکہ ہمارے وجود کے تمام ذرات پانی کی تمنا رکھتے ہوں لیکن ہم اطاعت خدا میں انکی پرواہ تک نہ کریں جبکہ دوسرا شخص ممکن ہے کہ حکم خدا کو سننے کے باوجود روزہ نہ رکھے۔

نتیجہ یہ کہ: ان تمام ''اسباب'' کے باوجود انسان کے پاس عزم وارادہ جیسی چیزیں ہیں کہ وہ انکے ذریعے اپنا مقدر خود بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۳) سچ تو یہ ہے کہ ''جبر واختیار کا مسئلہ'' روز اول سے آج تک کثرت سے غلط فائدہ اٹھانے کا باعث بنتا رہا ہے۔ اطراف کے اور قسم کے اسباب کا سلسلہ ''جبر'' اور انسان کے ارادہ کی آزادی کی ''نفی'' کے عقیدہ کی تقویت کیلئے موثر کردار ادا کرتا رہا ہے ان میں سے کچھ یہ ہیں:

الف: سیاسی اسباب

بہت سے جابر و ستمگر حکام، ضروریات سے محروم اور مظلوم لوگوں کے دلوں سے انقلاب کے شعلہ کو محو کرنے اور اپنی ناپسندیدہ اور قابل نفرت حکومت کو دوام بخشنے کیلئے ہمیشہ اس فکر کو اجاگر کرنے کی کوشش میں مصروف رہے ہیں کہ ہم بے اختیار ہیں، ہماری تقدیر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہماری قسمت کا تاریخی جبر ہمارے حال کا فیصلہ کرنے والا ہے اگر کوئی امیر ہے یا کوئی غربت کی چکی میں پس رہا ہے تو یہ قضاوقدر کے حکم یا تاریخ کے جبر کی وجہ سے ہے!

واضح ہے کہ اس قسم کا طرز فکر کس حد تک انقلابی افکار کو بے حس کرسکتا ہے؟ اور انکی آمرانہ سیاست میں انکی مدد کرسکتا ہے؟ حالانکہ عقلی و شرعی طور پر ہماری ''تقدیر'' خود ہمارے ہاتھوں میں ہے اور وہ قضاوقدر جسکا معنی ''جبر'' کیا جاتا ہے اسکا بالکل وجود نہیں ہے الٰہی قضاء و قدر ہماری حرکات خواہشات، ارادہ، ایمان، جستجو اور کوشش کے عین مطابق ہے۔

ب: نفسیاتی اسباب

اکثر سست، بے کار اور نکمے لوگ اپنی زندگی میں ناکام و نامراد رہتے ہیں، اور ہرگز اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ انکی سستی اور خطائیں انکی ناکامی و شکست کا باعث بنی ہیں، لھذا اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دیتے ہوئے ''مکتب جبر'' کے دامن کو پکڑ لیتے ہیں اور اپنی قسمت کو اپنی ناکامیوں کی وجہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں: ''ہم کیا کریں ہماری قسمت تو روز اول سے ہی سیاہی کیساتھ لکھی گئی ہے اور اسے زمزم یا حوض کوثر کے پانی سے بھی سفیدی میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا ہم بااستعداد بھی ہیں اور ہم نے کوشش بھی کی ہے مگر افسوس کہ ہماری قسمت نے ہمارا ساتھ نہیں دیا!

اجتماعی اسباب

بعض افراد چاہتے ہیں کہ وہ آزادی کیساتھ ہوا و ہوس کی راہوں پر چلیں اور ہر وہ گناہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جوانکی حیوانی خواہشات کے مطابق ہواسکا ارتکاب کریں اسکے باوجود وہ اپنے آپ کو قانع رکھتے ہیں کہ وہ گناہ گار نہیں ہیں اور معاشرے میں بھی اس قسم کا تاثر قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ بے گناہ ہیں۔

لھذا وہ ''عقیدہ جبر'' کی پناہ تلاش کرتے ہیں اور اپنی ہوس بازی کی توجیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تمام کام ہم سے اس وجہ سے صادر ہوئے ہیں کہ ہم اپنے کاموں میں با اختیار نہیں ہیں!

لیکن ہم بخوبی جانتے ہیں کہ انکا یہ عقیدہ جھوٹ کے علاوہ کچھ نہیں ہے حتی کہ اس قسم کی باتیں کرنے والے لوگ خود بھی جانتے ہیں کہ انکی تمام باتیں اور یہ عذر بے بنیاد ہیں لیکن ''عارضی لذت'' اور جلد ختم ہونے والے منافع انکی عقل پر پردہ ڈال دیتے ہیں اور انکو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ اس حقیقت کا برسر عام اقرار کرسکیں۔

پس ضروری ہے کہ معاشرے کو اس جبری طرز تفکر، اور قسمت و تقدیر کو جبر کا نتیجہ قرار دینے کے عقیدے سے پاک کرنے کیلئے زبردست کوشش کی جائے کیونکہ (درحقیقت) اس قسم کا عقیدہ ''سامراجی قوتوں کا بہت بڑا معاون، جھوٹی شکستوں کیلئے مختلف بہانوں کا وسیلہ اور معاشرے کی آلودگی بڑھانے کا بہت بڑا سبب ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) ''جبر'' اور ''اختیار'' کے نظریہ کا فرق بیان کریں؟

۲) جبر کا عقیدہ رکھنے والے افراد کس دلیل پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں؟

۳) ماحول، کلچر اور وراثت کے اثرات کا جواب کیا ہے؟

۴) سیاسی، نفسیاتی اور اجتماعی عوامل جو کہ عقیدہ جبر کے مطابق انسان کو درپیش ہیں۔ انکی وضاحت کریں؟

۵) ان عوامل کا مقابلہ کرنے کیلئے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساتواں سبق

ارادہ اور اختیار کی آزادی پر واضح ترین دلیل

۱۔ انسان کا ضمیر (عقیدہ) جبر کی نفی کرتا ہے۔

اگر چہ فلاسفہ اور ماہرین علم کلام نے انسان کے ارادہ میں آزاد ہونے کے مسئلہ میں بہت سے مختلف دلائل پیش کیے ہیں مگر ہم اختصار کے پیش نظر ان دلائل میں سے صرف ایک واضح ترین دلیل ''انسان کا عمومی ضمیر (وہ باطنی قوت جو اچھائی اور برائی میں بخوبی تمیز کرتی ہے) کو پیش کرتے ہیں۔

ہم ہر چیز کا انکار کر سکتے ہیں مگر اس بات کا انکار نہیں کر سکتے کہ ہر معاشرے میں (چاہے وہ خدا پرستوں کا معاشرہ ہو یا مادہ پرستوں کا، مشرقی ہو یا مغربی، قدیم ہو یا جدید، ثروتمند ہو یا غریب، ترقی یافتہ ہو یا غیر ترقی یافتہ اور ہر قسم کی تہذیب وتمدن کے افراد اس بات پر متفق ہیں) ایک ایسے ''قانون'' کا ہونا ضروری ہے کہ جو معاشرے پر حاکم ہو اور لوگ اس قانون کی پیروی میں اپنی ذمہ داری کا احساس کریں اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والے افراد کو سزا دی جا سکے۔

مختصر یہ کہ قانون کی حاکمیت، لوگوں کی طرف سے قانون کا احترام، اور خلاف ورزی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کرنے والوں کو اسکی سزا، جیسے مسائل پر تمام جہان کے عقلاء متفق ہیں البتہ صرف وحشی اور تہذیب سے دور اقوام ان تینوں باتوں کو قبول نہیں کرتیں۔

یہ دلیل کہ جسے ہم نے ''تمام دنیا کے افراد کا عمومی ضمیر'' کے نام سے تعبیر کیا ہے انسان کے اپنے ارادہ میں آزاد ہونے پر سب سے واضح دلیل ہے۔

یہ کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ انسان اپنے ارادے اور اعمال میں تو کسی بھی قسم کا اختیار نہیں رکھتا لیکن قوانین کا احترام اسکے لئے ضروری ہے، اور قوانین کی خلاف ورزی پر اس سے جواب طلبی بھی ضروری ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اور ایسا کیوں نہیں کیا؟

اور خلاف ورزی ثابت ہونے پر کبھی اسکو جیل کی سزا اور کبھی پھانسی کی سزا کا سامنا بھی کرنا پڑے۔

اسکی مثال ایسے ہی ہے جیسے پہاڑوں سے پھسل کر پتھر سڑک پر آجائے اور سفر کرنے والوں کی ہلاکت کا باعث بن جائے اور ہم اس پتھر کو عدالت میں لاکر اسکے خلاف مقدمہ قائم کردیں۔

یہ درست ہے کہ ظاہری طور پر ایک انسان اور پتھر کے ٹکڑے کے درمیان فرق ہے لیکن اگر ہم کہیں کہ انسان اپنے ارادہ میں آزاد نہیں ہے تو پھر یہ فرق بالکل ختم ہوجاتا ہے جسکے نتیجہ میں انسان اور پتھر جبری عوامل کے تابع ہوجاتے ہیں پتھر قانون جاذبہ کے تحت سڑک کے وسط میں آگرتا ہے، اور انسان جبری عوامل کی وجہ سے جنایت کار، قاتل اور قانون کا مخالف بن جاتا ہے۔

عقیدہ جبر کے قائل ہونے کی صورت میں ان کے درمیان کسی بھی قسم کا فرق نہیں ہے اور چونکہ کسی نے بھی اپنے ارادے سے فعل انجام نہیں دیا لھذا ایک کو عدالت کے کٹہرے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں کھڑا کرنا اور دوسرے کو چھوڑ دینا کیسے جائز ہوگا؟!

ہم دوراہے پر کھڑے ہیں: یا تو تمام افراد کے عمومی وجدان کو غلط اور خطاء قرار دیں اور تمام قوانین، عدالتوں، مجرمین کو دی جانے والی سزاؤں کو عبث اور بیہودہ بلکہ ظالمانہ کام قرار دیں یا پھر "عقیدہ جبر" کا انکار کریں۔

بلاشبہ دوسری بات کو ترجیح حاصل ہے۔

قابل ذکر بات تو یہ ہے کہ جبر کا عقیدہ رکھنے والے افراد و مفکرین جب عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو عملی طور پر وہ "ارادہ کی آزادی" کے عقیدہ پر عمل پیراہ ہوتے ہیں!

کیونکہ اگر کوئی شخص انکے حقوق کو پامال کرتا ہے یا انکو تکلیف پہنچاتا ہے تو اسکو سزا کا مستحق تصور کرتے ہیں اور اسکی شکایت عدالت میں جا کر کرتے ہیں اور جب تک اسکو کوئی سزا نہ دی جائے آرام وچین سے نہیں بیٹھتے پس اگر انسان اپنے ارادہ میں آزاد نہیں ہے تو پھر یہ شور وغوغا اور داد وفریاد کیوں کرتے ہیں؟!

بہر حال عقلائی جہان کا عمومی ضمیر اس بات پر زندہ دلیل ہے کہ اس حقیقت (آزادی ارادہ) کا اقرار تمام انسان اپنے دل کی گہرائیوں سے کرتے ہیں اور ہمیشہ اسی کے طرفدار ہوتے ہیں اور زندگی کا ایک دن بھی اس عقیدہ کے بغیر نہیں گزار سکتے اور نہ اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی کی گاڑی اسکے بغیر چلا سکتے ہیں۔

عظیم فلسفی اور علم کلام کے ماہر "خواجہ نصیر الدین طوسیؒ" اپنی کتاب تجرید الاعتقاد میں جبر واختیار کی بحث کرتے ہوئے مختصر مگر جامع الفاظ میں فرماتے ہیں: والضرورۃ قاضیۃ باستناد افعالنا الینا۔ ہماری عقل وضمیر اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہمارے تمام افعال و اعمال کی نسبت خود ہماری طرف ہو۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۲: منطق ''جبر'' کا ''مذہب'' کی منطق سے تضاد

اب تک ہماری بیان کردہ گفتگو کا تعلق اس بات سے تھا کہ مکتب جبر جہان کے عقلاء کے عمومی ضمیر'' رکھتا ہے سے تضاد چاہے ان عقلائے عالم میں مذہب کو قبول کرنے والے ہوں یا انکار کرنے والوں ہوں۔

ہم مذہبی اعتبار سے بھی ایسے قطعی اور یقینی دلائل رکھتے ہیں کہ جو ''عقیدہ جبر'' کے باطل ہونے پر دلالت کرتے ہیں، کیونکہ مذہبی فکر کے مطابق بھی ''عقیدہ جبر'' بالکل قابل قبول نہیں ہے اور عقیدہ جبر کو قبول کرنے کی صورت میں مذہبی افکار و پروگرام بھی متاثر بلکہ مخدوش ہو جاتے ہیں کیونکہ ہم خداوند عالم کی عدالت کے مسئلہ کو (کہ جسکا مفصل ذکر گذشتہ بحث میں ہو چکا ہے) ''مکتب وعقیدہ جبر'' کی موجودگی میں کیسے ثابت کریں گے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ خداوند عالم پہلے کسی کو غلط کام پر مجبور کرے اور پھر اس سے باز پرس کرے کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ یہ کسی طور پر بھی منطقی بات نہیں ہے!

لھذا عقیدہ جبر کو قبول کرنے کی صورت میں ''ثواب وعقاب''، ''جزا وسزا''، ''جنت و دوزخ'' بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اسی طرح وہ تمام مفاہیم بھی جو آیات قرآن میں نامہ اعمال، الٰہی سوال وحساب بدکاروں کی مذمت اور صالحین کی ستائش میں ذکر ہوئے ہیں غیر اہم و بے معنی ہو جاتے ہیں، کیونکہ اس عقیدے کی بنیاد پر نیکی اور بدی غیر اختیاری طور پر صادر ہوئیں ہیں۔

ان تمام حقائق کے علاوہ ہم مذہب میں سب سے پہلے انسان کی تکلیف اور ذمہ داریوں سے متعلق راہنمائی دیکھتے ہیں اور اگر انسان مجبور ہو تو پھر اس بحث اور راہنمائی کا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آیا کوئی مطلب ہے؟!

کیا کسی "رعشہ کے مریض" کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ حرکت نہ کرے؟ یا پاؤں سے معذور کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے؟

یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام ایک معروف روایت میں مکتب جبر کو بت پرستوں کا مکتب اور شیطان کی جماعت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تلک مقالہ اخوان عبدۃ الاوثان و خصماء الرحمان و حزب الشیطان"

(اصول کافی ج/۱ص ۱۱۹ باب الجبر والقدر)

یہ بت پرستوں کے بھائیوں، دشمنان خدا اور شیطان کے گروہ کی باتیں ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے:

۱) عقیدہ جبر کے بطلان پر روشن ترین دلیل ذکر کریں؟

۲) تمام دنیا کے افراد کا ضمیر "ارادہ کی آزادی" کا اظہار کرتا ہے، اسکی وضاحت کریں؟

۳) کیا عقیدہ جبر کے قائلین عملی طور پر بھی "جبر" کے مطابق عمل کرتے ہیں؟

۴) کیا "عقیدہ جبر"، "خدا کی عدالت" کے موافق ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

۵) ہر قسم کی ذمہ داریوں کو قبول کرنے کیلئے انسان کو ارادہ میں آزاد ہونا چاہیئے یہ بات کیسے اور کیونکر صحیح ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آٹھواں سبق

امر بین الامرین (یا وسطی مکتب) کیا ہے؟

۱۔ جبر کے مقابلہ میں "عقیدہ تفویض"

عقیدہ جبر "جو کہ افراط پر مبنی ہے" کے مقابلہ میں دوسرا مکتب وعقیدہ بنام "تفویض" موجود ہے جو کہ تفریط پر مبنی ہے۔

عقیدہ تفویض کے قائل افراد کہتے ہیں کہ: خدا نے ہمیں پیدا کرنے کے بعد تمام کام ہمارے سپرد کر دیئے ہیں اور اب اسکا ہمارے اعمال وافعال کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لھذا ہم اپنے اعمال کی سلطنت میں مستقل اور ان پر حاکم ہیں!

بلا شک وشبہہ یہ عقیدہ بھی "عقیدہ توحید" کے بالکل موافق نہیں ہے کیونکہ "توحید" نے ہمیں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ یہ تمام جہان خدا کی ملکیت ہے اور کوئی بھی چیز اسکی دسترس سے خارج نہیں ہے، حتی کہ ہمارے اعمال ہمارے ارادہ کی آزادی کے باوجود اسکی دسترس اور قدرت سے ہرگز باہر نہیں ہو سکتے وگرنہ شرک کا عقیدہ لازم آتا ہے۔

مطلب کو زیادہ واضح کرنے کیلئے ہم کہتے ہیں کہ: ہم دو خداؤں کے قائل نہیں ہو سکتے کہ ان میں سے ایک بڑا خدا کہ جس نے کائنات کو خلق کیا ہے اور دوسرا چھوٹا خدا یعنی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انسان'' کہ جو اپنے تمام اعمال وافعال میں اتنا آزاد اور صاحب اختیار ہے کہ اب خداوند تعالی بھی اسکے اعمال وافعال پر اس سے باز پرس نہیں کر سکتا!

یہ واضح شرک ہے اور دو یا چند خداؤں کی پرستش ہے۔

اصلی اور حقیقی بات یہ ہے کہ ہم انسان کو آزاد اور صاحب اختیار بھی تسلیم کریں اور خدا کو اسکا حاکم اور اسکے اعمال کا نگران بھی مانیں۔

۲) مکتب واسطہ (یا درمیانی راہ کا عقیدہ)

اس بحث میں انتہائی قابل غور نکات ہیں اور ہمیں یہ تصور ہرگز نہیں کرنا چاہیے کہ مذکورہ بالا دو باتیں متضاد ہیں، اس بات میں گہری فکر کی ضرورت ہے کہ ہم نہ صرف خدا کی ''عدالت'' کو مکمل طور پر تسلیم کریں اور لوگوں کیلئے ''آزادی اور ذمہ داری'' کے قائل ہوں بلکہ اسکی ''توحید'' وحدانیت اور تمام جہان پر اسکی حاکمیت کو بھی صدق دل سے قبول کریں اور یہی وہ نکتہ ہے کہ جسے ''امر بین الامرین'' کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے (یعنی وہ عقیدہ کہ جس میں نہ افراط ہے اور نہ ہی تفریط ہے)

چونکہ بحث دقیق ہے لھذا ہم اسکو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔

فرض کیجئے کہ آپ ایک ایسی ٹرین میں سفر کر رہے ہیں کہ جسکا انجن بجلی سے چلتا ہے اس ٹرین کے ڈرائیور بھی آپ ہیں، ایک بہت ہی طاقتور تار (جو کہ تمام راستے میں لائن کے اوپر لگی ہوئی ہے) سے انجن کی چھت پر لگا ہوا مخصوص پنجرہ ملا ہوا ہے اور اسکے ذریعے بجلی تاروں سے انجن میں منتقل ہو کر اسکی حرکت کا باعث بن رہی ہے اگر ایک لحظہ کیلئے بھی بجلی کی منتقلی منقطع ہو جائے تو گاڑی رک جائے گی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بلا شک آپ آزاد ہیں کہ راستے ہیں جہاں پر آپ چاہیں گاڑی کو روک سکتے ہیں اسے آہستہ یا تیز کر سکتے ہیں لیکن اس تمام آزادی کے باوجود وہ شخص جو کہ بجلی کے مرکز (پاور اسٹیشن) میں بیٹھا ہوا ہے جب چاہے بجلی کو بند کر کے آپکی ٹرین کو روک سکتا ہے کیونکہ آپ کی حرکت بجلی کی مرہون منت ہے اور اسکی چابی مرکز میں بیٹھے ہوئے شخص کے ہاتھ میں ہے۔

جب آپ اس مثال میں غور کریں گے تو واضح ہو جائے گا کہ وہ تمام تر آزادی، اختیار اور ذمہ داری کے باوجود کسی اور کے قبضہ میں ہے اور یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں۔

دوسری مثال:

فرض کیجئے کسی حادثے کی وجہ سے کوئی شخص اعصابی طور پر معذور ہو جاتا ہے اور اپنے ہاتھوں کو حرکت دینے پر قادر نہیں رہتا، اگر اسکے اعصاب سے ایک خفیف اور مناسب برقی رو کو گزارا جائے تو اسکے اعصاب گرم ہو کر دوبارہ حرکت پر قادر ہو سکتے ہیں اب یہ شخص جب بھی کوئی کام کرے گا مثلاً اسی ہاتھ سے کہ جس سے برقی رو کا اتصال ہے کسی پر ظلم کرتا ہے کسی کے چہرے پر طمانچہ مارتا ہے یا کسی بے گناہ کے سینے میں خنجر گھونپ دیتا ہے تو وہ اپنی اس حرکت پر یقیناً جواب دہ ہوگا کیونکہ اس نے ''قدرت اور اختیار'' سے اس فعل کو انجام دیا ہے لھذا ''قادر و مختار'' شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

لیکن وہ جس نے برقی قوت سے طاقت انسان کے ہاتھ میں دی ہے اس پر حاکمیت بھی رکھتا ہے اور یہ انسان اپنی تمام تر آزادی و اختیار کے باوجود اسکے قبضہ قدرت میں ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خدا نے ہمیں ہمت وطاقت عطا کی ہے، عقل، ہوش اور جسمانی قدرت سے نوازا ہے اور یہ تمام وسائل وانعامات ہر لحظہ خدا کی طرف سے ہمیں پہنچ رہے ہیں اگر یک لحظہ کیلئے بھی یہ سلسلہ ختم ہو جائے اور ہمارا خدا سے رابطہ منقطع ہو جائے تو ہم اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔

ہم ہر کام اسکی طرف سے ہر لحظہ عطا کردہ قوت سے ہی انجام دیتے ہیں حتی کہ ہماری آزادی اور اختیار بھی اسی کی طرف سے عطا کردہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ہم آزاد ہوں اور اسکی عظیم نعمات کے سایہ میں اپنے آپ کو منزل کمال تک پہنچا سکیں۔

پس ہم اختیار اور ارادہ کی آزادی کے ساتھ ساتھ اسکے قبضہ قدرت میں ہیں اور اسکی بارگاہ میں سر جھکائے ہوئے ہیں اور اسکی دسترس و حاکمیت سے ہرگز فرار نہیں ہو سکتے، ہم تمام تر قوت اور توانائی کے باوجود اسی کے مرہون منت ہیں اور اسکے بغیر کچھ بھی نہیں ہیں اور یہی ''الامر بین الامرین'' کا معنی ہے کیونکہ نہ ہم ان موجودات کو خدا کی مثل قرار دیتے ہیں کہ شرک لازم آئے، اور نہ ہی بندگان خدا کو انکے اعمال میں مجبور مانتے ہیں کہ جسکے نتیجہ میں ظلم لازم آئے (غور وفکر فرمائیں)۔

ہم نے اس بات کا درس مکتب ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے حاصل کیا ہے کیونکہ جب ان سے سوال کیا جاتا تھا کہ کیا جبر اور تفویض کے درمیان تیسرا راستہ بھی ہے؟ تو وہ فرماتے تھے ''ہاں'' تیسرا راستہ بھی موجود ہے جو کہ زمین اور آسمان کے درمیان فاصلہ سے بھی زیادہ وسیع ہے(۱)

---

۱) اصول کافی ج/۱ صفحہ ۱۲۱ باب الجبر والقدر والامر بین الامرین)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۳) قرآن اور جبر و اختیار کا مسئلہ:

قرآن مجید واضح طور پر ''انسان کے ارادہ میں آزاد ہونے'' کی بات کرتا ہے اور اس مطلب پر قرآن مجید میں سینکڑوں آیات ذکر ہوئی ہیں۔

الف:

وہ تمام آیات کہ جن میں اوامر و نواھی اور ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انسان اپنے ارادہ اور اختیار میں آزاد ہے کیونکہ اگر انسان آزاد نہ ہو تو اس کو بعض کاموں کا حکم دینا اور بعض کاموں سے روکنا عبث و لغو اور بے ہودہ شمار ہوگا (جبکہ قرآن ان نقائص سے پاک ہے)۔

ب:

وہ آیات جو بدکاروں کی مذمت اور اچھے لوگوں کی ستائش میں ہیں انسان کے خود مختار ہونے پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ ''جبر'' کی صورت میں ملامت یا مدح و ستائش بے معنی ہونگے۔

ج:

وہ تمام آیات ''جن میں قیامت سے متعلق سوال، اور اس خوف ناک دن کے ''فیصلے کا دن'' ہونے اور پھر اسکے نتیجہ میں عقاب یا انعام اور دوزخ یا جنت کا ذکر ہوا ہے'' انسان کے بااختیار ہونے پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ ''جبر'' کی صورت میں ان آیات کا کوئی مفہوم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نہیں ہوگا اور سوال و جواب، روز قیامت کی عدالت میں پیشی اور بدکاروں کو سزا "ظلم محض" شمار ہونگے۔

د:

وہ آیات جو انسان کو اسکے اعمال کا مرہون منت قرار دیتی ہیں جیسے:

"کلّ نفس بما کسبت رھینۃ" (سورہ مدثر آیت ۳۸)
ہر شخص اپنے عمل کا گروی ہے۔

"و کل امرء بما کسب رھین" (سورہ طور آیت ۲۱)
ہر شخص اپنے عمل کا گروی ہے۔

واضح طور پر انسان کے صاحب اختیار ہونے کو ثابت کرتی ہیں۔

ھ:

"انّا ھدیناہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً"
(دہر آیت ۳)

ہم نے اسے راستے کی ہدایت کردی خواہ شکر گزار بنے یا ناشکرا۔

اور اس جیسی دیگر آیات بھی ہمارے مدعیٰ کو ثابت کرتی ہیں۔

قرآن مجید میں بعض ایسی تعبیرات کا ذکر ہوا ہے کہ جو عقیدہ "امر بین الامرین" پر دلالت کرتی ہیں مگر بعض ناآگاہ قسم کے افراد نے ان آیات کو عقیدہ جبر کے حق میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً:

"و ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ" (سورہ دہر آیت ۳۰)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور تم لوگ صرف وہی چاہ سکتے ہو جو اللہ چاہتا ہے

یہ آیت اور اس جیسی دیگر آیات واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ (خدا) انسان سے اسکے ارادہ و اختیار کو سلب نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ آیات اس حقیقت کو ثابت کرنے کیلئے ہیں کہ تم تمام اختیارات اور آزادی کے باوجود قبضہ قدرت خدا میں ہو۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے:

۱) ''تفویض'' سے کیا مراد ہے؟ اور اس عقیدہ میں کیا عیب ہے؟

۲) مکتب ''امرین الامرین'' کی تعلیم ہم نے ائمہ اہل بیت سے حاصل کی ہے اس مطلب کو مثال کیساتھ واضح کریں؟

۳) ''جبر'' اور ''اختیار'' کے بارے میں آیات قرآن کیا کہتی ہیں؟

۴) اگر ہم ''عقیدہ جبر'' کو صحیح تسلیم کرلیں تو پھر روز قیامت، جنت و جہنم اور سوال وجواب کے عقیدہ پر کیا نقص لازم آتا ہے؟

۵) کیا "و ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ'' اور اس جیسی دیگر آیات ''جبر'' پر دلالت کرتی ہیں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نواں سبق

ہدایت اور گمراہی خدا کے ہاتھ میں!

۱) ہدایت اور گمراہی کی اقسام

ایک مسافر آپ کے پاس ایک ایڈریس لیکر آتا ہے اور آپ سے راہنمائی کا طلبگار ہے۔ آپ کے پاس اسکی راہنمائی کے دو طریقے ہیں:

اول: آپ اسکے ہمراہ روانہ ہوتے ہیں اور تمام تر نیکی و حسن سلوک کیساتھ اسے اسکی مطلوبہ جگہ تک پہنچا کر واپس آ جاتے ہیں۔

دوم: آپ ہاتھ کے اشارے یا مختلف نشانیوں کے ذریعہ اسے مطلوبہ جگہ کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

بے شک آپ نے دونوں صورتوں میں اسکو "ہدایت" کی ہے تا کہ وہ اپنی مطلوبہ جگہ تک پہنچ سکے، لیکن ان دونوں میں ایک فرق واضح ہے، دوسرا طریقہ صرف (ارائہ طریق یعنی) راستے کا دکھانا ہے جبکہ پہلا طریقہ (ایصال بہ مطلوب یعنی) مطلوبہ جگہ یا شخص تک پہنچانا ہے قرآن مجید اور اسلامی روایات میں ہدایت کے ان دونوں معانی کا ذکر کیا گیا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایک اور اعتبار سے کبھی ہدایت صرف ''تشریعی'' جنبہ کی حامل ہوتی ہے یعنی مختلف قوانین اور دستورات کے نتیجہ میں واقع ہوتی ہے اور کبھی ''تکوینی'' جنبہ اس میں کارفرما ہوتا ہے ''یعنی خلقت کی راہوں سے ہدایت کی جاتی ہے جیسے ایک انسان کامل بننے کی طرف ایک نطفہ کے مراحل میں ہدایت، یہ دونوں معانی (جنبہ تشریعی وجنبہ تکوینی) بھی قرآن مجید اور روایات اسلامی میں ذکر ہوئے ہیں۔

اب جبکہ ہدایت کی اقسام واضح ہو چکی ہیں تو اصل مطلب کو شروع کرتے ہیں (یاد رہے کہ ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی ہے)

ہم بہت سی آیات میں پڑھتے ہیں کہ ہدایت اور گمراہی خدا کے کام ہیں، بلاشبہ ''ارائہ طریق'' کا تعلق خدا سے ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے نمائندے (پیغمبران) بھیجے اور آسمانی کتب کو نازل کیا تا کہ وہ انسانوں کی صحیح راستے کی طرف راہنمائی کریں۔

لیکن جہاں تک زبردستی "ایصال الی المطلوب" یا جبراً صحیح مقصد تک ہاتھ پکڑ کر پہچانے کا تعلق ہے تو یہ چیز یقیناً ''ارادہ واختیار کی آزادی'' کے خلاف ہے لیکن چونکہ خداوند عالم نے منزل مقصود تک پہچانے کی تمام قوتیں ہمارے حوالے کر دی ہیں اور وہی وہ ذات ہے کہ جو ہمیں اس چیز کی توفیق بھی دیتی ہے لھذا ہدایت کا دوسرا معنی بھی خداوند متعال کی طرف سے ہے یعنی تمام اسباب اور مقدمات کو انسان کے اختیار میں دے دیا گیا ہے گویا اسے منزل مقصود پر ہاتھ سے پکڑ کر پہنچا دیا گیا ہے۔

۲) ایک اہم سوال

یہ ہے کہ ہم قرآنی آیات میں پڑھتے ہیں کہ: خدا جسے چاہے ہدایت کرتا ہے اور جسے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چاہے گمراہ کرتا ہے جیسے یہ آیت مجیدہ:

"فیضل اللہ من یشاء و یھدی من یشاء و ھو العزیز الحکیم" (سورہ ابراہیم آیت ۴)

(پھر اس کے بعد) اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہی بڑا غالب آنے والا اور حکمت والا ہے

بعض سادہ لوح افراد قرآن کی دوسری آیات اور ان آیات کی تفسیر کو دیکھے بغیر فوراً یہ سوال کرتے ہیں کہ: خدا جسے چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے گمراہ کردے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ پس ہم نے کیا گناہ کیا ہے کہ خدا ہمیں بلاوجہ گمراہ کردے؟!

لھذا ضروری ہے کہ ہمیشہ آیات قرآن کا تجزیہ و تفسیر کرتے وقت انکا دوسری آیات سے باہمی رابطہ مدنظر رکھنا چاہیے تا کہ انکے اصلی و حقیقی مفہوم کو سمجھا جاسکے۔

ہم یہاں پر کچھ مزید آیات کو پیش کرتے ہیں جو ہدایت اور گمراہی کے متعلق ہیں تا کہ مذکورہ بالا آیت کیساتھ ملا کر ایک صحیح و اصلی نتیجہ حاصل کیا جاسکے۔

سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۲۷ میں ہے:

"و یضل اللہ الظالمین"

اللہ ظالموں کو گمراہ کردیتا ہے۔

سورہ غافر کی آیت نمبر ۳۴ میں ہے:

"کذلک یضل اللہ من ھو مسرف مرتاب"

اس طرح اللہ ان لوگوں کو گمراہ کردیتا ہے جو تجاوز کرنے والے (اور) شک کرنے والے ہوتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سورہ عنکبوت کی آیت نمبر ۶۹ میں ہے:

"والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا"

اور جو ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم انہیں ضرور اپنے راستے کی ہدایت کریں گے۔

جیسا کہ ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ خدا کی مشیت اور ارادہ بلاوجہ نہیں ہے نہ تو خدا کسی کو بلاوجہ ہدایت دیتا ہے اور نہ ہی کسی کو بغیر کسی وجہ کے گمراہ کرتا ہے اور اس سے توفیقات کو سلب کر لیتا ہے۔

وہ لوگ جو اسکی راہ میں جہاد کرتے ہیں جنگ کی مشکلات کو برداشت کرتے ہیں، نفسانی خواہشات کا مقابلہ کرتے ہیں اور خدا کے دشمنوں کے خلاف ثابت قدم رہتے ہیں خدا نے انکو ہدایت کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ وعدہ عدالت کے عین مطابق ہے۔

لیکن وہ لوگ جو ظلم و ستم کی بنیاد رکھتے ہیں اور ہمیشہ تجاوز، شک، تردید اور شیطانی وسوسہ کو لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں خداوند عالم ان سے ہدایت کی توفیق چھین لیتا ہے اور انکے ان برے اعمال کیوجہ سے انکے دل تاریک ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے وہ سعادت کی منازل تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں اور خدا کی طرف سے گمراہ کر دینے کا مطلب یہی ہے یعنی پروردگار ہمارے برے اعمال کا نتیجہ خود ہمارے اختیار میں دے دیتا ہے اور یہ بھی عین عدالت ہے۔ (دقت فرمائیں)

۳) خدا کا ازلی علم گناہ کرنے کی وجہ ہے؟!

جبر و اختیار کی بحث میں آخری بات کہ جسکا ذکر ضروری ہے یہ ہے کہ بعض عقیدہ جبر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رکھنے والے افراد نے اپنے گناہوں کی پردہ پوشی کرنے کیلئے ''خدا کے علم ازلی'' کو بطور بہانہ پیش کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں: کیا خدا جانتا ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت کسی دوسرے شخص کو قتل کردے گا یا شراب پینے کا ارتکاب کرے گا؟ اور ہم کہیں کہ خدا نہیں جانتا تھا تو ہم خدا کے علم کا انکار کرتے ہیں، اور اگر کہیں کہ جانتا تھا تو ضروری ہے کہ اس کام کو (اگر چہ برا ہی ہو) انجام دیا جائے تا کہ خدا کے علم میں کوئی نقص لازم نہ آئے۔

لھذا علم خدا کے صحیح اور سچا ہونے کیلئے ضروری ہے کہ گناہگار مجبوراً گناہ کو انجام دیں اور اطاعت گزار مجبوراً اسکی اطاعت کریں!

لیکن اس قسم کے افراد جو کہ اپنے گناہوں اور خطاؤں پر پردہ ڈالنے کیلئے اس قسم کے بہانے تلاش کرتے ہیں اس حقیقت سے غافل ہوتے ہیں کہ ''ہم کہتے ہیں خدا روز اول سے ہی جانتا ہے کہ ہم اپنے ارادے، اختیار اور طبیعت کے میلان کی وجہ سے اطاعت یا گناہ کریں گے'' یعنی ہمارا اختیار اور ارادہ بھی خدا کے علم میں ہے پس اگر ہم مجبور ہوں تو خدا کا علم جہالت میں تبدیل ہو جائے گا (دقت فرمائیں)

اس بات کو مزید واضح کرنے کیلئے ہم کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

فرض کریں کہ ایک استاد کو اس بات کا علم ہے کہ اسکی کلاس کا فلاں شاگرد اپنی سستی اور نالائقی کی وجہ سے فیل ہو جائے گا اسکا یہ علم سو فیصد صحیح ہے کیونکہ اسکے سالہا سال کے تجربات پر مبنی ہے۔

کیا فیل ہونے کے بعد وہ شاگرد اپنے استاد کے گریبان کو پکڑ کر کہہ سکتا ہے کہ تمھاری پیشین گوئی نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں فیل ہو جاؤں؟!

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس سے بھی بہتر مثال یہ کہ فرض کریں ایک نیک سیرت اور بے خطا انسان ایک بڑے حادثے کے وقوع سے قبل اس سے آگاہ ہو جاتا ہے اور کسی مصلحت کی وجہ سے اس معاملے میں دخل اندازی نہیں کرتا، کیا اس نیک سیرت شخص کا علم اس مجرم کے جرم اور ذمہ داری کو ختم کر دیگا اور اس مجرم کو جرم کرنے کیلئے مجبور کرے گا؟! (وقت فرمائیں)

یا فرض کریں ایک ایسے جدید ترین کمپیوٹر کی ایجاد ہوتی ہے جو آئندہ ہونے والے حوادث کی خبر کچھ گھنٹے پہلے ہمیں بتا دیتا ہے اب ہمیں وہ کمپیوٹر دقیق اطلاع دیتا ہے کہ فلاں شخص اپنے مکمل اختیار اور ارادے سے فلاں کام فلاں وقت کرے گا۔ کیا یہ پیشین گوئی کسی پر جبر و زبردستی کہلائے گی؟! کہ وہ خواہ نخواہ اب اس کام کو انجام دے؟

خلاصہ کلام یہ کہ علم خدا کسی کو بھی ہرگز کسی کام پر مجبور نہیں کرتا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے:

۱) ہدایت کی کتنی اقسام ہیں؟ وضاحت کریں۔

۲) کچھ ایسی آیات کی وضاحت کریں جن میں ہدایت اور گمراہی کی نسبت خداوند متعال کی طرف دی گئی ہے؟

۳) ہدایت الٰہی اور ضلالت الٰہی سے کیا مراد ہے؟

۴) ''خدا کے ازلی علم'' سے کیا مراد ہے؟

۵) کیا خدا کا ازلی علم ہمارے اختیار اور ذمہ داریوں کو ختم کر دیتا ہے؟ مثال دے کر اس بات کی وضاحت کریں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دسواں سبق

خدا کا عدل اور مسئلہ "خلود"

اور ہم جانتے ہیں کہ قرآن مجید واضح طور پر گناہگاروں اور کفار کے ایک گروہ سے متعلق کہتا ہے کہ انکی سزا دائمی، ہمیشہ ہے یعنی بالفاظ دیگر "خلود" پر مبنی ہوگی۔

سورہ توبہ کی آیت ۶۸ میں ارشاد خداوند ہے۔

"وعد الله المنافقين و المنافقات و الكفار نار جهنم خالدين فيها"

اللہ نے منافق مردوں اور منافقہ عورتوں اور کافروں سے آتش جہنم کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اسی طرح آیت نمبر ۷۲ میں باایمان مرد اور خواتین کے ساتھ بہشت کے باغات کا وعدہ بھی ہمیشہ کیلئے ہے۔

"وعد الله المومنين و المومنات جنات تجرى من تحتها الانهار خالدين فيها"

اللہ نے مومن مردوں اور مومنہ عورتوں سے ایسے (جنت کے) باغات کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس بات کو تسلیم کیا جا سکتا ہے ''ایک انسان جس نے زیادہ سے زیادہ اسّی سال یا سو سال زندگی گذاری ہو اور مختلف گناہ اس سے سرزد ہوئے ہوں اسے لاکھوں، کروڑوں بلکہ اس سے بھی زیادہ سال سزا دی جائے۔

البتہ یہی مطلب نیک اعمال کی جزا کے سلسلہ میں زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہے کیونکہ خدا کی رحمت ایک سمندر سے بھی زیادہ وسیع ہے اور جزا جتنی زیادہ ہوگی خدا کی رحمت اور اسکے فضل کے عین مطابق ہوگی۔

لیکن برے اعمال اور محدود گناہوں کے نتیجہ میں ہمیشہ کیلئے اسکو عذاب میں مبتلا رکھنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے اور خداوند متعال کی عدالت کو دیکھتے ہوئے اتنی دائمی سزا کی کیا وجہ بیان کی جا سکتی ہے؟

کیا گناہ اور اسکی سزا کے درمیان مطابقت نہیں ہونی چاہیے؟ (یعنی جتنا گناہ کیا جائے اتنی ہی سزا دی جائے)۔

jabir.abbas@yahoo.com

جواب:

اس گفتگو اور ان سوالات کے درست جوابات کیلئے چند نکات سے متعلق گہرائی تک غور و فکر کی ضرورت ہے:

الف:

قیامت اور اسکے بعد کی سزائیں اس جہان کی سزاؤں سے کسی طور پر بھی شباہت نہیں رکھتیں مثلاً اگر کوئی شخص دنیا میں کوئی غلط کام، چوری وغیرہ کرتا ہے تو اسے ایک خاص عرصہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تک قید کر دیا جاتا ہے لیکن قیامت کی سزائیں اسکے گناہوں اور اعمال کے آثار اور اسکے کاموں کی خصوصیات کے اعتبار سے ہیں۔

زیادہ واضح الفاظ میں گناہ گاروں کی تمام سزائیں جنکا سامنا وہ اگلے جہان میں کریں گے درحقیقت انکے اپنے کیے گئے گناہوں کا نتیجہ ہے جو انکے دامن گیر ہوگا۔

اس مقام پر قرآن مجید میں واضح تعبیر موجود ہے سورہ یٰسین کی آیت نمبر ۵۴ میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے:

"فالیوم لا تظلم نفس شیئا و لا تجزون الا ما کنتم تعملون"

اس روز کسی پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور تمہیں بس وہی بدلہ دیا جائے گا جیسا تم عمل کرتے رہے ہو۔

ایک سادہ سی مثال سے ہم اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایک شخص منشیات اور شراب وغیرہ کا کثرت سے استعمال کرتا ہے اسے اس قبیح کام سے جتنا بھی منع کیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ ان زہریلی چیزوں کے استعمال سے تمہارا معدہ خراب ہو جائے گا تمہارے دل کی حرکت متاثر ہوگی اور تمہارے اعصاب مجروح ہو جائیں گے مگر وہ ان باتوں کی بالکل پرواہ نہیں کرتا۔

چند ہفتے یا چند ماہ وہ اس خیالی لذت میں مبتلا رہتا ہے اور بتدریج مختلف بیماریوں معدہ کے زخم، دل اور اعصاب کی کمزوری کا شکار ہو جاتا ہے اور پھر دسیوں سال (اپنی عمر کے آخر تک) ان بیماریوں میں مبتلا ہو کر شب و روز ان کی اذیت میں گزارتا ہے، کیا یہاں پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اس شخص نے تو چند روز یا چند ماہ منشیات کا استعمال کیا تھا مگر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیوں وہ تاحیات امراض میں مبتلا ہوگیا؟

اس اعتراض کے جواب میں فوراً کہا جائے گا کہ یہ اسکے اعمال کا نتیجہ ہے یہاں تک کہ اگر وہ حضرت نوح سے بھی زیادہ عمر پائے اور اسے ہم ہمیشہ بیماری کی اذیت میں مبتلا دیکھیں تو تب بھی ہم کہیں گے کہ اس نے دانستہ اور آگاہ ہونے کے باوجود ان تمام امراض کو خود اپنے لیے تیار کیا ہے۔

روز قیامت کی جزا و سزا اس (چند سالہ یا کئی سالہ بیماری) سے بھی زیادہ ہے لھذا عدالت خدا پر کسی بھی قسم کا اعتراض باقی نہیں رہتا۔

ب: بعض افراد یہ گمان کرتے ہیں کہ سزا کی مدت اور زمانہ اتنا ہی ہونا چاہیے جتنا گناہ کا زمانہ ہے، یہ ایک بڑی غلطی ہے، کیونکہ گناہ اور اسکی سزا کے درمیان زمانہ کے اعتبار سے کوئی ربط نہیں ہے بلکہ سزا کا تعلق اس گناہ کی کیفیت اور نتیجہ سے ہے۔

مثلاً ایک شخص صرف ایک لحظہ میں کسی انسان کو بے جرم و خطا قتل کر دیتا ہے اس دنیا کے بعض قوانین کے مطابق اسکو عمر قید کی سزا دی جاتی ہے اس مثال میں قتل کرنے کی مدت ایک لحظہ ہے جبکہ سزا دسیوں سال پر محیط ہے، کوئی شخص بھی اس سزا کو "ظالمانہ سزا" شمار نہیں کرتا کیونکہ یہاں پر منٹ، گھنٹے، مہینے یا سال کی بات نہیں ہے بلکہ اس گناہ کی کیفیت اور نتیجہ کو دیکھا جائے گا۔

ج: "خلود و ہمیشگی" اور جہنم کی دائمی سزائیں صرف ان لوگوں کیلئے ہیں کہ جنہوں نے نجات کے تمام راستے اپنے اوپر بند کر لیے ہیں اور جان بوجھ کر فساد، تباہی، کفر و نفاق میں غرق ہیں اور گناہوں نے انکے سارے وجود کو ایسا تاریک کر دیا ہے کہ وہ مجسم گناہ بن کر رہ گئے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سورہ بقرہ کی آیت ۸۱ میں ایک خوبصورت تعبیر ذکر کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے۔

"بلی من کسب سیئة و احاطت به خطیئة
فاولئک اصحاب النار هم فیها خالدون"

جو کوئی بدی اختیار کرے اور اس کے گناہ اس پر حاوی ہو جائیں تو ایسے لوگ اہل دوزخ ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اس قسم کے افراد نے مکمل طور پر خداوند عالم سے اپنا رابطہ منقطع کر لیا ہوتا ہے اور نجات کے تمام راستے اپنے اوپر بند کر لیے ہوتے ہیں گویا ان افراد کی مثال اس پرندے کی طرح ہے جو اپنے پروں کو توڑ کر آگ لگا دے اور ہمیشہ کیلئے آسمان کی طرف پرواز کرنے سے محروم رہے اور زمین پر رہنے پر مجبور ہو جائے۔

مذکورہ بالا تینوں نکات اس حقیقت کو روشن کرتے ہیں کہ دائمی عذاب کا مسئلہ جو کہ منافقین اور کفار کے ساتھ مخصوص ہے ہرگز "عدالت الٰہی" کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ انکے برے اعمال کا نتیجہ ہے اور انکو پہلے ہی اس بات سے پیغمبران الٰہی کے ذریعے آگاہ کیا جا چکا ہے کہ ان کاموں کا نتیجہ انتہائی تلخ اور برا ہے۔

اگر یہ افراد جاہل ہوں، انبیاء کی دعوت ان تک نہ پہنچی ہو اور انہوں نے جہالت اور نادانی کی بنیاد پر ان اعمال کا ارتکاب کیا ہو تو یقیناً وہ اس سزا کے مستحق نہیں ہونگے۔

اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ آیات قرآن اور روایات اسلامی سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت الٰہی کا سمندر اس قدر بڑا اور وسیع ہے کہ خطا کاروں کے بہت بڑے بڑے گروہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بخشے جائیں گے۔

کچھ گروہ شفاعت کے ذریعے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کچھ گروہ معافی کے ذریعے

اور کچھ گروہ معمولی نیکی کر کے خدا کے فضل سے کثیر اجر پا کر بخشے جائیں گے۔

اور کچھ گروہ ایک مدت تک دوزخ میں اپنے برے اعمال کی سزا پا کر اور الٰہی بھٹی سے گزر کر پاک وصاف ہو کر رحمت اور نعمات الٰہی سے بہرہ مند ہونگے۔

صرف ایک گروہ جہنم میں ہمیشہ کیلئے باقی رہ جائے گا اور وہ گروہ حق کے مخالف اپنی دشمنی اور لجاجت، ظلم وفساد اور بے حد منافقت کی وجہ سے سرتا پا کفر اور بے ایمانی کے گہرے اندھیروں میں ڈوبا ہوا گروہ ہوگا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) بعض افراد جہنم کی دائمی سزا کو خدا کے عدل کے خلاف کیوں شمار کرتے ہیں؟

۲) کیا آخرت کی سزائیں اس دنیا کی سزاؤں کی طرح ہیں؟ اگر نہیں تو اسکی وجہ کیا ہے؟

۳) کیا عدالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ گناہ کی مدت اور سزا کی مدت برابر ہونی چاہیے؟

۴) جہنم کی دائمی سزائیں کن لوگوں کیلئے ہیں؟

۵) عفو الٰہی سے کون لوگ بہرہ مند ہونگے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نبوت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پہلا سبق

ہمیں رہبران الٰہی کی احتیاج

jabir.abbas@yahoo.com

ہمارے علم ودانش کا محدود ہونا۔

ممکن ہے بعض افراد یہ سوچیں کہ کیا اصولی طور پر ہماری راہنمائی کیلئے خدا کی طرف سے انبیاء کا مبعوث ہونا ضروری ہے؟ کیا ہماری عقل وفہم حقائق کا ادراک کرنے کیلئے کافی نہیں ہے؟ کیا انسان کی علمی ترقی پوشیدہ رازوں تک پہنچنے اور تمام حقائق کو واضح کرنے کیلئے اسکی مددگار نہیں ہے؟

اور پھر وہ چیزیں جو انبیاء ہمارے لیے لیکر آئیں ہیں وہ دو حال سے خارج نہیں ہیں: یا تو ہماری عقل انکو بخوبی درک کرسکتی ہے یا اسکے برعکس ہماری عقل ان کے ادراک سے قاصر ہے۔

پہلی صورت میں ہم انبیاء کی زحمت کے محتاج نہیں ہیں جبکہ دوسری صورت میں ہم ان چیزوں (اصول وقواعد) کو کیوں قبول کریں جو ہماری عقل وخرد کے ہی خلاف ہیں!

بالفاظ دیگر: آیا یہ درست ہے کہ انسان اپنے آپکو دوسروں کے اختیار میں دے دے؟

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور انکے احکامات و ارشادات کو بغیر کسی چون و چرا کے قبول کرلے؟ کیا انبیاء ہماری ہی طرح انسان نہیں ہیں؟ ہم اپنے آپکو کیسے اپنی طرح کے انسانوں کے حوالے کرسکتے ہیں؟

جوابات:

چند نکات کی طرف متوجہ ہونے سے ان تمام سوالات کے جواب اور انسانی نظام زندگی میں انبیاء کا مقام واضح ہو جائے گا:

۱۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا علم و شعور انتہائی محدود ہے اور اس تمام تر علمی ترقی و وسعت کے باوجود جو کہ بشر کو نصیب ہوئی آج ہم جو کچھ بھی جانتے ہیں اس کے مقابلے میں وہ اشیاء کہ جن کا ہمیں علم نہیں ہے ایسے ہی ہے جیسے پانی کا ایک قطرہ دریا کے مقابلہ میں یا ایک تنکا پہاڑ کے مقابلہ میں یا بعض عظیم دانشمندوں کے کہنے کے مطابق: آج ہم جتنا بھی علم رکھتے ہیں وہ اس کائنات کے تمام علم کے مقابلہ میں الف، ب شمار ہوسکتا ہے، یا یوں کہیں گے کہ حقیقت یہ ہے ہماری عقل و شعور اور فیصلہ کی جگہ یک انتہائی محدودی ہے کہ جسے علم و دانش کی شعاعوں نے روشن کیا ہے ہم اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں جانتے۔

انبیاءؑ تشریف لائے اور ہماری ضرورت اور حاجت کے مطابق ہماری عقل و شعور کی اس وسیع جگہ کو منور کیا در حقیقت ہماری عقل ایک طاقتور روشنی پھیلانے والی چیز کی مانند ہے، لیکن انبیاءؑ اور الٰہی پیغامات ایک ایسے خورشید کی مانند ہیں جو تمام کائنات کو روشن کیے ہوئے ہیں کیا کوئی ایسا شخص ہے جو یہ دعویٰ کرسکے کہ چونکہ میں خود روشنی پھیلانے والی طاقتور چیز رکھتا ہوں لھذا سورج کا محتاج نہیں ہوں؟!

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زیادہ بہتر انداز میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ:

زندگی کے مسائل کو تین گروہ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: ''معقول''، ''غیر معقول'' اور ''مجہول'' انبیاءؑ کبھی بھی غیر معقول بات ''یعنی ایسی چیز جو عقل وخرد کے خلاف ہو'' نہیں کہتے اور اگر وہ کوئی ایسی بات کہیں تو وہ پیغمبر نہیں ہیں انبیاءؑ تو ہماری عقل وشعور کے مددگار ہوتے ہیں تا کہ ہم نامعلوم چیزوں کا علم حاصل کرسکیں اور یہ بات ہمارے لیے بہت اہمیت کی حامل ہے۔

لھذا وہ افراد جو زمانہ ماضی میں کہتے تھے کہ عقل وخرد کے ہوتے ہوئے انبیاءؑ کی ضرورت نہیں ہے ''جیسے برہمن لوگ جو کہ ہندوستان اور بعض دیگر علاقوں میں رہتے ہیں'' یا وہ لوگ جو آج یہ کہتے ہیں کہ اس تمام علمی ترقی اور کامیابیوں کے بعد انسان انبیاءؑ اور ان کی تعلیمات کا محتاج نہیں ہے، تو وہ نہ انسان کے علم ودانش کی وسعت کو جانتے ہیں اور نہ انبیاءؑ کی رسالت کا ادراک رکھتے ہیں۔

یہ لوگ ایسے ہی ہیں کہ جیسے ایک بچہ پہلی کلاس میں ایک ہی سبق پڑھنے کے بعد یہ کہے کہ میں اب تمام چیزوں کو جانتا ہوں اور مجھے کسی معلم یا استاد کی ضرورت نہیں ہے، کیا یہ دعویٰ بے اساس نہیں ہے؟ انبیاءؑ تو صرف معلّم ہی نہیں ہیں ان کی رہبری کا مسئلہ ایک الگ بحث کا متقاضی ہے کہ جسے ہم بعد میں تفصیل کے ساتھ ذکر کریں گے۔

۲) کوئی بھی شخص یہ نہیں کہتا کہ انسان اپنے آپ کو اپنے تمام تر اختیارات اور وجود کے ساتھ اپنے ہی جیسے کسی شخص کے حوالے کردے، بحث یہ ہے کہ انبیاءؑ جیسا کہ ہم بعد میں ثابت کریں گے وہ وحی آسمانی کے ساتھ یعنی خداوند متعال کے لامحدود علم کے ساتھ رابطہ رکھتے ہیں اور ہمیں چاہیے کہ ہم قطعی دلائل کے ساتھ ان کے خدا کے ساتھ رابطے کو پہچانیں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہ جس کے نتیجے میں ہم نا صرف ان انبیاءؑ الٰہی کی باتوں کو قبول کریں گے بلکہ ان کی تعلیمات پر دل و جان سے عمل بھی کریں گے۔

اگر ہم ایک ماہر اور حاذق طبیب کے نسخہ پر عمل کریں تو کیا ہم نے کوئی غلط کام کیا؟ انبیاءؑ ہمارے بہت بڑے روحانی طبیب ہیں، اگر ہم اپنے معلم اور اساتذہ کے درس کو جو ہماری عقل و فکر کے مطابق ہے، قبول کرلیں تو کیا یہ ایک غلط فعل ہے؟ انبیاءؑ انسانیت کے سب سے بڑے معلم ہیں۔

بہتر یہ ہے کہ ہم ان دلائل سے متعلق گفتگو کریں کہ جو خدا کی طرف سے انبیاءؑ کی بعثت کو ضروری قرار دیتے ہیں:

ہمارے پاس تین ایسی روشن دلیلیں ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم انبیاءؑ کی رہنمائی کے محتاج ہیں:

تعلیم کے اعتبار سے احتیاج

اگر ہم نور کی ایک خیالی اور افسانوی سواری پر سوار ہوں اور ہر ایک سیکنڈ میں تیس لاکھ کلومیٹر" یا پچاس ہزار فرسخ" کی رفتار سے اس لامحدود کائنات کی سیر کریں، کسی شک اور تردید کے بغیر ہمیں حضرت نوحؑ کی عمر جیسی ہزاروں عمریں درکار ہونا چاہیں تا کہ ہم اس عظیم کائنات کے کسی ایک گوشے کا نظارہ کرسکیں۔

یہ کائنات اپنی ان تمام حیرت اور سحر انگیز وسعتوں کے ساتھ یقیناً بیہودہ اور فضول نہیں بنائی گئی اور جیسا کہ ہم خداشناسی کے اسباق میں جان چکے ہیں کہ اس کائنات کا کوئی بھی فائدہ یا نفع خدا کیلئے نہیں ہے کیونکہ وہ ایک ایسا وجود ہے جو ہر نظر سے کامل و اکمل، بے نیاز

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

،لامحدود اور ہر قسم کے نقص سے پاک ہے اور اس نے اس کائنات اور انسان کو اس لیے نہیں بنایا کہ اپنے کسی نقص کو دور کرے۔

لھذا ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خدا کا ہدف یہ تھا کہ دوسروں پر اپنا جود و کرم کرے اور تمام موجودات کو کامل کرے جیسے سورج کہ جو ہم زمین والوں پر چمکتا ہے حالانکہ وہ ہمارا احتاج نہیں ہے سورج کی یہ روشنی صرف ہمارے فائدہ کیلئے ہے وگرنہ ہم سورج کیلئے کون سی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

کیا صرف ہماری معلومات رشد و تکامل کی راہ طے کرنے اور ایک انسان کامل کے مرحلہ تک پہنچنے کیلئے کافی ہیں؟

ہم اس کائنات کے اسرار و رموز میں سے کتنے رازوں سے آگاہ ہیں؟

اصلاً زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ یہ کائنات کب سے وجود میں آئی ہے؟ کوئی بھی شخص ان سوالات کے صحیح اور دقیق جوابات نہیں جانتا یہ سب کچھ کب تک باقی رہے گا؟ اس کا جواب بھی کسی کے پاس نہیں ہے۔

اجتماعی اور اقتصادی زندگی کے حوالے سے ہر دانشور اپنا ایک الگ نظریہ رکھتا ہے، مثلاً ایک گروہ سرمایہ داری کا قائل ہے جبکہ دوسرا گروہ سوشلزم اور کمیونیزم کے نظریات کا حامی اور تیسرا گروہ نہ پہلے کو قبول کرتا ہے اور نہ ہی دوسرے کو اور دونوں گروہوں کے نظریات کو غلط قرار دیتا ہے اسی طرح زندگی کے دیگر مسائل میں بھی دانشوروں کی آراء بہت زیادہ اور مختلف ہیں۔

انسان حیرت زدہ ہے کہ کونسا نظریہ اختیار کرے؟! اس مقام پر انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس بات کا اعتراف کیا جائے کہ خلقت کے اصلی اور حقیقی ہدف یعنی ''انسان کی تمام

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابعاد میں پرورش، نمو اور تکامل'' تک پہنچنے کیلئے ایسی تعلیمات کی ضرورت ہے کہ جو صحیح، حقیقی ہر قسم کی خطاؤں سے پاک اور زندگی کے حقائق کے مطابق ہوں ایسی تعلیمات کہ جو اس طویل راہ میں اصلی مقصد تک پہنچنے کیلئے انسان کی مددگار ثابت ہوسکیں۔

اور یہ سب کچھ صرف اور صرف علم خدا یعنی انبیاء کے ذریعے حاصل ہونے والی آسمانی وحی سے ہی ممکن ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا کہ جس نے ہمیں ان راستوں کو طے کرنے کیلئے پیدا کیا ہے ضروری ہے کہ ان کا علم اور معرفت بھی ہمیں عطا کرے.....

اجتماعی اور اخلاقی مسائل میں رہبری کی ضرورت

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے وجود میں عقل و دانائی کے علاوہ ایک اور قوت بھی موجود ہے کہ جس کا نام ''غرائز اور میلانات'' ہیں: غریزہ خود پسندی، غریزہ خشم و غضب، غریزہ شہوت اور اس قسم کے دیگر میلانات و رجحانات۔

بلاشک وشبہ اگر ہم اپنے ان غرائز کو بے مہار چھوڑ دیں تو ہماری عقل اور دانائی قید ہوجائے گی اور انسان تاریخ کے ظالم اور جابر لوگوں کی طرح ایسے بھیڑیے کی شکل اختیار کرلے گا کہ جو ہر اعتبار سے جنگل کے بھیڑیوں سے بھی خطرناک تر ہے۔

ہم اخلاقی تربیت کیلئے ایک تربیت کرنے والے استاد کے محتاج ہیں ایک ''نمونہ'' اور ''اسوۃ'' کے محتاج ہیں تاکہ قانون ''محاکات''(۱) کے تحت اس کی گفتار و رفتار کے مطابق

---

۱) محاکات ایک دوسرے سے مشابہ ہونا۔ کسی چیز یا حالت کی نقل کرنا۔ پس جس سے مشابہ ہونے کی انسان کوشش کرے اور جس ہستی کی نقل کرے اسے نمونہ اور اسوہ ہونا چاہیئے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عمل کر سکیں یہ ضروری ہے کہ ایک کامل اور تربیت یافتہ انسان اس خطرناک اور نشیب و فراز سے پر راستے میں ہمارا ہاتھ پکڑے اور ہمیں غرائز کے طوفان سے بچائے، اخلاقی فضائل کے اصولوں کو اپنے عمل اور گفتار سے ہمارے دل و جان پر نقش کر سکے'' شجاعت و توانائی، انسان دوستی، مروت، درگذر کرنا، وفاداری، سچائی، امانتداری اور پاک دامنی کو ہماری روح میں پروان چڑھائے۔

آیا انبیاءؑ معصومین کے علاوہ کوئی ایسا مربی اور رہنما ہمیں مل سکتا ہے؟ اس دلیل کے بعد ممکن نہیں ہے کہ ہمارا مہربان اور ہر شیء پر قدرت رکھنے والا خدا ہمیں اس قسم کے رہنماؤں سے محروم رکھے۔

(اس بحث کا باقی حصہ آئندہ سبق میں پڑھیں)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) آپکا علم ودانش جس قدر بھی زیادہ ہوجائے کیا آپ یہ احساس کرتے ہیں کہ آپ کی جہالت آپ کے علم کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے؟ مثال دیجیے۔

۲) کیا آپ اندھی تقلید اور انبیاءؑ کی اطاعت و پیروی کے درمیان فرق واضح کرسکتے ہیں؟

۳) اگر ہم کسی رہنما کے بغیر ایک غیر معلوم راہ کو اختیار کریں تو ہمیں کن خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا؟

۴) ہم انبیاءؑ کی رہنمائی کے کس قدر محتاج ہیں وضاحت کیجیے؟

۵) کیا آپ یہ بتاسکتے ہیں کہ اس درس کے پڑھنے کے بعد کونسی ایسی شیء باقی رہ گئی ہے جو آئندہ سبق میں کہی جائیگی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دوسرا سبق

اجتماعی قانون گذاری کیلئے انبیاء کے وجود کی ضرورت

ہم گذشتہ سبق میں ''تعلیم'' اور ''تربیت'' کے حوالے سے وجود انبیاءؑ کی ضرورت کے بارے میں جان چکے ہیں اب ہم اجتماعی قوانین کیلئے انبیاءؑ کے اہم کردار کے بارے میں بحث کریں گے۔

ہم جانتے ہیں کہ انسانوں کی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت کہ جو اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں نظر آتی ہے اور اس کی تمام تر ترقی کا باعث ہے یہی مصروف اجتماعی زندگی ہے۔

بلاشک وتردید اگر انسان ایک دوسرے سے جدا زندگی گذارتے تو آج بھی اس کی فکری سطح اور تہذیب وتمدن پتھر کے زمانے کے انسان جیسی ہی ہوتی!

جی ہاں یہ اجتماعی تلاش اور کوشش کا نتیجہ ہی ہے کہ رسم ورواج اور تہذیب وتمدن کا چراغ روشن ہے اور یہ اجتماعی کوشش کا ہی نتیجہ ہے کہ نئے نئے علمی انکشافات اور اختراعات ہمارے سامنے موجود ہیں مثال کے طور پر اگر ہم چاند تک پہنچے کے سفر کو دیکھیں تو یہ کام ایک یا چند بڑے دانشمندوں کی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ لاکھوں علماء اور دانشمندوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے ہزاروں سال کے مطالعات، انکشافات اور تجربات کا نتیجہ ہے کہ انسان اس عظمت تک پہنچ سکا۔

یا اگر ایک انتہائی ماہر ڈاکٹر ہمارے زمانے میں ایک مردہ انسان کے قابل استفادہ دل کو نکال کر کسی دوسرے قریب المرگ انسان کے سینے میں لگا کر اسے حتمی موت سے ایک عرصے تک کیلئے بچا لیتا ہے تو یہ ہزاروں بلکہ لاکھوں ڈاکٹروں، طبیبوں اور جراحوں کے طویل تجربات کا نتیجہ ہے کہ جو اساتذہ سے شاگرد در شاگرد منتقل ہوئے ہیں۔

لیکن ان تمام تر اچھائیوں اور برکات کے باوجود اجتماعی زندگی میں بہت سی مشکلات بھی حائل ہیں اور وہ انسانوں کے باہمی منافع اور حقوق کا آپس میں متصادم ہونا اور نتیجہ میں جنگ و جدال کا وجود میں آنا ہے۔

اس مقام پر ہمارے لیے قواعد و ضوابط، قوانین اور ایک منظم پروگرام کی ضرورت واضح ہو جاتی ہے، قوانین ہماری تین بڑی مشکلات کو حل کر سکتے ہیں:

۱) اجتماع اور معاشرے کے حوالے سے ایک انسان کی ذمہ داریوں اور ایک فرد کے حوالے سے معاشرہ کی ذمہ داریوں کو قوانین ہی واضح کرتے ہیں اور ان کی صلاحیتوں کو نکھارتے اور کوششوں کو مربوط رکھتے ہیں۔

۲) قانون ہی افراد کے اپنے وظائف کی انجام دہی پر ایک حد تک ضروری نگرانی کیلئے راہ ہموار کرتا ہیں۔

۳) قانون ہی مختلف افراد کو ایک دوسرے کے حقوق پامال کرنے سے روکتا ہے اور مختلف گروہوں کے آپس میں تصادم اور معاشرہ کو ہرج و مرج سے بچاتا ہے اور کسی بھی زیادتی کی صورت میں زیادتی کرنے والے کیلئے مناسب سزاؤں کا تعین کرتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بہترین قانون ساز کون ہے؟

اب ہمیں جاننا چاہیے کہ انسانی ضروریات کے مطابق بہترین قوانین کون بنا سکتا ہے؟ ایسے قوانین کہ جو مندرجہ بالا تینوں اصولوں کے مطابق ہوں یعنی نہ صرف افراد کی ذمہ داریوں کو معیّن کریں بلکہ فرد اور اجتماع کے حقوق بھی روشن کریں اور نا صرف ان کے تمام کاموں پر مکمل نگران ہوں بلکہ زیادتی کرنے والوں کا احتساب بھی کریں۔

ہم یہاں پر ایک سادہ سی مثال بیان کرتے ہیں: انسانی معاشرے کو ہم ایک بہت بڑی ٹرین اور قانون ساز ادارے کو اس کے انجن (Engine- Locomotive) سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جو اس بہت بڑی ٹرین کو حرکت میں لاتا ہے قانون ایک آہنی ریلوے لائن کی طرح ہے جو اس گاڑی کو اس کے اصلی ہدف تک پہنچانے کیلئے مددگار ثابت ہوتا ہے یعنی ایک ایسا راستہ ہے جو مختلف پیچ وخم اور نشیب وفراز سے گذرتا ہے، ایک ریلوے لائن کیلئے درج ذیل خصوصیات کا ہونا ضروری ہے: جس زمین سے گاڑی نے گذرنا ہو وہ اس کے بوجھ کو برداشت کر سکے لائن کے دونوں خطوط کے درمیان انجن کے پہیوں کے فاصلے کے مطابق انتہائی دقیق اور مناسب فاصلے کا ہونا ضروری ہے اسی طرح راستے میں آنے والوں غاروں کی دیواریں اور بلندی گاڑی کی بلندی کے مطابق ہوں، راستے کے نشیب وفراز اس قدر سخت اور زیادہ نہیں ہونے چاہیئے کہ گاڑی کی بریکیں اور ان کا پریشر اس کا ساتھ نہ دے سکیں اسی طرح پہاڑوں کے اطراف سے پتھروں کا گرنا، کھائیوں کے ان کناروں کا گرنا جہاں سے گاڑی گزرتی ہے اور سیلاب کو مدنظر رکھنا ضروری ہے تا کہ گاڑی صحیح وسالم اس راستے کو طے کر سکے، اس مثال کے بعد ہم انسانی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

معاشرے کی بحث کی طرف لوٹتے ہیں وہ قانون ساز جو چاہتا ہے کہ انسانوں کیلئے بہترین قانون بنائے اس میں درج ذیل خصوصیات کا ہونا ضروری ہے:

۱) نوع انسان اور انکی غرائز، مشکلات اور ضروریات کو مکمل طور پر جانتا ہو۔

۲) انسانوں کی تمام تر توانائی اور استعداد کو مدنظر رکھے اور ان کو نکھارنے کیلئے قوانین اجراء کرے۔

۳) ہر قسم کے وہ حوادث جو کہ ممکنہ طور پر معاشرے کو پیش آسکتے ہیں اور اسی طرح ان کا عکس العمل، ان کیلئے قبل از وقت آگاہی حاصل کرے۔

۴) معاشرے سے اسکے کسی بھی قسم کے منافع مربوط نہ ہوں تاکہ قوانین بناتے وقت وہ اپنے یا اپنے رشتہ داروں یا اپنی جماعت کے منافع کی طرف متوجہ نہ ہو۔

۵) ضروری ہے کہ یہ قانون ساز مستقبل کی انسانی ترقی یا نقصان سے مکمل طور پر آگاہ ہو۔

۶) ضروری ہے کہ یہ قانون ساز خطا، اشتباہ اور ہر قسم کی بھول چوک سے بچا ہوا ہو۔

۷) ضروری ہے کہ یہ قانون ساز اتنی طاقت اور قدرت رکھتا ہو کہ معاشرے کے کسی بھی فرد کی قدرت اور طاقت سے نہ ڈرے اور ہر حال میں انتہائی مہربان، غمخوار اور خیر خواہ ہو۔

یہ شرائط کس میں موجود ہیں؟

آیا انسان بہترین قانون ساز ہوسکتا ہے؟

آیا آج تک کسی نے انسان کو مکمل طور پر پہچانا ہے؟ حالانکہ ہمارے زمانے کے ایک

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بڑے دانشور نے انسان کے متعلق ایک مفصل کتاب لکھی ہے اور اس کا عنوان ''انسان موجود ناشناختہ'' (یعنی انسان کہ جسے آج تک پہچانا نہیں جاسکا) رکھا ہے۔

کیا انسانی روح، اس کے میلانات، غرائز اور اسکے لطیف جذبات کو مکمل طور پر پہچان لیا گیا ہے؟

کیا انسان کی جسمی اور روحی ضروریات کو خدا کے علاوہ کوئی ہستی جانتی ہے؟

کیا آپ عام انسانوں کے درمیان کسی ایسے شخص کو تلاش کر سکتے ہیں کہ جس کے اس معاشرے سے کسی بھی قسم کے فوائد منسلک نہ ہوں؟

کیا کوئی ایسا شخص جو ہر قسم کی خطا اور اشتباہ سے پاک اور انسان و معاشرے کے تمام مسائل اور احتیاجات سے مکمل آگاہ ہو کیا آپ اسے ان عام انسانوں میں ڈھونڈ سکتے ہیں؟

لھذا خدا اور وہ شخص جو وحی کے ذریعہ خدا سے ارتباط رکھتا ہو ان کے علاوہ کوئی بھی شخص مکمل اور بہترین قانون ساز نہیں ہوسکتا۔

لھذا ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ خدا نے جب انسان کو کمال کے تمام مراحل طے کرنے کیلئے پیدا کیا ہے تو ضروری ہے کہ وہ اس کی ہدایت کیلئے ایسے افراد کو معمور فرمائے جو تمام الٰہی و آسمانی قوانین کی تعلیم انسان کو دے سکیں اور جب انسان جان لیں گے کہ فلاں قانون خدا کا قانون ہے تو وہ زیادہ اعتماد اور اطمینان کیساتھ اس پر عمل کر سکیں گے بالفاظ دیگر یہ آگاہی اس بات کی ضامن ہے کہ ان قوانین پر زیادہ سے زیادہ عمل کیا جائے گا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

توحید اور نبوت کے درمیان رابطہ

اس نکتے کی طرف متوجہ کرنا ضروری ہے کہ نظام خلقت بذات خود الٰہی پیغمبروں کے وجود اور ان کی رسالت پر ایک زندہ گواہ ہے۔

اگر ہم اس کائنات کے حیرت انگیز نظام پر ایک نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ خدا نے تمام موجودات کی ضروریات کا اپنے لطف و کرم کے ساتھ خیال رکھا ہے مثلاً اگر ہمیں دیکھنے کیلئے آنکھیں دی ہیں تو ان کی حفاظت اور روشنی کو مناسب اور صحیح منعکس کرنے کیلئے پلکیں بھی عطا کی ہیں۔

آنکھوں کے گوشوں میں آنسو کے غدود پیدا کیے تا کہ ان کی سطح کو مرطوب رکھیں کیونکہ آنکھوں کا خشک ہونا ان کے ختم ہونے کا باعث بنتا ہے اور پھر آنکھوں کے اندر انتہائی باریک سوراخ بنائے تا کہ اضافی پانی کو ناک کے اندر گرا سکیں اگر یہ باریک سوراخ نہ ہوتے تو وہ آنسوؤں کے مسلسل قطرے ہمارے چہرے پر بہتے رہتے، آنکھ کی پتلی کو اس قدر حساسیت عطا کی کہ وہ خود بخود تیز یا کمزور روشنی کے مقابلے میں تنگ یا کشادہ ہو جاتی ہے تا کہ حسب ضرورت روشنی آنکھ میں پہنچے اور آنکھ کو صدمہ نہ پہنچے، آنکھ کے دائرے کے اطراف میں ایسے مختلف عضلات بنائے کہ سر اور جسم کو حرکت دیئے بغیر آسانی کے ساتھ آنکھ کو ہر طرف گھما کر دیکھا جا سکتا ہے۔

ایک ایسا خدا جو انسان کی ضروریات کا اس قدر خیال رکھتا ہے کیا ممکن ہے کہ وہ انسان کو ایک ایسے معصوم اور قابل اطمینان رہبر و راہنما سے محروم رکھے کہ جو خدا کی وحی سے رہنمائی حاصل کرتا ہو؟!

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مشہور و معروف فلسفی بوعلی سینا، اپنی مشہور کتاب ''شفا'' میں تحریر فرماتے ہیں:

انسان پلکوں، ابرو اور پاؤں کے درمیان خالی جگہ کا اتنا محتاج نہیں ہے کہ جتنا اپنی بقاء اور کمالات کے حصول کیلئے انبیاء کی بعثت کا محتاج ہے لھذا یہ ممکن نہیں ہے کہ خداوند متعال ایک ضروری چیز کو تو پیدا کرے لیکن اس سے زیادہ لازمی چیز کو پیدا نہ کرے!

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) انسان کی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت کیا ہے؟

۲) انسان قانون کے بغیر زندگی کیوں نہیں گذار سکتا؟

۳) ایک واضح اور روشن مثال کے ذریعے ثابت کریں کہ انسانی زندگی کیلئے کسی قانون اور ضابطے کی کیا اہمیت ہے؟

۴) ایک اچھے قانون ساز کیلئے کن صفات کا ہونا ضروری ہے؟

۵) انبیاءؑ کا انسانوں میں سے ہی ہونا کیوں ضروری ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تیسرا سبق

انبیاءؑ کیوں معصوم ہیں؟

گناہ اور خطاء سے پاک ہونا

بلاشک وشبہہ ہر نبی کیلئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ لوگوں کا یوں اعتماد حاصل کرے کہ اس کی گفتار میں کسی بھی قسم کے جھوٹ یا خطاء کا شائبہ تک نہ رہے وگرنہ اس کی رہبری ورہنمائی متزلزل ہوجائے گی۔

اگر انبیاءؑ معصوم نہ ہوں تو بہانہ باز قسم کے لوگ ''اس وجہ سے کہ انبیاء غلطی کرتے ہیں'' اور حقیقت کے متلاشی افراد انبیاء کے دعویٰ میں متزلزل ہونے کی وجہ سے یا تو ان کی دعوت پر لبیک نہیں کہیں گے یا کم از کم گرمجوشی سے اسے قبول نہیں کریں گے۔

اس دلیل کو ہم ''دلیل اعتماد'' کا نام دے سکتے ہیں اور یہ دلیل عصمت انبیاء کے دلائل میں سے ایک اہم ترین دلیل ہے۔

بالفاظ دیگر: یہ کیسے ممکن ہے کہ خداوند متعال ایسے شخص کی اطاعت کا حکم دے جو کسی شرط اور قید کے بغیر ہو اور عین ممکن ہے خطا کار ہو یا گناہ کا ارتکاب کرے، کیا ایسی صورت میں لوگ اس کی اطاعت کر سکتے ہیں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اگر اطاعت کریں گے تو گویا انہوں نے خطاء اور گناہ کی اتباع کی، اور اگر نہ کریں تو انھوں نے رہبری کے مقام کو تسلیم نہیں کیا خصوصاً اس وجہ سے کہ انبیاء کی رہبری کا مقام دیگر افراد سے مکمل طور پر مختلف ہے کیونکہ لوگ اپنا عقیدہ اور زندگی کے رہنما اصول انھیں انبیاء سے ہی لیتے ہیں۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ جب بڑے بڑے مفسران قرآن اس آیہ مبارکہ:

"اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" (نساء آیت ۵۹)

خدا کی اطاعت کرو رسول خدا اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔

پر پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں بغیر کسی شرط اور قید کے اطاعت کا حکم اس بات کی دلیل ہے کہ نا صرف انبیاء معصوم ہیں بلکہ اولی الامر بھی معصوم ہیں اور اولی الامر سے مراد نبی اکرم کی طرح معصوم آئمہ ہیں وگرنہ خداوند متعال ہرگز بغیر کسی قید اور شرط کے ان کی اطاعت کا حکم نہ دیتا۔

ایک اور طریقے سے بھی ہم انبیاء کا ہر گناہ سے پاک و معصوم ہونا ثابت کر سکتے ہیں اور وہ یہ کہ "انبیاء" میں ہر قسم کے گناہ کے عوامل شکست خوردہ ہیں"۔

یعنی جب ہم اپنے نفوس کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ہم بعض گناہوں اور برے و ناپسندیدہ کاموں کے مقابلے میں تقریباً معصوم ہیں۔

زیادہ وضاحت کیلئے درج ذیل مثالوں میں غور فرمائیں:

کیا آپ کوئی ایسا عقل مند آدمی تلاش کر سکتے ہیں جو آگ کو کھانے کیلئے فکر مند ہو؟ یا کوڑا کرکٹ اور گندگی چبانے کی فکر میں ہو؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیا کوئی ایسا باشعور انسان تلاش کیا جاسکتا ہے جو مکمل طور پر برہنہ ہوکر گلیوں اور بازاروں میں گھومے؟

یقیناً جواب نفی میں ہوگا اور اگر کسی کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھیں گے تو ہمیں یقین ہوجائے گا کہ وہ نارمل انسان نہیں ہے اور کسی نفسیاتی بیماری کا شکار ہوکر اپنی عقل سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے وگرنہ کسی عقل مند انسان سے ایسا اقدام محال ہے۔

جب ہم اس قسم کے حالات وواقعات کے متعلق غور وفکر کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان عادات واعمال کا غیر معقول اور پست ہونا اس قدر واضح ہے کہ کوئی بھی شخص ان کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔

اب ہم یہاں ایک مختصر جملے کے ذریعے اس حقیقت کو مجسم کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ ہر عقل مند اور صحیح وسالم شخص بعض برے اور ناشائستہ کاموں کے مقابلہ میں ''محفوظ'' یا بالفاظ دیگر ''عصمت'' رکھتا ہے۔

اس سے کچھ آگے بڑھتے ہیں، انسانوں میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ان ناشائستہ کاموں سے اس قدر پرہیز کرنے والے ہیں کہ عام انسان اس قسم کی احتیاط سے عاری ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک ماہر طبیب جو کہ جراثیم (Microbe) کی مختلف اقسام سے واقف ہے کبھی بھی اس بات پر آمادہ نہیں ہوگا کہ وہ ایک ایسا پانی پیے جو کہ خطرناک قسم کے جراثیموں سے آلودہ ہو جبکہ ایک ان پڑھ اور جاہل انسان اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔

اس سادہ سے تجزیہ کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انسان کی علمی سطح اور آگاہی جتنی بڑھے گی اتنا ہی زیادہ وہ خطا واشتباہ سے محفوظ رہے گا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پس اس حساب سے اگر کوئی شخص ایمان اور معلومات کے اعتبار سے جتنا زیادہ بلند ہوتا چلا جائیگا اور خدا اور اس کی عدالت پر اعتقاد کا عالم یہ ہوگا کہ گویا وہ ان دونوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے حاضر و ناظر دیکھ رہا ہوگا تو یقیناً وہ اپنے آپ کو تمام گناہوں سے محفوظ رکھے گا اور ہر برا عمل اس کے نزدیک ایسے ہی ہوگا جیسے ہماری نظر میں بازار میں مادرزاد ننگا گھومنا۔

اس کے نزدیک حرام مال ایسے ہی آگ کا شعلہ ہوگا جیسے ہمارے نزدیک حقیقی آگ کہ جسے ہم اپنے منہ کی طرف نہیں لے جاتے وہ بھی حرام مال کو اپنے منہ کی طرف نہیں لے جائے گا۔

اس تمام گفتگو سے یہ نتیجہ نکلا کہ انبیاء اپنے علم و آگاہی اور کامل ایمان کی وجہ سے گناہوں کے تمام عوامل کو کنٹرول میں کر لیتے ہیں کہ جس کے نتیجے میں گناہ کا خواہ کتنا ہی بڑا عامل پیش آئے ان کی عقل و ایمان پر حاوی نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ انبیاء معصوم ہیں اور گناہوں سے منزہ و مبرا ہیں۔

عصمت کا مقام کیسے باعث فضیلت ہو سکتا ہے؟

بعض ایسے لوگ جو کہ عصمت کے مفہوم اور گناہوں سے بچانے والے عوامل سے آگاہ نہیں ہیں وہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر خدا کسی کو گناہ سے روک دے اور اس میں ہر قسم کے گناہ کے عوامل ختم کر دے تو یہ چیز اس شخص کیلئے باعث فضیلت نہیں ہے! یہ ایک اجباری عصمت ہے اور زبردستی کی عصمت کو کسی بھی قسم کی فضیلت شمار نہیں کیا جا سکتا، لیکن جو توضیحات ہم ذکر کر چکے ہیں ان سے اس اعتراض کا جواب واضح ہو جاتا ہے کہ: انبیاء کی عصمت میں کسی بھی قسم کا اجباری پہلو نہیں پایا جاتا بلکہ ان کا انتہائی قوی ایمان و کامل یقین،

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آگاہی و شناسائی اور فوق العادۃ علم اس بات کا موجب بنا ہے کہ عصمت کی ایک عظیم فضیلت انہیں حاصل ہوئی ہے۔

اگر باہوش اور آگاہ طبیب بیماری کے تمام عوامل سے شدت کے ساتھ پرہیز کرے تو کیا یہ اس کے مجبور ہونے کی دلیل ہے؟

اگر کوئی صحت کے اصولوں کا اس حد تک خیال رکھے تو کیا یہ اس کی فضیلت شمار نہیں ہوگی؟

اگر ایک قانون فہم شخص کسی جنایت کے عدالت میں ہولناک نتائج کو جانتے ہوئے اس سے سختی سے پرہیز کرتا ہے تو کیا یہ اس کی فضیلت شمار نہیں ہوگی؟

پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ انبیاء کا معصوم ہونا نا صرف ان کے اختیار میں ہے بلکہ ان کیلئے ایک بہت بڑی عظمت بھی ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) معصوم ہونے کی کتنی اقسام ہیں؟

۲) اگر انبیاء معصوم نہ ہوتے تو کیا مشکلات پیش آ سکتی تھیں؟

۳) عصمت کا حقیقی مقام کیا ہے؟

۴) سبق میں مذکورہ مثالوں کے علاوہ ایسی مثالیں ذکر فرمائیں کہ جن میں تمام افراد یا بعض افراد معصوم ثابت ہو سکیں؟

۵) انبیاء کی عصمت اجباری ہے یا اختیاری؟ دلیل پیش کریں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چوتھا سبق

پیغمبر کی شناخت کا بہترین راستہ

بلا شک وشبہہ ہر مدعی کے دعوی کو قبول کرنا عقل اور منطق کے خلاف ہے۔

خداوند متعال کی طرف سے نبوت ورسالت کا دعویٰ کرنے والا شخص ممکن ہے کہ سچا ہو، لیکن یہ احتمال اپنی جگہ موجود ہے کہ فرصت طلب اور دغا باز قسم کا انسان سچے انبیاءؑ کی جگہ لینے کی کوشش کرے لھذا ضروری ہے کہ ایک ایسا یقینی وقطعی معیار ہمارے پاس ہونا چاہیئے کہ جس کے ذریعے انبیاءؑ کے دعویٰ کی حقیقت اور ان کا خدا سے رابطہ ہمیں معلوم ہو سکے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے ہمارے پاس مختلف راستے ہیں جن میں سے دو اہم راستے درج ذیل ہیں:

۱) پیغمبرؐ کے دعویٰ سے متعلق دقیق تجزیہ اور اسکی حقیقت پر مختلف قرائن کی جمع آوری۔

۲) معجزہ اور خارق عادہ کام۔

ہم پہلے معجزے کے متعلق گفتگو کرتے ہیں کہ:

بعض ایسے افراد بھی موجود ہیں جو "معجزہ" کا لفظ سن کر تعجب کرتے ہیں یا معجزات کو کوئی قصہ کہانی یا افسانہ سمجھتے ہیں حالانکہ اگر معجزہ کے دقیق علمی معنی پر غور وفکر کیا جائے تو یہ تمام

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تصورات اشتباہ محض کے علاوہ کچھ نہیں ہیں۔

معجزہ کوئی ایسا عمل نہیں ہے کہ جو غیر ممکن یا کسی علت کے بغیر ہو بلکہ سادہ الفاظ میں معجزہ اس خارق عادت عمل کا نام ہے کہ جو عادی و معمولی افراد کی قدرت میں نہیں ہوتا بلکہ معجزہ طبیعت سے مافوق طاقت کے ذریعے ہی امکان پذیر ہے۔

اسی لیے معجزہ کیلئے درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

۱) ایسا کام جو ممکن اور قابل قبول ہو۔

۲) عام یا صاحب کمال انسان صرف انسانی طاقت کے ذریعے اس کو انجام دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

۳۔ معجزہ لانے والا شخص اپنے کام کے متعلق اتنا مطمئن ہو کہ دوسروں کو مقابلے کی دعوت دے سکے۔

۴) کوئی بھی شخص اس جیسا کام نہ کر سکے جیسا کہ معجزے کے نام سے واضح ہے کہ تمام افراد اس کے مقابلے میں عاجز ہو جائیں۔

۵) ضروری ہے کہ معجزہ دعویٰ نبوت یا امامت کے مطابق ہو "لھذا وہ خارق عادت کام جو انبیاءؑ اور ائمہ کے علاوہ دیگر افراد انجام دیتے ہیں انھیں معجزہ کی بجائے "کرامت" کہا جاتا ہے۔

چند روشن نمونے

ہم سب جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات میں سے ایک معجزہ مردوں کو زندہ کرنا اور نا قابل علاج مریضوں کو صحت یاب کرنا تھا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیا ہمارے پاس کوئی ایسی علمی اور عقلی دلیل موجود ہے کہ انسان کے جسم سے جب روح خارج ہو جاتی ہے تو دوبارہ زندگی کی طرف لوٹ نہیں سکتا؟

کیا ہمارے پاس ایسی علمی اور عقلی دلیل موجود ہے کہ سرطان کی بیماری کیلئے کوئی علاج نہ ہو؟ حالانکہ ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں ہے! البتہ بغیر کسی شک وشبہ کے موجودہ زمانے کی تمام تر ترقی کے باوجود انسان اب تک مردوں کو زندہ کرنے یا بہت سی بیماریوں کے علاج سے عاجز ہے چاہے دنیا کے تمام ڈاکٹرز مل کر اپنے تجربات اور معلومات سے مدد ہی کیوں نہ لیں۔

لیکن دوسری طرف کوئی مانع نہیں ہے کہ ایک انسان الٰہی قوت اور علم خدا کے بیکران سمندر سے خصوصی آگاہی کے بعد ایک مخفی اشارے کے ذریعے بھی روح کو واپس جسم میں لاسکتا ہے اور لاعلاج مریضوں کو شفا بخش سکتا ہے!

علم تو یہی کہتا ہے کہ نہ تو ہمیں معلوم ہے اور نا ہی ہم اس کی طاقت رکھتے ہیں لیکن علم اس کام کو ناممکن اور غیر معقول قرار نہیں دیتا۔

دوسری مثال:

چاند کا سفر ایک خلائی جہاز کے بغیر کسی بھی انسان کیلئے ممکن نہیں ہے لیکن کوئی مانع نہیں ہے کہ ہماری طاقت سے زیادہ طاقتور اور ہمارے سائنسی آلات وخلائی جہازوں سے زیادہ دقیق آلات کسی کی دسترس میں ہوں اور وہ ان خلائی جہازوں کی مدد کے بغیر ہی چاند یا دوسرے ستاروں پر پہنچ جائے۔

دراصل اگر کوئی شخص اس قسم کے خارق عادت کام انجام دے اور ساتھ ہی ساتھ نبوت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کا بھی دعوی کرے اور لوگوں کو بھی اپنے مقابلے پر بلائے لیکن لوگ اس کے مقابلے سے عاجز ہوں تو ہمیں یقین ہو جائے گا کہ وہ خدا کا بھیجا ہوا ہے۔

کیونکہ ممکن نہیں ہے کہ خداوند متعال ایک جھوٹے شخص کو اتنی قدرت اور طاقت عطا کردے کہ وہ اس کے بندوں کی گمراہی کا باعث بنے۔

معجزات کو خرافات سے نہیں ملانا چاہیئے

افراط اور تفریط ہمیشہ فساد و تباہی اور حقیقت کا چہرہ بگاڑنے کا سبب بنتے ہیں، معجزہ سے متعلق بھی یہ بات صادق آتی ہے، حالانکہ بعض روشن فکر ہونے کے دعویدار افراد واضح طور پر یا اشارے و کنایے کے ساتھ ہر قسم کے معجزے کا انکار کرتے ہیں جبکہ لوگوں کا ایک اور گروہ زیادہ سے زیادہ معجزات کو تخلیق کرنے کی فکر میں رہتا ہے ضعیف خبروں اور منحرف کر دینے والے افسانوں (کہ جو بعض اوقات دشمن کی طرف سے پھیلائے گئے ہوتے ہیں) کو معجزات سے خلط ملط کر دیتا ہے اور حقیقی پیغمبروںؑ کے علمی معجزات کو اپنے بنائے ہوئے افسانوں اور توہمات کا لباس پہنا دیتا ہے۔

جب تک حقیقی معجزات اس قسم کے جعلی افسانوں سے منزہ نہ ہو جائیں تو اس وقت تک ان کا اصلی چہرہ آشکار نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے کہ ہمارے بزرگ علماء نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ معجزات سے متعلق اسلامی احادیث کو ان افسانوی باتوں سے بچایا جا سکے۔

اسی مقصد کیلئے ''علم رجال'' وجود میں آیا تا کہ احادیث کے راویوں کو اچھے طریقے سے پہچانا جا سکے اور صحیح و ضعیف احادیث کو الگ الگ کیا جا سکے تا کہ توہمات حقائق سے نہ مل جائیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

استعماری اور الحادی قوتوں کی آج بھی یہ کوشش ہے کہ وہ ان بے سروپا باتوں کو صحیح دینی اعتقادات سے مخلوط کردیں اور اس طریقے سے تمام افراد کو حقیقی علم سے دور کردیا جائے، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم دشمن کی ان تخریبی سازشوں سے مکمل طور پر آگاہ رہیں۔

معجزہ کا دوسری خارقِ عادت چیزوں سے فرق

غالباً آپ نے سنا ہوگا کہ بعض شعبدہ باز بعض اوقات خارقِ عادت کام کرتے ہیں بہت سے لوگوں نے یہ عجیب وغریب کام دیکھے بھی ہوں گے یہ افسانہ نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔

یہاں پر یہ سوال پیش آتا ہے کہ آخر ان خارقِ عادت کاموں اور انبیاءؑ کے معجزات میں کیا فرق ہے اور ہمارے پاس ان کی تشخیص کا معیار کیا ہے؟!

اس سوال کے دو واضح جواب یہ ہیں:

۱) اس قسم کے لوگ ہمیشہ محدود کام انجام دیتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی شخص اس بات کیلئے آمادہ نہیں ہوگا کہ آپ کی خواہش کے مطابق خارق عادت کام انجام دے بلکہ وہ صرف ایسا ہی کام انجام دے گا کہ جس کی اس نے بہت زیادہ مشق یا ریاضت کی ہو، اس بات کی دلیل واضح ہے کیونکہ ہر انسان کی طاقت محدود ہے اور وہ صرف ایک یا چند کاموں میں مہارت حاصل کرسکتا ہے۔

لیکن انبیاءؑ کے خارق عادات کام بغیر کسی قید وشرط کے ہیں یعنی لامحدود ہیں وہ کسی بھی طلب کردہ معجزے کو انجام دینے کی قدرت رکھتے ہیں کیونکہ وہ خدا کی بے پناہ قدرت و طاقت سے مدد حاصل کرتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ خدا کی قدرت تمام حدود و قیود سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خارج ہے، جبکہ انسان کی قوت وقدرت بہت ہی محدود ہے۔

۲) ایک شعبدہ باز کا انجام دیا گیا کام دوسرا شعبدہ باز بھی انجام دے سکتا ہے یعنی وہ کام بشر کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک شعبدہ باز خارق عادۃ کام کرنے کے باوجود مقابلے کی دعوت نہیں دیتا یعنی کسی کو چیلنج نہیں کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسی شہر وقریہ میں یا کسی دوسرے شہر میں اس جیسے دیگر افراد بھی موجود ہیں لیکن انبیاءؑ مکمل اطمینان کے ساتھ چیلنج کرتے ہیں اور کہتے ہیں ''اگر زمین کے تمام انسان بھی جمع ہو جائیں تو مجھ جیسا کام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے''

یہی فرق سحر اور جادو پر بھی صادق آتا ہے اور بیان کردہ دونوں باتوں کے بعد ہم معجزہ اور جادو کو ایک دوسرے سے جدا کر سکتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) معجزہ کو معجزہ کیوں کہتے ہیں؟

۲) کیا معجزہ علیت کے قانون سے مستثنیٰ ہے؟

۳) کن طریقوں سے ہم معجزہ کو شعبدہ بازوں کے عمل اور جادو سے جدا کر سکتے ہیں۔

۴) معجزہ کی اصلی شرائط کیا ہیں؟

۵) کیا آپ نے آج تک معجزہ جیسی کوئی چیز دیکھی ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پانچواں درس

پیغمبر اسلامؐ کا سب سے بڑا معجزہ

تمامی اسلامی دانشمندوں کا اس پر اعتقاد ہے کہ قرآن پیغمبر اسلامؐ کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔

اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ سب سے بڑا اس لیے کہ:

۱) قرآن ایک ایسا عقلی معجزہ ہے جو عام لوگوں کی فکر و روح کے مطابق ہے۔

۲) قرآن مجید ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے۔

۳) قرآن ایک ایسا معجزہ ہے کہ چودہ سو سال گذرنے کے باوجود پکار پکار کر کہہ رہا ہے "اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ آسمانی کتاب خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی نہیں ہے تو اس جیسی لے آئیں"!

اس قسم کے چیلنج کو جسے "تحدی" کہا جاتا ہے، قرآن مجید نے چند جگہ پر واضح طور پر دیا ہے ایک جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

"قل لئن اجتمعت الانس و الجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون بمثله و لو کان بعضهم ببعض ظهیرا" (اسراء آیت ۸۸)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہہ دیجیے اگر انسان اور جن سب مل کر اس قرآن کی مثل لانے کی کوشش کریں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے.....

ایک اور جگہ میں قرآن مجید مقابلہ کی دعوت کو آسان کر کے فرماتا ہے:

"ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین" (ہود آیت ۱۳)

کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے "قرآن کو" خود بنایا ہے؟ کہہ دیجیے اگر تم سچے ہو تو اس جیسی خود ساختہ دس سورتیں بنا لاؤ اور اللہ کے سوا، جس جس کو بلا سکتے ہو بلاؤ۔

اسکے بعد مزید فرماتا ہے کہ اگر یہ دعوت قبول نہ کریں تو جان لیجیے کہ یہ آیات خدا کی طرف سے ہیں (سورہ ہود آیت ۱۴)

ایک اور آیۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مقابلے کی شرائط کو کم کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

"وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین" (سورہ بقرہ آیت ۲۳)

پس یہ کتاب (قرآن) جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے اس میں اگر آپ کو شک ہے تو کم از کم اس سورۃ جیسی ایک سورۃ تو لائیں پس خداوند متعال کے علاوہ اپنے گواہوں (اور مفکرین) کو لائیں اگر تم سچ کہتے ہو۔

اسکے بعد والی آیۃ مبارکہ میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ:

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اگر وہ "یعنی کفار" اس کام کو انجام نہ دے سکے اور وہ ہرگز اس کام کو انجام نہیں دے سکتے، تو پس کہہ دیجیے کہ وہ اس آگ سے اپنے آپ کو بچائیں کہ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔

قرآن نے انکار کرنے والوں کو مسلسل مقابلہ کرنے کی دعوتیں دی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خداؐ معجزہ کے مسئلے میں زیادہ تر قرآن ہی پر بھروسہ کرتے تھے اگر چہ اس کے علاوہ چند اور معجزات بھی پیغمبر خداؐ سے نقل ہوئے ہیں اور تاریخ کی کتابوں میں ان کا ذکر ہوا ہے۔

پس چونکہ قرآن ایک زندہ معجزہ ہے اور تمام لوگوں کو اس تک پہنچنے میں کوئی مانع درپیش نہیں ہے لھذا اہم معجزات کی بحث میں "قرآن" کا ذکر ہی کافی سمجھتے ہیں۔

سب لوگ اس چیلنج کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو گئے تھے؟ جالب نکتہ یہاں ہے کہ قرآن مجید نے مخالفین کے میدان مقابلہ میں آنے پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور مختلف ابھارنے والی عبارتوں سے انکو دعوت دی ہے تا کہ کسی کیلئے کوئی عذر نہ رہ جائے جیسے:

اگر آپ سچے ہیں؟ آپ ہرگز نہیں کر سکتے؟..... تمام لوگوں سے مدد لے سکتے ہیں؟ کم از کم اس سورۃ جیسی ایک سورۃ لائیں، اگر آپ انکار کریں گے تو آگ جو جلا دینے والی ہے وہ آپ کے انتظار میں ہے" یہ سب جملے اس واقعیت کو بیان کر رہے ہیں۔

البتہ یہ تمام چیزیں ایک طرف ہیں اور دوسری طرف پیغمبر خداؐ کا اپنے مخالفین کے ساتھ مقابلہ کرنا معمولی بات نہیں تھی اس لیے کہ اسلام نے نہ صرف یہ کہ ان کے مذہب" کہ جس پر وہ سختی سے عمل کرتے تھے" کو خطرے میں ڈال دیا تھا بلکہ انکے اقتصادی اور سیاسی منافع بھی خطرے میں آ گئے تھے، بالفاظ دیگر اسلام کے نفوذ اور ترقی نے ان کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تمام تر زندگی کو درہم برہم کر دیا تھا لھذا وہ مجبور تھے کہ اپنی تمام تر طاقت اور قدرت کے ساتھ میدان میں آ جائیں۔

انہیں چاہیے تھا کہ تمام تر کوشش اور امکان کے ساتھ پیغمبر اسلام کو جواب دینے کیلئے قرآن جیسی چند آیات لے آتے تا کہ نہ تو قران دوبارہ انہیں چیلنج کرتا اور نہ انہیں اپنے مقابل عاجز شمار کرتا اور نہ اس چیز کو اپنی حقانیت پر سند شمار کرتا۔

انھوں نے تمام ان لوگوں سے مدد طلب کی تھی جو اس زمانے کے فصیح و بلیغ لوگ تھے لیکن ہر دفعہ جب وہ قرآن مجید کے مقابلے میں آئے تو انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوئے تاریخ کی کتابوں میں سب کچھ تفصیل سے مذکور ہے۔

ولید بن مغیرہ کی کہانی

وہ لوگ جو قرآن مجید کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے بلائے گئے تھے ان میں ولید بن مغیرہ بھی شامل تھا کہ جسکا کا تعلق قبیلہ بنی مخزوم سے تھا کہ یہ قبیلہ اس زمانے میں عربوں کے درمیان اچھی تدبیر اور عمدہ فکر سے مالا مال تھا۔

لھذا کفار نے اس سے یہ درخواست کی کہ اس چیز کے بارے وہ غور وخوض کرے اور قرآن مجید کی حیرت انگیز اور خارق عادت حد تک نفوذ کرنے والی آیات کے بارے اپنا نظریہ بیان کرے۔

ولید بن مغیرہ نے پیغمبر خداؐ سے درخواست کی کہ قرآن مجید کی کچھ آیات تلاوت فرمائیں پیغمبر اسلامؐ نے کچھ آیات سورۃ مبارکۃ ''حم سجدہ'' سے تلاوت فرمائیں، پس ان آیات کا سننا تھا کہ ولید بن مغیرہ کے دل میں ہیجان واضطراب پیدا ہوا کہ وہ بے اختیار اپنی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بنی مخزوم کی قائم کردہ محفل میں جا پہنچا اور اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ محمد سے میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ جو نہ انسانوں کی گفتار اور نہ جنوں کے کلام کے مانند ہے اور اس کے بعد یہ ولید بن مغیرہ نے اس طرح کہا:

"و ان لہٗ لحلاوۃ و ان علیہ لطلاوۃ و ان اعلاہ لمثمر و ان اسفلہ لمغدق و انہ یعلو و لا یعلی علیہ"

''اس کی گفتار میں مخصوص مٹھاس تھی اور کلام میں ایک خاص قسم کی ایسی خوبصورتی تھی جیسے ایک توانا درخت پر پھل دار ٹہنیاں ہوں اور وہ مضبوط اور محکم کلام ہے جو ہر چیز سے بلند تر ہے اور کوئی بھی چیز اس کلام سے بلند نہیں ہو سکتی۔

ولید بن مغیرہ کا یہ کہنا تھا کہ قریش کہ درمیان آہستہ آہستہ یہ شک پڑنا شروع ہو گیا کہ ولید بن مغیرہ محمد کا چاہنے والا ہو گیا ہے! ابوجہل جلدی میں ولید بن مغیرہ کے گھر پہنچا اور قریش کی یہ بات کہ ولید بن مغیرہ محمد کا چاہنے والا ہو گیا ہے'' اسے کہی اور اس کو دوبارہ قریش کی محفل میں آنے کی دعوت دی۔

ولید بن مغیرہ قریش کی محفل میں دوبارہ پہنچا اور اس نے قریش سے کہا:

۱) کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دیوانہ ہے؟

۲) کیا آپ نے واقعاً آثار دیوانگی اس میں ملاحظہ کیے ہیں؟

حاضرین محفل نے نفی میں جواب دیا پھر ولید بن مغیرۃ نے کہا کہ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتا ہے؟ مگر وہ آپ کے درمیان سچا اور امین مشہور نہیں تھا؟!

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قریش کے بعض سرداروں نے ولید بن مغیرہ سے پوچھا کہ اس کی طرف کونسی نسبت دینی چاہیے؟ ولید بن مغیرہ نے تھوڑی سی فکر کرنے کے بعد کہا کہ آپ اس کو ''ساحر'' کہنا شروع کردیں!

اگر چہ قریش کا پروگرام یہ تھا کہ اس تعبیر ''ساحر'' سے لوگوں میں سے اس گروہ کو ''جو قرآن مجید کے چاہنے والے تھے'' محمدؐ سے دور کردیا جائے لیکن یہ تعبیر ''ساحر'' خود اس بات پر ایک زندہ دلیل تھی کہ قرآن مجید فوق عادت جذب کرنے والی کتاب ہے پس انھوں نے اس قوت جاذبہ کا نام سحر رکھ دیا لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ قرآن کا دور سے بھی سحر سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

قریش نے ہر جگہ یہ نعرہ لگانا شروع کردیا کہ محمدؐ زبردست ساحر ہے اور یہ آیات اس کا سحر ہے، اس سے دور ہو جائیں اور یہ کوشش کریں کہ اس کا کلام نہ سنیں! لیکن ان کی یہ ساری کی ساری سازش تمام تر کوشش کے باوجود ناکام ہوئی اور حقیقت کے متلاشی لوگ جو اردگرد کے علاقوں میں رہتے تھے چونکہ ان کے دل پاک تھے اس لئے وہ گروہ گروہ کی شکل میں قرآن کی طرف آنا شروع ہوگئے اور اس پیغام آسمانی کے آب زلال سے سیراب ہونے لگے، دشمن شکست کھا کر ہٹنے لگے۔

آج بھی قرآن مجید دنیا کے تمام لوگوں کو مقابلہ کی دعوت دے رہا ہے اور چیلنج کررہا ہے کہ اگر تم ان آیات کے بارے میں شک اور تردید کا شکار ہو اور اس کلام کو انسانی ذہن کی اختراع خیال کرتے ہو تو اس جیسا کلام لے آؤ اے ہر قوم وملت کے دانشور! اے فلاسفہ! اے ادیبو! اے مصنفین!

اس بات سے بھی ہم کاملاً آگاہ ہیں کہ اسلام کے دشمن خصوصاً عیسائی پادری جو کہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسلام کو ایک انقلابی مکتب اور عیسائیت کیلئے مضر اور خطرناک خیال کرتے ہیں ہر سال کروڑوں ڈالر اسلام مخالف تعلیمات پر خرچ کرتے ہیں اور یہ کام مختلف فرہنگی، علمی اور صحت وصفائی کے مختلف پروگراموں کی آڑ میں مختلف اسلامی ممالک میں بڑی تیزی اور منظم طریقے سے کر رہے ہیں (اگر وہ اپنے عقیدہ میں سچے ہیں تو) کیا بہتر ہوتا کہ وہ اپنے عیسائی عربوں، دانشمندوں، شعرا، فلاسفہ اور لکھنے والوں کو اس بات کی دعوت دیتے کہ قرآن کی طرح چند سورتیں تیار کر کے لے آؤ تا کہ انہیں پھیلا کر مسلمانوں کو خاموش کیا جائے۔

یہ طے ہے اگر یہ کام ممکن ہوتا تو عیسائی ایسا ضرور کرتے اس کام کو انجام نہ دینا انکی کمزوری اور شکست اور قرآن کے سچا معجزہ ہونے پر دلیل ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) پیغمبر گرامی کا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید کیوں ہے؟

۲) قرآن کس قسم کا چیلنج کر رہا ہے؟

۳) دشمنان قرآن اسکو "سحر" کے نام سے کیوں پکارتے ہیں؟

۴) قرآن مجید "موجودہ مسیحیت" کا سخت رقیب کیوں ہے؟

۵) "ولید بن مغیرہ مخزومی" کی داستان کیا ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چھٹا سبق

اعجاز قرآن کے چند دریچوں کی طرف

حروف مقطعات کیوں؟

ہم جانتے ہیں کہ بہت سی قرآنی سورتوں کا آغاز "حروف مقطعہ" جیسے "الم"، "الر"، "یس" وغیرہ سے ہوا ہے۔

روایات اسلامی کے مطابق ان "حروف مقطعات" کا ایک راز اور فلسفہ یہ ہے کہ خداوند عالم ہمیں بتانا چاہتا ہے کہ قرآن مجید جیسا "بڑا عظیم اور جاودانی معجزہ" کیسے ان معمولی سمجھے جانے والے حروف "الف، با" سے وجود میں آیا ہے اور ایک اتنا بڑا کلام ایسے حروف اور الفاظ سے وجود میں آیا ہے کہ جنکو ایک چند سالہ بچہ بھی پڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اتنے اہم عظیم کام کا اس قسم کے مواد سے وجود میں آنا ہی ایک بڑا "معجزہ" ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ قرآن کس حیثیت سے معجزہ ہے، کیا صرف فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے؟ یعنی "عبارت کی شیرینی، تعبیرات کا سریع الانتقال اور غیر معمولی اثر ونفوذ" یا کسی اور حیثیت سے "معجزہ" ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ ہم قرآن کو جس نظر، زاویے اور دریچے سے دیکھیں قرآن ہر اس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اعتبار سے ''معجزہ'' ہے، جیسے:

۱) فصاحت و بلاغت، اسکے الفاظ اور مفاہیم ایک مٹھاس، غیر معمولی کشش اور عجیب و غریب قوت جاذبہ پر مشتمل ہیں۔

۲) ہر نظر سے اعلیٰ ترین راہنما مضامین، خصوصاً تمام خرافات سے پاک عقائد کا بیان۔

۳) معجزات علمی؛ یعنی قرآن نے ان مسائل سے پردہ اٹھایا ہے کہ جن مسائل کی حقیقت تک آج تک انسان نہیں پہنچ سکا تھا!

۴) آنے والے بہت سے مسائل (و واقعات) کی واضح، صحیح اور دقیق پیشین گوئی (قرآن کی غیبی خبریں)۔

۵) کسی قسم کے تضاد، اختلاف، تفرقہ اور پریشان کن باتوں اور ان جیسے دیگر امور سے قرآن کا پاک ہونا۔

مذکورہ بالا پانچ مسائل کے متعلق بحث مفصل و طولانی ہے لیکن ہم ان چند اسباق میں اس تمام بحث کے چند اہم اور جاذب ترین نکات کا تجزیہ کرتے ہیں:

۱) فصاحت و بلاغت

ہم جانتے ہیں کہ ہر کلام کے دو ''پہلو'' ہوتے ہیں ''الفاظ'' اور ''مطالب''

ہر وہ کلام جو موزون، خوشنما الفاظ مناسب، منظم روان کلمات پر مشتمل ہو اور پیچیدہ اور غیر مناسب عبارات سے پاک ہو اور اسکے جملوں کی ساخت معنی و مراد کو کامل صورت میں زیبائی اور جذابیت کے ساتھ بیان کرے تو اسے فصیح و بلیغ کلام کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید بطور اکمل ان دو خوبیوں اور خصوصیات پر مشتمل ہے یہی وجہ ہے کہ آج تک

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کوئی شخص یہ ہمت نہیں کرسکا کہ وہ اس کی آیات یا سورتوں کے مقابلہ میں کوئی ایسا کلام لاسکے جو اسکی طرح پرکشش ، جذب کرنے والا، مٹھاس سے بھرپور اور خوبصورت انداز کا حامل ہو۔

گذشتہ سبق میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ مشرکین عرب کا فاصل اور منتخب شخص ''ولید بن مغیرہ'' آیات قرآن کو سن کر ہیجان زدہ ہوگیا تھا اور قرآن کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک مدت تک دقیق غور وفکر اور مطالعہ کرتا رہا بالاخر (ناکام ونامراد ہوکر) اس نے سرداران قریش سے کہا کہ وہ (لوگوں سے) کہیں کہ قرآن ''سحر'' اور محمدؐ ''ساحر'' ہیں!

مشرکین متعدد مرتبہ سحر وساحر کی نسبت پیغمبر اسلام کی طرف دیتے رہے اگر چہ وہ اس نسبت کے ذریعے پیغمبر اسلام کی ''مذمت'' کرنا چاہتے تھے مگر درحقیقت وہ آپؐ کی تعریف وستائش کررہے تھے، کیونکہ یہ نسبت اس بات کا اعتراف تھا کہ ''قرآن مجید غیر معمولی اثر ونفوذ رکھتا ہے''!

مشرکین بجائے اسکے کہ اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اسکے معجزہ ہونے کا اقرار کرتے اور اس پر ایمان لے آتے اسے افسانہ سمجھتے ہوئے گمراہی کا شکار رہے اور اسے ''سحر'' قرار دیتے رہے۔

تاریخ اسلام میں ایسے کئی مواقع آئے کہ تند خو اور جھگڑالو قسم کے لوگ جب پیغمبر اسلام کی خدمت میں آتے اور قرآن کی آیات سنتے تو فوراً اپنا مذہب چھوڑ دیتے اور نور اسلام سے انکے دل منور ہوجاتے، یہ واقعات اس چیز کی طرف واضح اشارہ ہیں کہ قرآن مجید کی کشش اور اسکی فصاحت وبلاغت یقیناً ایک معجزہ ہے۔

ماضی بعید کی بجائے موجودہ زمانے کے ماہرین ادبیات عرب کا حال بھی یہی ہے وہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جتنا بھی زیادہ قرآن پڑھیں اور بار بار پڑھیں نا صرف اس تکرار سے نہیں تھکتے ایک روحانی لذت کا احساس کرتے ہیں۔

قرآن کی تعبیرات بہت دقیق اور منظم، بیان کی پاکیزگی اور متانت، ساتھ ہی ساتھ بہت ہی واضح و آشکار اور وقت ضرورت پر بہت ہی محکم اور شکست دینے والی ہیں۔

یہ بات واضح رہے کہ نزول قرآن کے زمانہ کے لوگ ادبی اعتبار سے بہت ترقی یافتہ اور دقیق تھے، یہی وجہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے اشعار آج بھی عربی اشعار کے بہترین نمونے شمار ہوتے ہیں۔

مشہور ہے کہ ہر سال حجاز کے بڑے بڑے ادیب جمع ہوتے تھے اور عکاظ نامی بازار میں جو کہ ایک تجارتی و ادبی مرکز تھا، اپنے بہترین اشعار کو پیش کرتے تھے، پھر انکے کلام سے ایک بہترین شعر کا انتخاب کر کے اسے ''سال کا بہترین شعر'' قرار دیا جاتا اور خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا جاتا تھا، پیغمبر اسلامؐ کے ظہور کے زمانے میں ان اشعار کے ''سات نمونے'' خانہ کعبہ میں موجود تھے اور انہیں ''معلقات سبعہ'' کہا جاتا تھا۔

لیکن قرآن مجید کے نزول کے بعد قرآن کی فصاحت و بلاغت کے مقابلہ میں انکی حیثیت و فصاحت اس قدر پھیکی پڑ گئی کہ بتدریج ان سب اشعار کو نا صرف وہاں سے اتار دیا گیا بلکہ انہیں فراموش بھی کر دیا گیا !۔

مفسران قرآن نے مختلف آیات کی عجیب و غریب باریکیوں کی طرف اپنی اپنی علمی صلاحیت کے مطابق اشارہ کیا ہے، آپ بھی ان تفاسیر کی طرف رجوع کر کے ہمارے ذکر کردہ حقائق کے متعلق زیادہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں اگر قرآن سے آشنائی ہو تو معلوم ہوگا کہ پیغمبر اسلام کا یہ فرمان ذرہ برابر بھی مبالغہ آمیز نہیں ہے کہ:

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ظاهره انيق و باطنه عميق لاتحصى عجائبه و لا تبلى غرائبه :

ظاہر قرآن بہت ہی موزون ومزین اور باطن قرآن بہت ہی کامل وعمیق ہے اسکے عجائب نا قابل شمار اور اسکے عجیب نوادر نا قابل زوال ہیں۔

مکتب قرآن کے سب سے بڑے شاگرد حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

"فيه ربيع القلب و ينا بيع العلم و ما للقلب جلاء غيره"

قرآن دلوں کیلئے بہار ہے، علم ودانش کے چشمے قرآن سے ابلتے ہیں اور قلوب کیلئے قرآن سب سے بڑا صیقل اور انکو جلا بخشنے والا ہے!

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) قرآن کے حروف مقطعات کا فلسفہ کیا ہے؟

۲) قرآن آیا ایک حیثیت سے معجزہ ہے؟ یا ہر اعتبار سے معجزہ ہے؟

۳) پیغمبر اسلام کو مخالفین کیوں ساحر کہتے تھے؟

۴) فصاحت اور بلاغت کے درمیان کیا فرق ہے؟

۵) ''معلقات سبع'' کا کس زمانے سے تعلق ہے اور انکا مطلب کیا ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساتواں سبق

کائنات کے بارے میں قرآن مجید کا نظریہ

بحث کے آغاز میں ضروری ہے کہ ہم اس معاشرہ کا تہذیب وتمدن کے اعتبار سے تجزیہ کریں کہ جہاں قرآن مجید کا نزول ہوا۔

مورخین اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ سرزمین حجاز اس زمانہ میں پسماندہ ترین خطہ تصور کیا جاتا تھا اور عصر جاہلیت کے لوگوں کو نیم وحشی یا وحشی اقوام کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

عقیدہ کے اعتبار سے وہ لوگ بت پرستی میں غرق تھے اور تمام معاشرے پر پتھر یا لکڑی کے بنائے ہوئے بتوں کا منحوس سایہ پھیلا ہوا تھا، مشہور ہے کہ "کھجور" کے بت بنا کر انکے سامنے دوزانو بیٹھ جاتے انکو سجدہ کرتے اور قحط سالی کے موقعہ پر انہیں کھا جاتے تھے!

لڑکیوں سے نفرت کی شدت کا یہ عالم تھا کہ انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے جبکہ فرشتوں کو "خدا کی بیٹیاں" تصور کرتے تھے! اور خدا کو تو ایک عام انسان کے رتبہ پر لے آتے تھے۔

"توحید پرستی اور وحدانیت" پر سخت حیران ہوتے تھے اور جب حضرت پیغمبر اکرمؐ نے انکو دعوت توحید دی تو وہ نہایت تعجب سے کہنے لگے:

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"أجعل الآلهة الٰها واحداً انّ هذا لشيئي عجاب" (سورہ ص آیت ۵)

کیا اس نے بہت سے معبودوں کی جگہ صرف ایک معبود بنالیا؟ یہ تو یقیناً بڑی عجیب چیز ہے۔

جو شخص بھی انکی خرافات، جھوٹے افسانوں اور انکے نظریات کے خلاف بات کرتا اسے "دیوانہ" کہہ کر پکارنے لگتے۔

قبائلی نظام اپنی پوری شدت کیساتھ معاشرے پر چھایا ہوا تھا اور قبائلی اختلافات اس قدر شدید تھے کہ ہمیشہ جنگ کی آگ روشن رہتی تھی اور زمین کو ایک دوسرے کے خون سے رنگین رکھتے تھے، قتل وغارتگری ان کا روزانہ کا معمول تھا اور اس پر وہ فخر کرتے تھے۔

اہم مرکزی شہر مکہ میں پڑھے لکھے افراد کا شمار انگلیوں پر کیا جا سکتا تھا جبکہ دانشمند اور عالم شاذ و نادر ہی پائے جاتے تھے۔

اس قسم کے معاشرے سے ایک شخص "کہ جس نے نہ تو اسکول کا رخ کیا تھا اور نہ ہی کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے تھے" اٹھتا ہے اور ایک ایسی کتاب لیکر آتا ہے کہ چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی علماء و دانشمند اسکی تفسیر میں مشغول ہیں اور ہر دور میں نئے نئے حقائق کا انکشاف کر رہے ہیں۔

قرآن مجید اس کائنات اور اسکے نظام کا انتہائی دقیق اور منظم نقشہ پیش کرتا ہے۔ "توحید" کا مکمل تعارف بھی قرآن کی زبان سے ہی معلوم ہوتا ہے، زمین و آسمان کی تخلیق کے اسرار و رموز، دن و رات، سورج و چاند، جمادات و نباتات اور انسان کی خلقت، غرض یہ کہ ان تمام اشیاء کو خدا کی نشانیوں اور اسکے وجود مبارک کی دلیلوں کے طور پر اپنی مختلف

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آیات میں مختلف انداز، تعبیرات اور تشبیہات سے پیش کرتا ہے۔

بعض اوقات وہ انسان کے وجود کی گہرائیوں میں اتر تا ہے اور وہاں سے اٹھنے والی آواز کے ذریعے ثابت کرتا ہے کہ "توحید" اور "یکتا پرستی" انسان کی فطرت میں داخل ہے۔

"فاذا رکبوا فی الفلک دعوا الله مخلصین
له الدین فلما نجاهم الی البرّ اذا هم
یشرکون" (عنکبوت آیت ۶۵)

وہ جب کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو خلوص کیساتھ پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

اور کبھی عقل و دانائی کے ذریعے استدلال کرتے ہوئے "توحید" کو ثابت کرتا ہے اور اس کائنات اور خود اپنے نفوس میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ زمین و آسمان، حیوانات، پہاڑوں، دریاؤں، بارش کے برسنے، باد نسیم کے جھونکوں اور انسانی جسم و روح کی انتہائی دقیق، منظم اور پیچیدہ تخلیقی اسرار و رموز سے پردہ اٹھاتا ہے۔

خداوند متعال کی صفات کو انتہائی گہرے لیکن دلکش انداز سے پیش کرتا ہے ایک جگہ فرماتا ہے:

"لیس کمثله شیء"

کوئی چیز بھی اسکی مانند نہیں ہے (شوریٰ آیت ۱۱)

جبکہ دوسری جگہ فرماتا ہے:

"هُوَ اللّٰه الذی لا اِله الا هو عَالِمُ الغیب و الشهٰدة

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

هو الرحمن الرحیم(۲۲) هُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُونَ (۲۳) هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ یُسَبِّحُ لَهُ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیزُ الْحَكِیمُ "(۲٤)

(سورہ حشر آیت ۲۲، ۲۳، ۲۴)

وہی اللہ ہے جسکے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ پنہاں اور آشکار چیزوں کا جاننے والا ہے وہی رحمٰن اور رحیم ہے ☆ وہی اللہ ہے جسکے علاوہ کوئی معبود نہیں وہی بادشاہ ہے، نہایت پاکیزہ، سلامتی دینے والا، امان دینے والا، تسلط قائم رکھنے والا، بڑا غالب آنے والا، بڑی طاقت والا، کبریائی کا مالک ہے، پاک ہے اللہ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں ☆ وہی اللہ ہی خالق، پیدا کرنے والا اور صورتگر ہے جس کے لیے حسین ترین نام ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔

خداوند عالم کے "لامحدود علم" کی توصیف ان دلکش الفاظ میں بیان کرتا ہے: اور اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر کے ساتھ مزید سات سمندر مل (کر سیاہی بن) جائیں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہونگے: (سورہ لقمان آیت ۲۷)

خداوند عالم کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کو ایسی اعلیٰ ترین تعبیرات سے پیش کرتا ہے کہ یہ تعبیرات صرف قرآن کا ہی خاصہ ہوسکتی ہیں۔

"وللّٰه المشرق و المغرب فاینما تولوا فثم وجه

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اللہ....."(سورہ بقرہ آیت ۱۱۵)

اور مشرق ہو یا مغرب، دونوں اللہ ہی کے ہیں پس تم جدھر بھی رخ کرو ادھر اللہ کی ذات ہے ۔

"و هو معكم اين ما كنتم و الله بما تعملون بصير "(حدید آیت ۴)

تم جہاں بھی ہو وہ تمھارے ساتھ ہوتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس پر خوب نگاہ رکھنے والا ہے۔

قیامت اور یوم حشر کی بات ہو تو قیامت کا انکار اور تعجب کرنے والے مشرکین کے بارے میں کہتا ہے:

(انسان اپنی خلقت کو بھول کر کہنے لگتا ہے) ان ہڈیوں کو خاک ہونے کے بعد کون زندہ کرے گا؟!

"کہہ دیجئے: انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر قسم کی تخلیق کو خوب جانتا ہے"

"وہی خدا جس نے تمہارے لیئے سبز درخت سے آگ پیدا کی پھر تم اس سے آگ لگاتے ہو (وہی خدا کہ جس نے پانی کے ہمراہ آگ کے شعلہ کو وجود بخشا ہے اس بات پر بھی قادر ہے کہ موت کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرے)۔

"جس نے آسمانوں اور زمین کو (اس تمام تر عظمت کیساتھ) پیدا کیا ہے آیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کرے؟ کیوں نہیں! وہ تو بڑا خالق (اور) دانا ہے"۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(اسکی قدرت کا تو یہ عالم ہے کہ) جب وہ کسی چیز کا ارادہ کر لیتا ہے تو بس اس کا امر یہ ہوتا ہے: ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے (اس قدرت کے بالمقابل انسانوں کا دوبارہ زندہ ہونا، بہت ہی آسان اور معمولی بات ہے) (سورہ یس آیات ۷۸ تا ۸۲)

قرآن لوگوں کے اعمال کے بارے میں یوں کہتا ہے:

"یومئذ تحدث اخبارھا بان ربک اوحی لھا"

(سورہ زلزال آیت ۴، ۵)

اس (خوفناک) دن وہ (زمین) اپنے حالات بیان کرے گی، کیونکہ اسکے رب نے اسے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔

اور کبھی ہاتھ، پاؤں اور بدن کی سخت جلدیں گواہی کا تذکرہ بھی قرآن صراحت کیساتھ کرتا ہے:

"الیوم نختم علی افواھھم و تکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم" (یس آیت ۶۵)

آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیتے ہیں اور ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور انکے پاؤں گواہی دیں گے (اس کے بارے میں جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں)

و قالوا لجلودھم لم شھدتم علینا، قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء..... (سورہ فصلت آیت ۲۱)

"تو وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ جواب دیں گے اسی اللہ نے ہمیں گویائی عطا کی جس نے ہر چیز کو گویائی دی ہے"..... (تاکہ ہم حقائق بتا سکیں)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قرآن مجید کے معارف کی قدر و قیمت اور اسکے مضامین کی عظمت اور ان مضامین کا ہر قسم کی خرافات سے پاک ہونا اس وقت زیادہ واضح ہوجاتا ہے جب ہم اسکا مقایسہ" تحریف شدہ تورات اور انجیل" سے کرتے ہیں مثلاً:

تورات حضرت آدمؑ کی خلقت کے بارے میں کیا کہتی ہے اور قرآن کیا کہتا ہے؟ انبیاء کے واقعات اور داستانیں تورات کس انداز میں پیش کرتی ہے اور قرآن کا انداز بیان کیسا ہے؟

تورات اور انجیل خدا کو کن صفات کیساتھ متصف قرار دیتی ہیں اور قرآن خداوند متعال کی توصیف کیسے بیان کرتا ہے؟

اگر ہم یہ اور ان جیسے دیگر سوالات کے جواب ان کتابوں سے تلاش کریں تو انکے درمیان فرق واضح ہوجاتا ہے۔(۱)

---

۱) مزید وضاحت کیلئے "رہبران بزرگ" نامی فارسی کتاب کا مطالعہ کریں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) وہ محیط جس میں قرآن نازل ہوا اس معاشرہ کی خصوصیات بیان کریں؟

۲) سرزمین حجاز کے اپنے والوں کے افکار پر بت پرستی کے اثرات کیا تھے؟

۳) ''توحید فطری'' اور ''توحید استدلالی'' کے درمیان فرق واضح کریں؟

۴) پروردگار عالم کی معرفت اور اسکی صفات کے بارے میں قرآن مجید کے انداز تخاطب کے چند نمونے بیان کریں۔

۵) کس طریقے سے قرآن مجید اور اسکے مضامین کی خصوصیات کا بہتر احاطہ کیا جاسکتا ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آٹھواں سبق

قرآن اور جدید علمی انکشافات

بلاشک وشبہہ قرآن مجید علوم طبیعیات (Physics) یا طب (Medical) یا علم نفسیات (psychology) یا علوم ریاضی کی کتاب نہیں ہے۔

قرآن مجید ایک انسان ساز اور ہدایت دینے والی کتاب ہے اور ہر وہ چیز جو اس ہدف کیلئے ضروری ہے اس میں موجود ہے۔

ہمیں قرآن مجید کو مختلف علوم کا دائرۃ المعارف یا انسائیکلوپیڈیا (Encyclopaedia) سمجھنے کی بجائے اس سے ایمان وہدایت کا نور، تقوی و پرہیزگاری، انسانیت واخلاق اور نظم وضبط کے قوانین اخذ کرنے چاہئیں اور یہ تمام چیزیں قرآن مجید میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

لیکن قرآن مجید میں علوم طبیعات کے مسائل اور اس کائنات کے حسن واسرار ورموز کو جاننے کیلئے بھی مختلف اشارے اور تعبیرات موجود ہیں خصوصاً ''توحید'' کے متعلقہ ''برہان نظم'' کی ابحاث میں اس کائنات کے اسرار ورموز سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور ایسے ایسے انکشافات کیئے گئے ہیں کہ آج کے ترقی یافتہ زمانے میں بھی سائنسدان ان اسرار کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس قسم کے انکشافات کے مجموعہ کو ہم ''قرآن کے علمی معجزات'' کا نام دے سکتے ہیں، یہاں پر ہم چند علمی معجزات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

قرآن اور قوت جاذبہ کا قانون

مشہور سائنس دان ''نیوٹن'' سے پہلے کسی نے بھی کشش ثقل کے قانون کو مکمل طور پر دریافت نہیں کیا تھا، کہتے ہیں کہ ایک دن نیوٹن سیب کے درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک سیب درخت سے ٹوٹ کر زمین پر گر گیا اس معمولی اور عام سے واقعہ نے اسے فکر کی نئی راہوں سے آشنا کیا اور وہ کئی سال سوچتا رہا کہ یہ کونسی طاقت تھی جس نے سیب کو اپنی طرف کھینچ لیا؟ سیب درخت سے ٹوٹ کر آسمان کی طرف کیوں نہیں گیا؟ اور پھر سالہا سال کی سوچ و بچار کے نتیجہ میں اس نے قانون جاذبہ یا کشش ثقل کا انکشاف کیا جس سے ثابت ہوا کہ دو جسم ایک دوسرے کو مخصوص فاصلہ رکھتے ہوئے کھینچتے ہیں، اس قانون کے انکشاف کی روشنی میں منظم نظام شمسی کو ثابت کیا گیا کہ: بہت بڑے بڑے کرات اپنے اپنے مدار میں سورج کے گرد کیوں گھومتے ہیں؟ وہ مدار سے نکل ایک دوسرے سے ٹکراتے کیوں نہیں؟ یا ایک دوسرے پر گر کیوں نہیں جاتے؟ وہ کونسی قدرت ہے کہ جس نے اس لامتناہی فضاء میں ایک دقیق دائرے کے اندر ان کرات کو گردش کی حالت میں زندہ رکھا ہوا ہے اور وہ سوئی کی نوک کے برابر بھی اسکی خلاف ورزی نہیں کرتے؟!

جی ہاں ''نیوٹن'' نے اس راز کو کشف کیا کہ:

اس دائرہ کی حرکت میں تیزی سے گھومنے والا جسم ایک طرف مرکز سے دور ہوتا ہے اور اسی وقت وہ مرکز کی طرف کھنچا بھی جا رہا ہے یہ قانون دافعہ و جاذبہ نے جسم کو متعادل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حالت میں رکھا ہوا کہ وہ اپنے مدار میں رہنے پر مجبور ہے۔

لیکن ان تمام حقائق کو قرآن مجید سورہ رعد کی دوسری آیت میں چودہ سو سال قبل بیان کر چکا ہے ارشاد خداوند ہے:

"اللہ الذی رفع السّمٰوات بغیر عمد ترونھا ثم استوی علی العرش و سخّر الشمس و القمر کلٌ یجری لاجلٍ مُسمّی یدبّر الامر یفصّل الآیات لعلکم بلقاءِ ربکم توقنون" (سورہ رعد آیت ۲)

اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں (آسمانی کرات) کو تمھیں نظر آنے والے ستونوں کے بغیر (یعنی غیر مرئی ستونوں کیساتھ) بلند کیا پھر اس نے عرش پر سلطنت استوار کی اور سورج اور چاند کو مسخر کیا، ان میں سے ہر ایک مقررہ مدت کے لیے چل رہا ہے وہی امور کی تدبیر کرتا ہے وہی نشانیوں کو تفصیل سے بیان کرتا ہے شاید تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو۔

اسی آیت کے ذیل میں حضرت امام علی بن موسی الرضاؑ سے منقول ایک حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

"الیس اللہ یقول بغیر عمد ترونھا ؟ قلت: بلیٰ، قال: ثم عمد لکن لا ترونھا!"

کیا خدا نہیں فرماتا کہ تمھیں نظر آنے والے ستونوں کے بغیر (ہم نے اسے بلند کیا)؟ راوی کہتا ہے کہ امام کے استفسار کے جواب میں میں نے کہا، جی ہاں، امامؑ نے فرمایا: لھذا ستون موجود ہیں مگر تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔

کیا "قوت جاذبہ" کی وضاحت کرنے کیلئے عربی زبان میں عمد لاترونھا" (اردو میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

غیر مرئی ستون) سے بہتر، واضح اور سادہ تعبیر وجود رکھتی ہے؟!

ایک اور حدیث میں حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں!

"هذا النجوم التی فی السماء مدائن مثل المدائن التی فی الارض مربوطة کل مدینة الی عمود من نور"

آسمان پر موجود یہ ستارے زمین پر موجود شہروں کی طرح (بڑے بڑے) شہر ہیں، اور ہر شہر دوسرے شہر کیساتھ (ہر ستارہ دوسرے ستارے کیساتھ) نور کے ستونوں کے ذریعے جڑا ہوا ہے!

اس جدید دور میں سائنسدان اور ماہرین فلکیات تسلیم کرتے ہیں کہ "آسمان پر موجود ستاروں میں سے کروڑوں ستارے ایسے ہیں کہ جن پر زندگی اور عقل رکھنے والے اجسام موجود ہیں" اگرچہ یہ ستارے ابھی تک انسان کی دسترس میں نہیں ہیں۔

زمین کی اپنے گرد اور سورج کے گرد گردش

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے زمین کی اپنے گرد (اور اپنے مدار میں) حرکت کا انکشاف کیا وہ اٹلی (Italy) کا رہنے والا ماہر فلکیات گالیلو تھا، یہ انکشاف اس نے آج سے تقریباً چار سو سال قبل کیا، اس انکشاف سے قبل تمام ماہرین وعلماء ارضیات و فلکیات مصری دانش مند "بطلیموس" کے نظریہ "ہیئت" پر عمل پیرا تھے، کہ اسکا خیال تھا: کائنات کا مرکز زمین ہے اور تمام سیارے (کرات) اسکے گرد چکر لگا رہے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

البتہ گالیلو کے اس علمی انکشاف پر کلیسا کے طرف داروں نے اس پر کفر کا فتویٰ جاری کر دیا اور وہ اس بات پر مجبور ہوا کہ اپنے اس علمی انکشاف پر معذرت اور اظہار ندامت کر کے موت سے نجات حاصل کرے لیکن اسکے بعد والے علماء نے اسی کے نظریات کی روشنی میں کام کیا اور آج اس علمی انکشاف کو نہ صرف تمام ماہرین صحیح تسلیم کرتے ہیں بلکہ یہ نظریہ سائنسی تجربات سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ زمین اپنے مدار کے گرد حرکت کرتی ہے اور فضاؤں میں پرواز کے ذریعے انسان اپنی آنکھوں سے اس چیز کا نظارہ کر رہا ہے۔

مختصر یہ کہ زمین کی مرکزیت کا نظریہ غلط ثابت ہوا اور معلوم ہوا کہ یہ صرف ہماری حسی خطا تھی کہ زمین ساکن ہے اور تمام ستارے و سیارے اسکے گرد گردش کر رہے ہیں حالانکہ ہم خود حرکت میں تھے اور ستاروں کو حرکت میں فرض کر رہے تھے۔

بطلیموس کا نظریہ تقریباً پندرہ سو سال تک علماء کے اذہان پر چھایا رہا حتیٰ کہ قرآن مجید کے نزول کے بعد بھی کوئی اس نظریے کی مخالفت کی جرات نہ کر سکا۔

لیکن جب ہم قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں تو سورہ نمل کی آیت ۸۸ میں واضح طور پر زمین کی حرکت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہو رہا ہے۔

"و تری الجبال تحسبها جامدة و هی تمر مرّ السحاب صنع الله الذی اتقن کل شیء انه خبیر بما تفعلون"

اور آپ پہاڑوں کو دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ ایک جگہ ساکن ہیں جب کہ (اس وقت) یہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے یہ سب اللہ کی صنعت ہے جس نے ہر چیز کو پختگی سے بنایا ہے وہ تمہارے اعمال سے یقیناً خوب باخبر ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس آیت میں پہاڑوں کی حرکت کا ذکر صراحت سے کیا گیا ہے حالانکہ ہم انکو ساکن سمجھتے ہیں اور پہاڑوں کی حرکت کو بادلوں کی حرکت سے تشبیہ دے کر بتایا جارہا ہے کہ پہاڑ، بادلوں کی طرح تیزی ونرمی، آرام اور بغیر کسی شوروغوغا کے حرکت کرتے ہیں۔

''زمین کی حرکت'' کو پہاڑوں کی حرکت سے تعبیر کرکے اس حقیقت کی عظمت کو آشکار کیا جارہا ہے، کیونکہ پہاڑ حالت حرکت میں نہیں ہیں بلکہ دراصل انکی حرکت ''زمین کی حرکت'' ہے (یا اپنے گرد زمین کا گھومنا یا پھر سورج کے گرد اس کرہ کی حرکت یا ہر دو مراد ہیں) آپ تصور کیجئے: کہ ایک ایسے دور میں ''جب تمام علمی محافل اور دانشور حضرات اس بات پر مصر تھے کہ زمین ساکن وثابت ہے اور سورج وستارے حرکت میں ہیں'' قرآن مجید کا اسکے برعکس یہ واضح اعلان کیا ایک عظیم علمی معجزہ شمار نہیں کیا جائے گا؟!

اور یہ اعلان بھی ایک ایسے شخص سے کہ جس نے نہ صرف کہیں سے کوئی سبق نہیں پڑھا بلکہ ایک ایسے معاشرے میں زندگی گزار رہا تھا کہ جو معاشرہ علم وتہذیب سے دور شمار ہوتا تھا، کیا یہ انکشاف اس آسمانی کتاب کی حقانیت کی دلیل نہیں ہے؟!

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) ''قرآن کے علمی معجزات'' سے ہماری کیا مراد ہے؟

۲) سب سے پہلے قانون جاذبہ کا اظہار و انکشاف ''کس نے'' اور کس زمانہ میں کیا؟

۳) قرآن اس قانون جاذبہ کی خبر کس آیت میں دے رہا ہے؟ (آیت بتائیں) اور قرآن کی تعبیر بھی بتائیں۔

۴) ''زمین کے سکون کا نظریہ'' کس نے دیا؟ اور یہ کتنے سال انسانی افکار پر چھایا رہا؟

۵) قرآن مجید کس آیت اور کونسی تعبیر کے ذریعے ''زمین کی حرکت'' کی خبر دے رہا ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نواں سبق

پیغمبر اسلام کی سچائی وحقانیت پر ایک اور دلیل

ایک مدعی نبوت اور اسکی دعوت کی سچائی وحقانیت یا کذب و بطلان کا سراغ ''مطالبہ معجزہ'' کے علاوہ دیگر طریقوں سے بھی لگایا جاسکتا ہے اور یہ طریقے دعوی کی حقیقت تک پہنچنے کیلئے ایک مزید واضح دلیل شمار ہونگے، اور وہ طریقے درج ذیل آثار وقرائن کی دقیق جمع آوری سے حاصل ہوسکتے ہیں:

۱) اخلاقی خصوصیات اور معاشرتی خدمات۔

۲) دعوت کے زمانے میں معاشرہ کی وضعیت۔

۳) زمان کی شرائط۔

۴) دعوت میں شامل مختلف امور۔

۵) داعی کا لائحہ عمل یا پروگرام اور اس ہدف تک پہنچنے کے وسائل۔

۶) ماحول پر دعوت کے اثرات کا اندازہ۔

۷) داعی کا اپنے ہدف سے متعلق جذبہ ایمان وفداکاری۔

۸) دشمن کی دھمکیوں اور لالچ کی پرواہ نہ کرنا۔

۹) عمومی افکار پر تیزی سے اثرانداز ہونا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۰) ایمان لانے والے لوگوں سے متعلق بحث اور یہ کہ وہ کس قسم کے طبقات سے تعلق رکھتے تھے۔

اگر ہم مندرجہ بالا دس مسائل ہر مدعی (نبوت) کے حوالے سے مورد بحث قرار دیں تو ہم نہ صرف حقانیت کا ایک معیار قائم کر سکتے ہیں بلکہ آسانی کیساتھ اسکی سچائی یا جھوٹ کا بھی علم حاصل کر سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا دس مسائل میں ہم حضرت پیغمبر اسلامؐ کے حوالے سے ایک دقیق بحث کرنے کی کوشش کرتے ہیں اگرچہ ان کے بارے میں مفصل بحث کرنے سے چند کتابیں دائرہ تحریر میں آسکتی ہیں:

۱) مختلف مکاتب و مذاہب سے تعلق رکھنے والے مورخین نے حضرت پیغمبر اسلام کی اخلاقی خصوصیات سے متعلق جو باتیں تحریر کی ہیں ان میں یہ بات سب کے نزدیک تسلیم شدہ ہے کہ آپؐ اسقدر پاک و پاکیزہ اور کار خیر کرنے والے تھے کہ زمانہ جاہلیت میں ہی آپ کو "امین" کے لقب سے پکارا جاتا تھا، تاریخ کہتی ہے کہ: جب آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت علیؑ کو اس بات پر مامور کیا کہ آپؐ کے بعد وہ آپؐ کے پاس موجود لوگوں کی امانتیں انکو لوٹا دیں۔

آپؐ کی شجاعت، استقامت، حسن اخلاق، وسعت قلبی، جوانمردی اور درگزر جیسی خصوصیات کا مشاہدہ "حالت جنگ و صلح" ہر جگہ کیا جاسکتا ہے "خصوصاً فتح مکہ کے موقعہ پر جب آپ نے اپنے خونخوار دشمن کیلئے عام معافی کا اعلان فرمایا" معافی کا اعلان آپ کی ان خصوصیات کی ایک زندہ مثال ہے۔

۲) تمام افراد جانتے ہیں کہ ایک عام و معمولی انسان (حتی کہ ان میں سے باکمال

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لوگ بھی) کسی نہ کسی طرح گردش ایام میں کم و زیاد معاشرے کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اب سوچیے کہ جو شخص چالیس سال تک جاہل و بت پرست معاشرے میں زندگی گزارے ایک ایسا معاشرہ کہ جس میں ہر شخص کے رگ و پے میں شرک و خرافات کی بھرمار ہو، اسکے لیئے کیسے ممکن ہے کہ وہ فقط توحید کے ساتھ ملحق رہے اور تمام مظاہر شرک سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے؟

کیسے ممکن ہے کہ جہالت کے محور میں رہتے ہوئے علم کے اعلیٰ ترین درجات سے کائنات کو منور کرے؟

آیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ''ماوراء طبیعت'' سے تائید الہٰی کے بغیر یہ عجیب شاہکار ظہور میں آسکے؟

۴) ہمیں دیکھنا چاہیے کہ آپؐ کا ظہور کس زمانے میں ہوا؟ وہ ایک ایسا زمانہ تھا جب دنیا قرون وسطیٰ کی وادی سے گزرتی ہوئے مطلق العنانیت اور آمریت، ناجائز تعصبات اور ظالمانہ نسلی و طبقاتی امتیازات کا شکار تھی، اس بات کو ہم حضرت علیؑ '' جو کہ قبل از ظہور اسلام اور بعد از ظہور اسلام کے عینی گواہ ہیں'' کی زبان مبارک سے نقل کرتے ہیں:

آپ فرماتے ہیں: خدا نے آپؐ کو ایک ایسے زمانے میں رسالت پر مبعوث فرمایا جب لوگ حیرت و تعجب کی وادیوں میں گمراہ و پریشان تھے، ان کی عقل انکی خون آشام ہوا و ہوس کے تابع تھی، غرور و تکبر نے انہیں زوال پزیر کر دیا تھا، جہالت کی اندھیری وادیوں میں بھٹک رہے تھے، اور غیض و غضب و اضطراب کی حالت نے انہیں مضطرب و پریشان کر رکھا تھا (نہج البلاغہ، خطبہ ۹۱)۔

اب تصور کیجئے ایک ایسا آئین جسکا نعرہ ''لوگوں کے درمیان مساوات''، تمام نسلی و

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

طبقاتی فرق کو ختم کرنا" اور "انما المؤمنون اخوة"، "تمام مومن (آپس میں) بھائی ہیں" پر مشتمل ہو، اس زمانے کے حالات سے کیا مطابقت رکھتا ہے؟

۴) آپ کی دعوت، تمام ابعاد میں توحید و وحدانیت، تمام ظالمانہ و جابرانہ امتیازات کا خاتمہ، دنیا کے تمام انسانوں کے درمیان اتفاق و اتحاد، ظلم و ستم کے مقابلہ میں جہاد، ایک عالمگیر عادلانہ حکومت کی بنیاد مظلوم اقوام کا دفاع، تقوی، پاکیزگی اور امانت داری کو انسان کی قدر و قیمت کا معیار قرار دینا، جیسے اہم ترین موضوعات پر مشتمل تھی۔

۵) اپنے الٰہی پروگرام کو لوگوں تک پہنچانے کیلئے کسی بھی صورت میں غیر منطقی راستوں سے فائدہ نہ اٹھایا اور نہ ہی کسی کو اس بات کی اجازت دی، اور ہمیشہ اپنے مقدس اہداف کے حصول کیلئے مقدس وسائل کا انتخاب کیا، قرآن صریحاً اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

"ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا ......"
(المائدۃ آیت ۸)

اور کسی قوم کی دشمنی تمھاری بے انصافی کا سبب نہ بنے الخ

جنگ کے میدانوں میں اخلاقی اصولوں کی رعایت، غیر فوجی (عام) انسانوں کو اذیت و تکلیف نہ دینا، باغات و درختوں کو پامال نہ کرنا، دشمن کے پینے کے پانی کو آلودہ نہ کرنا، جنگی قیدیوں سے محبت و رعایت کا سلوک اور ان جیسے دسیوں احکامات اس واقعیت کو روشن کرنے کیلئے تاریخ کے اوراق پر موجود ہیں۔

۶۔ آپ کی دعوت توحید اس قدر پر تاثیر تھی کہ دشمنان اسلام ہمیشہ لوگوں کے آپ کے قریب آنے سے خوفزدہ رہتے تھے کیونکہ آپ میں قوت جاذبہ اور کلام میں نفوذ کا اثر بدرجہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اتم موجود تھا، بعض اوقات آپ کی گفتگو کے دوران دشمنان اسلام شور وغل کرتے تھے تا کہ لوگ آپ کے کلام مبارک کو سن کر آپ کے گرویدہ اور اسلام کے پیروکار نہ بن جائیں یہی وجہ تھی کہ دشمنان نے آپ کے کلام کی تاثیر سے خوفزدہ ہو کر آپکو ''ساحر'' اور آپکے کلام کو سحر کہنا شروع کر دیا تھا یہ بات آپ کی دعوت کے پر تاثیر ہونے اور قلوب پر چھا جانے کا اعتراف تھی۔

۷۔اپنی دعوت سے آپ کا لگاؤ اور اس الٰہی آئین نامہ سے آپکا عشق وفداکاری اور اس کا پابند ہونا بھی آپکی حقانیت کی دلیل ہے۔

بعض جنگوں کے میدانوں سے جب تازہ اسلام لانے والے لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو آپ انتہائی سختی سے دشمن کے مقابلہ پر ڈٹے رہے، اور دشمن کے لالچ دینے یا دھمکانے، غرض ہر قسم کے انداز واطوار کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے اور کوئی بھی بات یا مسئلہ آپ کے پاؤں میں لغزش پیدا نہ کر سکا۔

۸۔کفار نے کئی مرتبہ کوشش کی کہ آپ کو اپنی انحرافی سازشوں کے جال میں پھانس لیں مگر آپ کبھی بھی اس جال میں نہ آئے آپؐ نے فرمایا اگر سورج کو میرے ایک ہاتھ پر اور چاند کو دوسرے ہاتھ پر رکھ دیا جائے (تمام نظام شمسی کو میرے زیر تسلط قرار دے دیا جائے) تو تب بھی میں اپنے ہدف سے ہرگز دست بردار ہونے کیلئے تیار نہیں ہوں۔

۹۔عام انسانوں کیلئے آپ کی دعوت نہ صرف پر اثر تھی بلکہ انتہائی تیزی و ناقابل بیان سرعت کیساتھ انکے افکار میں تبدیلی کا باعث بھی بنی، جن افراد نے اسلام کے بارے تحقیق کرنے والے مغربی لوگوں کی اسلام سے متعلق کتب کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ مغربی محققین ''اسلام کی پیدائش اور پھر تیزی کیساتھ اس کے پھیلاؤ'' سے کس قدر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حیران ہیں۔

مثلاً مغرب کے تین مشہور اساتذہ کہ جنہوں نے ''تاریخ تمدن عرب اور مشرق میں اسکی بنیادیں'' نامی کتاب تحریر کی ہے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اس بات کو جاننے کیلئے کہ اسلام نے اس قدر تیزی سے کیسے ترقی کی؟ اور ایک صدی سے بھی کم عرصہ میں ترقی پذیر دنیا کے تمام اہم علاقوں پر چھا گیا، اب تک کی گئی تمام کوششوں کے بعد بھی یہ راز اور معما حل نہیں ہو سکا۔

جی ہاں یہ واقعاً ایک معما ہی ہے کہ اس زمانے کے ناگفتہ بہ وسائل کے باوجود اس قدر تیزی کیساتھ اسلام کروڑوں لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں کیسے اتر گیا؟ بہت سی تہذیبوں اور ثقافتوں کو ختم کر کے ایک نئی تہذیب اور ثقافت کو کیسے وجود میں لے آیا؟

۱۰) آپ کے دشمن کفر و استکبار کے سردار، ظالم، ثروتمند اور خود پسند تھے جبکہ آپکی دعوت پر ایمان لانے والوں کی اکثریت پاکدل نوجوان تھے اور ایک بہت بڑا گروہ جو محروم و مظلوم طبقات پر مشتمل تھا حتی کہ غلام بھی تھے یعنی وہ افراد کہ جنکا تمام سرمایہ فقط سچائی و پاک دلی تھی اور وہ حق کے متلاشی اور پیاسے تھے۔

اس تمام بحث کے بعد کہ جسکی شرح بہت تفصیلی ہے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ: آپ کی دعوت ایک الٰہی دعوت تھی ایک ایسی دعوت جو لوگوں کی طبائع اور نفوس میں اتر گئی، ایک ایسی دعوت جو پروردگار کی طرف سے لوگوں کو فساد و تباہی، جہالت، شرک اور ظلم و ستم سے نجات دلانے کیلئے بھیجی گئی تھی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) کیا پیغمبر اسلام کی حقانیت کی پہچان کیلئے معجزہ کے علاوہ بھی کوئی دلیل ہے؟ اگر ہے تو بیان کریں؟

۲) ''قرائن کی جمع آوری'' سے کیا مراد ہے؟ اور کن امور سے متعلق زیادہ فکر کرنے کی ضرورت ہے؟

۳) قبل از اسلام اور بعد از ظہور اسلام کے عرب معاشرے کے باہمی مقایسہ و تقابل سے ہمیں کن باتوں کا علم ہوسکتا ہے؟

۴) زمانہ جاہلیت میں عرب معاشرے کی حالت کیا تھی؟ توضیح دیں۔ دیگر دنیا کے حالات بھی مختصراً بیان کریں۔

۵) دشمنان اسلام حضرت پیغمبر اسلام کو جادوگر کیوں کہتے تھے؟

jabirabbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دسواں سبق

حضرت پیغمبر اسلامؐ کا آخری نبی ہونا

خاتمیت کا دقیق مفہوم:

پیغمبر اسلامؐ خدا کے آخری پیغمبر ہیں اور نبوت کا سلسلہ آپؐ پر ختم ہوگیا ہے، یہ بات ''ضروریات دین مبین اسلام'' میں سے ہے۔

''ضروری یا ضروریات'' کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی مسلمانوں کی صف میں داخل ہوتا ہے بہت جلد جان لیتا ہے کہ تمام مسلمان اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ چیز مسلمانوں کے نزدیک واضح اور تسلیم شدہ ہے، یعنی جو شخص بھی کسی مسلمان سے کوئی تعلق قائم کرے اسے اس بات کا علم ہوجاتا ہے کہ جس طرح مسلمان خدا کی ''توحید'' کے قائل ہیں اسی طرح پیغمبر اسلام کے ''آخری نبی'' ہونے پر بھی سب کا اتفاق ہے اور کوئی بھی مسلمان کسی اور نبی کے انتظار میں نہیں ہے۔

درحقیقت بعثت انبیاء سے قافلہ بشریت نے تکامل کے مختلف مراحل یکے بعد دیگرے طے کیے ہیں اور بالآخر انسان رشد و تکامل کی اس منزل تک پہنچ گیا کہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوجائے یعنی ''اسلام کی مکمل اور جامع تعلیمات کی روشنی میں اپنے مسائل اور مشکلات کو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حل کرسکتا ہے"۔

بالفاظ دیگر: اسلام آخری اور جامع ترین قانون کا نام ہے کہ جسکے ذریعے بشر اپنے مسائل حل کرسکتا ہے اعتقادات کے حوالے سے دینی بصیرت کا مسئلہ ہو یا عمل کے اعتبار سے نظم وضبط، اسلام انسان کی تمام ضروریات کو ہر زمانے میں اور ہر جگہ پر حل کرتا ہے۔

پیغمبر اسلام کے خاتم الانبیاء ہونے کی دلیل

اس دعوی کو ثابت کرنے کیلئے ہمارے پاس متعدد دلائل ہیں جن میں سے زیادہ روشن درج ذیل تین دلیلیں ہیں:

۱) اس مسئلہ کا "ضروری" ہونا کہ جیسا ہم کہہ چکے ہیں کہ کوئی بھی شخص دنیا کے کسی بھی کونے میں موجود کسی مسلمان سے رابطہ کرے تو وہ اسے "پیغمبر اسلام کی خاتمیت" کا معتقد پائے گا، لھذا اگر کوئی شخص "اسلام" کو "دلیل اور منطق" کے ذریعے بطور مذہب اختیار کرے تو اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ "خاتمیت" کے عقیدہ کو بھی اختیار کرے، کیونکہ ہم گذشتہ اسباق میں اسلام کی حقانیت اور اسکے قوانین کو متعدد دلیلوں سے ثابت کرچکے ہیں اور چونکہ "خاتمیت کا عقیدہ" بھی ضروریات دین میں سے ہے لھذا اسکو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔

۲) آیات قرآن بھی آپؐ کے آخری نبی ہونے پر گواہ ہیں جیسے مثلاً:

"ما کان محمد أبا احد من رجالکم و لکن رسول الله و خاتم النبین" (احزاب آیت ۴۰)

محمدؐ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ہاں وہ اللہ کے رسول اور خاتم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

النبیین ہیں الخ

یہ تعبیر قرآن مجید نے اس وقت پیش کی جب عربوں میں ''لے پالک بچوں'' کا رواج عام تھا۔ وہ کسی کے بچے کو لیکر اپنا فرزند قرار دے دیتے تھے اور حقیقی اولاد کی طرح اپنے خاندان میں شامل کر لیتے تھے وہ ''محرم'' ہوتا اور ''میراث'' کا بھی حقدار قرار دیا جاتا تھا۔

لیکن اسلام نے آ کر اس جاہلانہ رسم کا خاتمہ کیا اور کہا! ''لے پالک بچے حقیقی بچوں کی طرح شرعی و حقوقی قوانین میں شریک نہیں ہو سکتے'' ان میں سے ایک ''حضرت زید'' بھی تھے جنکی پرورش آپؐ نے فرمائی تھی لیکن وہ آپؐ کے حقیقی فرزند شمار نہیں ہو سکتے تھے۔ لھذا قرآن مجید نے کہا: بجائے اسکے کہ تم پیغمبر اسلام کو ان لوگوں میں سے کسی کا باپ کہہ کر پکارو انؐ کے دو حقیقی اوصاف ''رسالت'' اور ''خاتمیت'' (یعنی رسول اللہ یا خاتم النبی سے پکارا کرو۔

ان تعبیرات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کا آخری نبی ہونا آپؐ کی رسالت کی طرح واضح طور پر روشن اور ثابت تھا۔

اب یہ سوال باقی ہے کہ ''خاتم'' کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟

''خاتم'' کی اصل ''ختم'' ہے جسکا معنی ''ختم کرنیوالا اور وہ چیز کہ جسکے ذریعے کسی کام کو ختم کیا جائے'' ہے مثلاً خط کے آخر میں لگائی جانے والی مہر کو بھی ''خاتم'' کہتے ہیں۔ اور انگوٹھی کے نگینے کو ''خاتم'' کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس زمانہ (جاہلیت) میں ''نام والی مہر'' کی بجائے نگینے سے ہی کام لیا جاتا تھا ہر ایک کی انگوٹھی کے نگینہ پر مختلف اور مخصوص نقش و نگار یا نام کندہ ہوتا تھا اور وہ اسے اپنے خط یا مکتوب کے آخر میں لگا دیتا تھا۔

اسلامی روایات میں ہے کہ جب آپؐ نے اس زمانے کے مختلف بادشاہوں،

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سرداروں اور رئیسوں کے نام اسلام قبول کرنے کی دعوت دینے کیلئے خطوط لکھنے کا فیصلہ فرمایا تو آپکی خدمت میں عرض کیا گیا کہ: ''غیر عرب بادشاہ مہر کے بغیر کسی بھی خط کو قبول نہیں کرتے'' جبکہ اس وقت تک پیغمبر اسلامؐ کے تمام خطوط مکمل طور پر سادہ اور بغیر مہر کے ہوتے تھے لھذا آپؐ کے حکم سے ایک انگوٹھی تیار کی گئی اور اسکے نگینے پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا جملہ نقش کیا گیا اور پھر آپؐ کے تمام خطوط پر یہی مہر لگائی جاتی تھی۔

لہٰذا ''خاتم'' کا اصلی معنیٰ ''ختم کرنے والا'' اور ''آخر تک پہنچانے والا'' ہے۔

۳) بہت سی روایات واضح طور آپ (ص) کے ''آخری نبی'' ہونے کو ثابت کرتی ہیں ان میں سے کچھ روایات ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

الف: تفسیر مجمع البیان میں ایک معتبر حدیث حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے اور آپ نے یہ حدیث حضرت پیغمبر اکرمؐ سے ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''انبیاء کے درمیان میری مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے کسی شخص نے ایک خوبصورت محل تعمیر کیا ہو مگر صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی ہو جسکے نتیجہ میں جو شخص بھی اس محل کو دیکھتا ہے تو یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ کیا خوبصورت محل ہے لیکن ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے، میں وہی آخری اینٹ ہوں اور تمام انبیاء کی نبوت کا سلسلہ میرے اوپر ختم ہو گیا ہے''

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

"حلال محمد حلال ابداً الی یوم القیامۃ و حرامہ حرام ابداً الی یوم القیامۃ"

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حلال محمدؐ قیامت تک حلال اور حرام محمدؐ قیامت تک حرام ہے۔

(اصول کافی ج/۱ص ۵۸)

اہل تشیع اور تسنن کے ہاں پیغمبر اکرمؐ کی مشہور و معروف حدیث میں آپؐ حضرت علیؑ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: " انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی " آپؑ کی میرےؐ ساتھ وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کی حضرت موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد سلسلہ نبوت ختم ہو گیا ہے۔

اسکے مشابہ بھی دسیوں احادیث اس بات کو ثابت کرتی ہیں۔

نبی اکرمؐ کے آخری نبی ہونے کے بارے میں کچھ سوالات ایسے ہیں کہ جنکی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔

۱) بعض افراد کہتے ہیں اگر (لوگوں کی ہدایت کیلئے) انبیاء کا بھیجا جانا خدا کی طرف سے ایک بہت بڑا فیض و کرم ہے تو موجودہ زمانے کے لوگ اس بہت بڑے فائدے سے محروم کیوں ہیں؟ اس زمانے کے لوگوں کی رہبری اور ہدایت کیلئے کسی نئے رہنما کو کیوں نہیں بھیجا جاتا؟

اسی قسم کی باتیں کرنے والے لوگ اس حقیقت سے غافل ہیں کہ! ہمارے زمانے میں کسی نبی کے نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس زمانے کے لوگ وہ لیاقت اور خوبی نہیں رکھتے کہ جسکی وجہ سے انکے لیے نبی بھیجا جائے، بلکہ اس زمانے میں فکری و علمی طور پر کاروان انسانیت اس مقام تک پہنچ چکا ہے کہ اگر اسکے پاس پیغمبر اسلام کی صحیح تعلیمات ہوں اور وہ ان پر عمل بھی کرے تو وہ صراط مستقیم پر قائم و دائم رہ سکتا ہے۔

ہم زیادہ وضاحت کیلئے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اولوالعزم انبیاء (یعنی وہ نبی جو صاحب کتاب اور نئی شریعت کیساتھ مبعوث ہوئے) پانچ ہیں (حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت پیغمبرؐ اسلام علیہم التحیۃ والسلام) ان میں سے ہر ایک نے ایک خاص زمانے میں لوگوں کی ہدایت اور انکے رشد و کمال کیلئے تکالیف برداشت کیں جسکے نتیجہ میں قافلہ بشریت ایک مرحلے سے گزر کر دوسرے مرحلے میں داخل ہوتا رہا اور دوسرے اولوالعزم پیغمبر نے اس قافلے کو تیسرے کے حوالے اور پھر آخر میں یہ قافلہ اپنی آخری منزل تک پہنچ کر اس قابل ہو گیا کہ اپنے راستے پر قائم و دائم رہ سکے، یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک طالب علم اپنی تعلیم کو مکمل کرنے کیلئے مختلف تعلیمی مراحل طے کرتا ہے تا کہ تعلیم سے فارغ ہو سکے (البتہ فارغ التحصیل ہونا کوئی قابلیت کا معیار نہیں ہے بلکہ ایک کامیاب اور مستقل زندگی اصل معیار ہے) پہلے پرائمری پھر مڈل، ہائی، ایف اے، بی اے اور آخر میں پی، ایچ، ڈی "Doctor of philosophy" یا M.B.B.S۔

اگر ایک ڈاکٹر اسکول یا یونیورسٹی میں نہیں جاتا تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے وہ یہ صلاحیت ہی نہیں رکھتا، بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اسکے پاس اتنی علمی معلومات ہیں کہ اپنی علمی مشکلات کو حل کر سکتا ہے یا مزید مطالعہ کر کے ترقی کی منازل عبور کر سکتا ہے۔

۲) "دوسرا اعتراض" چونکہ معاشرہ ہمیشہ تغیر و تبدل کا شکار ہے لھذا اسلام کے مستقل اور یکسان قوانین معاشرے کے جدید مسائل اور ضروریات کا حل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

جواب: اسلامی قوانین دو قسم کے ہیں پہلی قسم ان قوانین پر مشتمل ہے جو انسانی خصوصیات کی طرح ثابت اور برقرار ہیں ہیں جیسے "توحید کا عقیدہ"، "اجتماعی عدالت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے قوانین کا اجرا'' ہر قسم کے ظلم وستم اور ناانصافی کے خلاف آواز حق کو بلند کرنا وغیرہ۔

دوسری قسم ان جامع قوانین اور اصولوں پر مبنی ہے جو مختلف موضوعات کے تغیر وتبدل کیساتھ نئی صورت کو قبول کرتے ہیں اور جدید زمانے کی مشکلات اور مسائل کا حل پیش کرتے ہیں مثلاً ہمارے پاس ایک ''اسلامی قاعدہ'' بعنوان '' اوفوا بالعقود'' (اپنے عہد وپیمان کا احترام کرتے ہوئے انہیں پورا کرو) موجود ہے۔

ہمیں زمانے کے گزرنے کیساتھ ساتھ مختلف ''تجارتی، سیاسی اور اجتماعی'' مفید قرار داریں (Resolution) پیش آتی ہیں ہم مندرجہ بالا '' قانون کلی'' کو مدنظر رکھتے ہوئے ان جدید مسائل کا جواب دے سکتے ہیں۔

اسی طرح دوسرا قاعدہ بنام '' قاعدہ لاضرر ولاضرار'' ہر اس قانون اور حکم کے مقابلہ میں ہمارا مددگار ہے جو قانون ''کسی فرد یا معاشرہ'' کیلئے باعث ضرر ونقصان ہو۔

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اسلام کے کلی قوانین کس قدر ہمارے مسائل اور مشکلات کو حل کرتے ہیں، اور اس قسم کے قوانین ''اسلام'' میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اور انہیں قوانین کی مدد سے ہم نے عظیم اسلامی انقلاب کے بعد اپنی پیچیدہ قسم کی مشکلات پر قابو پایا ہے اور انہیں حل کر رہے ہیں۔

۳) تیسرا اعتراض: بلاشک وتردید ہم اسلامی مسائل کے سلسلہ میں ''رہبر وقائد'' کے محتاج ہیں جبکہ سلسلہ نبوت کے ختم اور انکے جانشین کے پردہ غیبت میں ہونے کیوجہ سے ہم رہبر سے محروم ہوگئے ہیں (جبکہ کسی اور نبی کا انتظار بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے) کیا یہ بات اسلامی معاشرے کیلئے شدید نقصان دہ نہیں ہے۔

جواب: اس دور میں ایسے فقیہ کو رہبر قرار دیا گیا ہے جو تمام ضروری شرائط کا حامل، علم و

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تقوی اور سیاسی، اقتصادی، اجتماعی اور معاشرتی مسائل میں ماہر اور صاحب نظر ہو۔

اس قسم کے رہبر کی پہچان کیلئے بھی "اسلام" نے ہماری راہنمائی کی ہے لھذا یہ مسئلہ بھی پریشان کن نہیں ہے۔

دراصل "ولایت فقیہ" سلسلہ انبیاء و اوصیاء کا ہی حصہ ہے" جامع الشرائط فقیہ کی رہبری" اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی معاشرے سرپرست و راہنما کے بغیر آزاد نہیں چھوڑے گئے(۱)

jabir.abbas@yahoo.com

---

۱) مزید وضاحت کیلئے حضرت آیت اللہ مدظلہ کی کتاب "طرح حکومت اسلامی" کی طرف رجوع کریں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے:

۱) ''خاتمیت'' کا دقیق مفہوم کیا ہے؟

۲) ''آیات قرآن'' سے ''خاتمیت'' کو ثابت کریں؟

۳) ہمارے زمانے کے لوگوں کی طرف انبیاء الٰہی مبعوث کیوں نہیں کیے جا رہے؟ ہم اس اعزاز سے کیوں محروم ہیں؟

۴) اسلامی قوانین کتنی قسم کے ہیں؟ اور ہمارے زمانے کے مسائل کا حل کیسے پیش کرتے ہیں؟

۵) کیا ایک اسلامی معاشرہ رہبر کے بغیر قائم رہ سکتا ہے؟ ہمارے زمانے میں ''رہبری کے مسئلہ'' کا حل کیا ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امامت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پہلا سبق

امامت کی بحث کا آغاز کب ہوا؟

ہم جانتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے بعد مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے:

ایک گروہ کا عقیدہ تھا کہ پیغمبرؐ نے اپنے لئے کوئی جانشین معین نہیں فرمایا بلکہ اس کام کو امت کے سپرد کر دیا ہے تا کہ امت کے افراد مل بیٹھ کر "اپنے درمیان میں سے ہی" کسی فرد کو اپنا رہبر بنالیں اس گروہ کو "اہل سنت" کہا جاتا ہے۔

دوسرے گروہ کا عقیدہ تھا کہ پیغمبرؐ کے جانشین کے لئے ضروری ہے کہ وہ پیغمبرؐ کی طرح "گناہوں اور خطاؤں سے پاک و معصوم ہو نیز ایسے غیر معمولی اور بے پناہ علم کا حامل ہو کہ لوگوں کی روحانی اور مادی رہبری کے عہدہ پر فائز ہو سکے اور اسلام کے اصولوں کی حفاظت اور بقاء کا انتظام کر سکے۔

لھذا اس گروہ کا عقیدہ تھا کہ "ایسے شخص (جانشین) کا انتخاب صرف خدا کی طرف سے پیغمبر کے وسیلہ سے ممکن ہے" اور پیغمبر اسلام نے اس وظیفہ کو انجام دیتے ہوئے حضرت علیؑ کو اپنے جانشین کے طور پر منتخب کر دیا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس گروہ کو "امامیہ" یا "شیعہ" (اہل تشیع) کہا جاتا ہے۔

ہمارا ان مختصر سی ابحاث میں مقصد یہ ہے کہ ہم اس مسئلہ (امامت) پر عقلی و تاریخی دلائل، قرآنی آیات اور سنت پیغمبر کی روشنی میں غور و فکر کریں۔

لیکن بحث کے آغاز میں ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ چند نکات کی طرف اشارہ کر دیں:

۱) کیا یہ بحث اختلافات بڑھانے والی ہے؟

بعض لوگ مسئلہ امامت پر بحث شروع ہوتے ہی فوراً بول اٹھتے ہیں کہ آج کل ان باتوں کا زمانہ نہیں ہے!

موجودہ زمانہ "اتحاد بین المسلمین" کا زمانہ ہے جبکہ جانشین پیغمبرؐ کے موضوع پر گفتگو تفرقہ بازی اور اختلافات کا باعث بنتی ہے!

آج ہمیں اپنے مشترکہ دشمنوں کا سامنا ہے ہمیں چاہیے کہ ان کے بارے سوچیں: صہیونزم (یہودیت کی عالمگیر تحریک) اور مشرق و مغرب کی سامراجی طاقتوں کا سامنا ہے لھذا ہمیں چاہیئے کہ ہم ان اختلافی مسائل کو پس پشت ڈال دیں، لیکن یہ انداز فکر صریحاً ایک غلطی ہے کیونکہ:

۱) وہ چیزیں جو اختلافات اور تفرقہ بازی کا باعث ہیں وہ تعصب سے بھری ہوئی غیر منطقی اور کینہ پرور ابحاث ہیں۔

لیکن محبت و دوستی کے ماحول میں منطقی، دلائل کے ساتھ اور تعصب و دشمنی سے پاک ابحاث نہ صرف اختلاف میں اضافے کا باعث نہیں بنتیں بلکہ باہمی فاصلوں کو کم اور مشترکہ نقطۂ نظر کو تقویت پہنچاتی ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خود میں نے حج وزیارات کے متعدد مواقع پر حجاز کے اہل سنت کے علماء اور دانشوروں سے کئی بار بحث کی، میں اور وہ (علما اہل سنت) دونوں ہی اس بات کو محسوس کرتے تھے کہ یہ ابحاث نہ صرف ہمارے تعلقات پر برا اثر نہیں ڈالتیں بلکہ آپس میں افہام وتفہیم اور مثبت سوچ وفکر کے بڑھانے کا باعث بنتی ہیں، آپس کے فاصلوں کو کم کرتی ہیں اور اگر کوئی بغض وعناد ہو تو اسے دلوں سے دھو ڈالتی ہیں۔

خاص طور پر ان ابحاث کے نتیجہ میں یہ واضح ہو جاتا تھا کہ "ہمارے درمیان بہت سے مشترک نقطہ نظر موجود ہیں کہ جن پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہوئے ہم اپنے مشترکہ دشمنوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اہل سنت چار مذاہب میں تقسیم ہوئے (۱) حنفی ۲) حنبلی ۳) شافعی ۴) مالکی

ان چار مذاہب کا وجود اہل سنت میں تفرقہ کا باعث نہیں بنا لھذا اگر وہ (اہل سنت) فقہ شیعہ کو کم از کم ایک پانچویں فقہی مذہب کی حیثیت سے ہی قبول کر لیں تو بہت سی مشکلات اور اختلافات کا خاتمہ ہو سکتا ہے جیسا کہ ماضی قریب میں (تقریباً ۴۰ سال قبل) اہل سنت کے ایک بڑے مفتی اور مصر کی الازہر یونیورسٹی کے سربراہ (chancellor) "شیخ شلتوت" نے ایک بڑا مؤثر قدم اٹھایا اور اہل سنت کے درمیان فقہ شیعہ کا رسمی طور پر اعلان کیا اور اس طرح سے انہوں نے اتحاد اسلامی کیلئے زبردست خدمت انجام دی جسکی وجہ سے ان کے اور ملت تشیع کے مرجع اعلی آیت اللہ بروجردی مرحوم کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہوئے۔

۲) ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلام کی تجلی ہر مذہب سے زیادہ مذہب تشیع میں دیکھی جا سکتی ہے اگر چہ ہم تمام اسلامی مذاہب کا احترام کرتے ہیں لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ مذہب تشیع

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہی حقیقی اسلام کے سارے پہلوؤں کا مکمل اور بہترین تعارف کرا سکتا ہے اور اسلامی حکومت سے متعلق تمام مسائل کا حل پیش کر سکتا ہے۔

تو پھر کیوں نہ اس مکتب کی دلائل کے ساتھ اپنے بچوں کو تعلیم دیں؟! اور اگر ہم یہ کام انجام نہیں دیتے تو یقیناً ہم نے اپنے بچوں کیساتھ خیانت کی ہے۔

ہم پورے یقین کیساتھ کہتے ہیں کہ ''پیغمبر اسلامؐ نے اپنے جانشین کو معین فرمایا ہے'' کیا مشکل ہے کہ اگر عقل و منطق اور دلائل سے اس موضوع پر بحث کو بڑھائیں؟

لیکن یہ گفتگو کرتے وقت ہمیں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے تا کہ دوسروں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس نہ پہنچنے پائے۔

۳) اسلام کے دشمنوں نے ''اتحاد بین المسلمین'' کی بنیادوں کو کمزور کرنے کے لئے شیعوں کے خلاف اہل سنت سے اور سنیوں کے خلاف اہل تشیع سے اس قدر جھوٹ بولے اور الزام تراشیاں کی ہیں کہ چند ممالک میں یہ دونوں گروہ ایک دوسرے سے مکمل طور پر دور ہو گئے ہیں۔

جب ہم ''مسئلہ امامت'' کو اس انداز سے ''جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے'' پیش کریں اور ان نکات کو کہ جن پر اہل تشیع ایمان رکھتے ہیں قرآن و سنت کی روشنی میں دلائل سے واضح کریں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تمام پروپیگنڈا غلط تھا اور ہمارے مشترک دشمنوں نے صرف زہر اگلا ہے۔

مثال کے طور پر میں یہ نہیں بھول سکتا کہ جب اپنے سعودی عرب کے ایک سفر کے دوران سعودی عرب کی ایک مذہبی شخصیت سے میری ملاقات اور بحث ہوئی تو انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ''میں نے سنا ہے کہ جو قرآن اہل تشیع کے پاس ہے وہ ہمارے پاس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

موجود قرآن سے مختلف ہے"۔

مجھے یہ سن کر بڑا تعجب ہوا، میں نے ان سے کہا: بھائی اس بات کی تحقیق تو بہت آسان ہے!

میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ خود یا آپ کا کوئی نمایندہ عمرہ کی ادائیگی کے بعد ایران میں کوئی اطلاع دیئے بغیر میرے ہمراہ ایران چلے وہاں پر گلی کوچوں میں موجود مساجد میں بڑی تعداد میں قرآن موجود ہیں، اس کے علاوہ سب مسلمانوں کے گھروں میں بھی قرآن موجود ہیں، ہم ہر اس مسجد میں جائیں گے جہاں آپ پسند فرمائیں گے یا پھر جس گھر پر پسند فرمائیں گے اسکا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور ان سے قرآن طلب کریں گے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے اور آپ کے قرآن میں ایک حرف یا ایک نقطہ تک کا اختلاف نہیں ہے (بہت سے قرآن جن سے ہم استفادہ کرتے ہیں وہ سعودی عرب، مصر اور دیگر اسلامی ممالک کے ہی شایع شدہ ہیں)۔

آپ یقین کریں کہ اس محکم اور دوستانہ انداز سے گفتگو کی وجہ سے اسلام دشمنوں نے جو عجیب زہر افشانی اس مشہور شخص کے ذہن میں کر رکھی تھی اس کا اثر ختم ہو گیا۔

گویا امامت سے متعلق گفتگو اس انداز سے جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے اسلامی معاشرے کی وحدت کو مستحکم کرتی ہے اور حقائق کو روشن کرنے اور آپس کے فاصلوں کو کم کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

۲) امامت کیا ہے؟

"امام" جیسا کہ اس کے عنوان سے واضح ہے "مسلمانوں کے پیشوا یا رہبر" کے معنی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں استعمال ہوتا ہے اور مذہب شیعہ کے اصول وعقائد کے اعتبار سے ''امام معصوم'' اس شخص کو کہا جاتا ہے جو ہر طرح سے پیغمبر کا جانشین ہو لیکن فرق صرف یہ ہے کہ پیغمبرؐ مکتب و مذہب کا بانی ہوتا ہے اور امام اس مکتب و مذہب کا محافظ ونگہبان ہوتا ہے، پیغمبرؐ پر وحی نازل ہوتی ہے لیکن امام پر وحی نازل نہیں ہوتی، امامؑ پیغمبر سے تعلیمات حاصل کرتا ہے اور غیر معمولی علم کا حامل ہوتا ہے۔

اہل تشیع کے عقیدہ کے مطابق امام معصوم صرف اسلامی مملکت کا پیشوا ہی نہیں ہوتا بلکہ روحانی و مادی رہبری اور ظاہری و باطنی رہبری مختصر یہ کہ اسلامی معاشرہ کی ہر جہات سے قیادت پر فائز ہوتا ہے نیز اسلامی عقائد واحکام کی حفاظت کا بھی بغیر کسی خطاء اور انحراف کے ذمہ دار ہوتا ہے اور وہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہوتا ہے۔

لیکن اہل سنت امامت کی اس طرح تشریح نہیں کرتے، وہ امام کو صرف اسلامی معاشرے کا حاکم سمجھتے ہیں بالفاظ دیگر ہر دور اور زمانے کے حکمرانوں کو پیغمبرؐ کے خلفاء اور مسلمانوں کے رہبروں کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

البتہ آئندہ اسباق میں ہم یہ واضح کریں گے کہ ہر دور اور ہر زمانہ میں اللہ کے ایک نمائندے کا وجود ضروری ہے، یعنی پیغمبرؐ یا ایک امام معصوم زمین پر ہمیشہ ہو تا کہ وہ خدا کے قانون کی حفاظت اور طالبان حق کی رہبری وراہنمائی کر سکے، اور اگر کسی وجہ سے انسانوں کی نظر سے اوجھل ہو جائے تو اسکے نمائندے احکام الٰہی کی تبلیغ اور اسلامی حکومت کی تشکیل کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) جولوگ اس بات کے قائل ہیں کہ موجودہ زمانہ امامت کی بحث کرنے کیلئے غیر مناسب ہے انکی منطق (اور دلیل) کیا ہے؟

۲) انکی منطق (اور دلیل) کو رد کرنے اور اس موضوع (امامت) پر بحث کو ضروری قرار دینے کیلئے ہمارے پاس کتنے جواب ہیں؟

۳) اسلام کے دشمنوں نے مسلمانوں کے درمیان کس طریقے سے تفرقہ پھیلایا ہے اس تفرقہ کو ختم کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

۴) کیا آپ دشمنوں کی تفرقہ اندازی کے کچھ نمونے پیش کر سکتے ہیں؟

۵) مذہب تشیع میں ''امامت'' سے کیا مراد ہے؟ اسکا مذہب اہل سنت میں ''امامت'' کے جو معنی ہے اس سے کیا فرق ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دوسرا سبق

امام کے وجود کا فلسفہ

انبیاء کی بعثت کی ضرورت کے بارے میں اس سے قبل جو گفتگو کی گئی ہے وہ بہت حد تک ہمیں نبیؐ کے بعد "امام کے وجود کی ضرورت" سے بھی آگاہ کرتی ہے کیونکہ بہت سے اہم موضوعات میں نبیؐ اور امامؑ مشترک ہیں لیکن اس جگہ پر یہ ضروری ہے کہ ہم بعض دوسری ابحاث پر بھی غور کریں:

۱) الٰہی رہبروں کی ہمراہی میں روحانی تکامل

سب سے پہلے ہمیں انسان کی خلقت کے مقصد کو سمجھنا چاہیے جو کہ گلدستہ کائنات کا سب سے اہم پھول ہے۔

وہ "پروردگار" کی طرف، "کمال کی انتہا تک" اور زندگی کے تمام ابعاد میں تمام روحانی مراحل طے کرنے کیلئے بہت لمبا اور نشیب و فراز سے پر راستہ طے کرتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان اس راستے پر کسی معصوم پیشوا کی رہبری کے بغیر منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا اور ان مراحل میں کسی آسمانی استاد کی راہنمائی کے بغیر کامیابی ممکن نہیں ہے اس لیے کہ: "راستے میں تاریکیاں ہیں لھذا گمراہی کے خطرات سے ڈرو"۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ درست ہے کہ خدا نے انسان کو عقل وخرد کی نعمت سے نوازا ہے، اسے محکم اور بھرپور ضمیر عطا کیا ہے آسمانی کتابیں اسکے لیے بھیجی ہیں لیکن پھر بھی ممکن ہے کہ یہ انسان ان تمام ترتکوینی اور تشریعی وسائل کے باوجود اپنی صحیح راہ کی شناخت میں غلطی کا شکار ہو جائے، لہٰذا بلاشک وشبہہ ایک معصوم پیشوا کا وجود اس کی راہ سے انحراف اور گمراہی کے خطرات کو بہت حد تک کم کر دیتا ہے۔ پس ''امام کا وجود انسان کے مقصد تخلیق کو کمال تک پہنچانے والا ہے''۔

یہی وہ چیز ہے جسے عقائد کی کتابوں میں ''قاعدہ لطف'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قاعدۂ لطف: یعنی وہ تمام چیزیں جو انسان کی خلقت کے مقصد کے حصول کیلئے ضروری ہیں خداوند حکیم نے اس (انسان) کے اختیار میں دے دی ہیں، انبیاء کی بعثت اور امام معصوم کا وجود بھی ان ہی چیزوں میں سے ہے ورنہ (اگر انبیاء اور ائمہ معصومین کو لوگوں کی ہدایت کیلئے نہ بھیجے تو) خلقت انسان کی غرض کی مخالفت ہوگی (غور وفکر کیجئے)۔

۲) آسمانی ادیان کی حفاظت

ہمیں اس بات کا بخوبی علم ہے کہ ''الٰہی ادیان و مذاہب'' جب انبیاء کے قلوب پر نازل ہوتے ہیں تو بارش کے پانی کی بوندوں کی مانند صاف وشفاف، حیات بخش اور روح پرور ہوتے ہیں، لیکن جیسے جیسے وہ غلیظ ماحول اور کمزور یا ناپاک ذہنوں سے گزرتے ہیں تو آہستہ آہستہ آلودہ ہوتے چلے جاتے ہیں اور خرافات اور توہّمات کا ان میں اسقدر اضافہ کیا جاتا ہے کہ بنیادی پاکیزگی اور ظرافت ضائع ہو جاتی ہے، اس صورت میں نہ ان میں کوئی جاذبیت باقی رہتی ہے اور نہ ہی تربیت کی تاثیر، نہ ان سے پیاسوں کو سیراب کیا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جاسکتا ہے اور نہ ہی ان سے فضائل و کمالات کی کلیاں اور پھول کھل سکتے ہیں۔

ان مواقع پر ضروری ہے کہ مذہب کو اسکی اصلی شکل میں باقی رکھنے اور اسکے مذہبی پروگرام کو خالص رکھنے کیلئے ایک معصوم پیشوا بعنوان ''محافظ'' موجود رہے تا کہ وہ مذہب کی راہ میں کجی، انحراف، غلط افکار، دوسروں کے ناروا نظریات، توہمات اور خرافات کو شامل نہ ہونے دے، اگر مذہب و شریعت ایک ایسے رہبر کے بغیر رہے تو بہت کم مدت میں ہی اپنی حقیقی شکل و صورت اور خالص حیثیت کھو بیٹھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

"اللھم بلی، لا تخلوا الارض من قائم اللہ بحجۃ، امّا ظاھراً مشھوراً، او خائفاً مغموراً لئلا تبطل حجج اللہ و بیناتہ"

ہاں، ہرگز زمین حجت الٰہی کے ساتھ قیام کرنے والے سے خالی نہیں ہوسکتی وہ (قیام کرنے والا) چاہے ظاہر و آشکار ہو یا مخفی و پوشیدہ ہو تا کہ خدا کی دلیلیں اور اسکی واضح نشانیاں باطل نہ ہونے پائیں۔

درحقیقت آئمہؑ کے قلوب اس محفوظ صندوق (safe) کی مثل ہیں جس میں بیش قیمت اسناد کو چوروں کی دسترس و دیگر حوادث سے محفوظ و مصون رکھا جاتا ہے اور یہ چیز وجود امام کے فلسفوں میں سے ایک فلسفہ ہے۔

۳) امت کی سیاسی و اجتماعی قیادت

بلاشک و شبہہ کوئی بھی معاشرہ یا گروہ ایک باصلاحیت و توانا رہبر کی قیادت میں اجتماعی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نظام کی موجودگی کے بغیر اپنے آپ کو باقی نہیں رکھ سکتا، یہی وجہ ہے کہ زمانہ قدیم سے اب تک تمام اقوام اور ملل نے اپنے لیے کسی نہ کسی رہبر کو منتخب کیا ہے، کبھی تو وہ راہنما صالح ثابت ہوا اور اکثر اوقات غیر صالح ثابت ہوا ہے، اور اکثر ایسا بھی ہوا کہ امتوں کیلئے رہبر کے وجود کی ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت سے قدرت پسند لوگ اپنی طاقت اور ریاکاری کے بل بوتے پر لوگوں پر تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور انکے تمام امور کی ذمہ داری اپنے ہاتھوں میں لے لی..... یہ ایک طرف۔

جبکہ دوسری طرف اگر انسان اپنے روحانی تکامل کے ہدف تک پہنچنا چاہتا ہے، تو اسکے لیے ضروری ہے کہ وہ اس ہدف کے حصول کی راہ میں تنہا نہ ہو بلکہ اپنے گروہ یا معاشرے کی ہمراہی میں اپنے ہدف کے حصول کیلئے آگے بڑھے کیونکہ ایک معاشرے اور اجتماع کی قوت وتوانائی یقینی طور پر ایک تنہا فرد کی فکری، جسمانی، مادی اور روحانی توانائی سے زیادہ ہے۔

لیکن ایسا معاشرہ ہو کہ اس پر صحیح وعادلانہ نظام حاکم ہو کہ وہ نظام انسانی صلاحیتوں کو نکھارتے ہوئے، کج روی اور انحراف کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے تمام انسانوں کے حقوق کی حفاظت کرے، اور اعلیٰ ترین مقاصد کے حصول کیلئے منظم پروگرام اور ادارے قائم کرے اور پورے معاشرے کو ایک آزاد ماحول میں اس اعلیٰ ہدف کی خاطر پرجوش تحریک کیلئے آمادہ کرے۔

اس عظیم ذمہ داری کی اہلیت وصلاحیت ایک خطا کار انسان میں یقیناً موجود نہیں ہے کیونکہ ہم اپنی آنکھوں سے اس دنیا کے سیاسی قائدین کے صحیح راستے سے انحراف کا مشاہدہ کر چکے ہیں لھذا ضروری ہے کہ خدا کی طرف سے اس اہم ذمہ اری اور صحیح نظام کی نگرانی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے لیئے ایک معصوم رہبر کو مقرر و معیّن کیا جائے جو انسانی طاقت اور مفکرین کے افکار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انحرافات کی روک تھام کر سکے۔

امام کے وجود کے فلسفوں میں سے یہ بھی ایک فلسفہ ہے اور ''قاعدہ لطف'' کے شعبوں میں سے ایک شعبہ (Section) ہے۔

ہم دوبارہ عرض کرتے ہیں کہ بعض مخصوص زمانوں میں جب امام معصومؑ غائب ہوں تو اس وقت لوگوں کے فرائض اور ذمہ داریاں بھی واضح ہو چکی ہیں اور اگر خدا نے توفیق دی تو ''حکومت اسلامی'' سے متعلق گفتگو میں ہم اس موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

۴) ''اتمام حجت'' کی ضرورت

نا صرف ان قلوب کیلئے کہ جو امامؑ کے وجود مبارک کے ''نور'' سے فیض یاب ہو کر کمال مطلق کے حصول کیلئے کوشاں ہوں بلکہ ان لوگوں کیلئے بھی ''جو جان بوجھ کر غلط راہوں کے راہی ہیں'' (خدا کی طرف سے) اتمام حجت کا ہونا ضروری ہے تا کہ وہ سزا بے دلیل نہ ہو کہ جسکا انکے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اور نہ ہی کوئی شخص اس بات پر اعتراض کر سکے کہ اگر آسمانی اور الٰہی رہبروں نے ہمارا ہاتھ تھاما ہوتا اور راہ حق کی طرف راہنمائی کی ہوتی تو ہم ہرگز گمراہ نہ ہوتے۔

خلاصہ یہ کہ ہر عذر اور بہانے کا راستہ بند کر دیا جائے اور حق کو واضح کرنے کیلئے اتنی دلیلیں بیان کی جائیں کہ بے خبر آگاہ ہو اور آگاہ لوگوں کو اطمینان قلب حاصل ہو اور انکے ارادے مضبوط ہو جائیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۵) ''امام'' فیض الٰہی کے حصول کا بڑا وسیلہ

اکثر دانشور'' احادیث اسلامی کی اتباع کرتے ہوئے'' انسانی معاشرے یا تمام کائنات کیلئے پیغمبرؐ یا امام کے وجود کو اسی طرح ضروری سمجھتے ہیں جسطرح انسانی جسم کیلئے ''دل'' کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

ہمیں علم ہے کہ جس وقت دل دھڑکتا ہے تو خون کو تمام رگوں میں روانہ کرتا ہے جسکے نتیجہ میں بدن کے تمام سیلز (cells) کو غذا حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح امام معصومؑ بھی ایک انسان کامل اور انسانی قافلے کے ''راہنما'' کی حیثیت سے فیض الٰہی کے نزول کا سبب بنتا ہے اور لوگ پیغمبرؐ یا امامؑ سے اپنے اپنے ارتباط کے مطابق کسب فیض کرتے ہیں۔

لھذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جسطرح انسان کیلئے ''دل'' کا ہونا ضروری ہے اسی طرح جہان انسانیت کیلئے امامؑ کا ہونا ضروری ہے تا کہ انسانیت اسؑ کے واسطے اور وسیلے سے فیوض و برکات الٰہیہ کو حاصل کر سکے۔

ایک بات یاد رہے اور وہ یہ کہ پیغمبرؐ یا امامؑ کے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے اور جو کچھ بھی وہ کہتے ہیں وہ صرف اور صرف خدا کی طرف سے ہوتا ہے لیکن جسطرح ''دل'' بدن کیلئے فیض الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے بالکل اسی طرح پیغمبرؐ اور امامؑ بھی تمام انسانوں کیلئے فیض الٰہی کے حصول کا ذریعہ اور واسطہ ہوتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) لوگوں کے روحانی تکامل میں امام کا کیا کردار ہے؟

۲) محافظِ شریعت کی حیثیت سے امام کا کیا کردار ہے؟

۳) معاشرہ کے نظام اور حکومت میں قیادت کے حوالے سے امام کا کیا کردار ہے؟

۴) اتمامِ حجت سے کیا مراد ہے؟ اور اس مسئلہ میں امام کا کردار واضح کریں؟

۵) امام فیض الٰہی کے حصول کیلئے واسطہ ہے اس سے کیا مراد ہے؟ اور اس نقطۂ نظر سے پیغمبرؐ اور امامؑ کیلئے جو بہترین تشبیہ بیان کی جاسکتی ہے کونسی ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تیسرا سبق

امام کیلئے ضروری شرائط وخصوصیات

اس بحث میں سب سے پہلے ایک بات کی طرف توجہ ضروری ہے اور وہ یہ کہ قرآن مجید ہمیں بخوبی آگاہ کرتا ہے کہ ''مقام امامت'' ایک ایسا اعلیٰ اور عظیم الشان مقام ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ اسی مقام تک پہنچ سکتا ہے بلکہ یہ مقام نبوت اور رسالت سے بھی بڑھ کر ہے جیسا کہ بت شکن پیغمبر حضرت ابراہیم کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

"و اذا بتلیٰ ابراھیمَ رَبُّهٗ بکلمٰتٍ فاتمّھنّ قال انی جاعلک للناس اماماً ، قال و من ذریتی ، قال لا ینال عھدی الظّٰلمین"

اور (وہ وقت یاد رکھو) جب ابراہیم کو ان کے رب نے چند کلمات سے آزمایا اور انہوں نے ان کو پورا کر دکھایا، ارشاد ہوا: میں تمھیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں، انہوں نے کہا: اور میری اولاد سے بھی؟ ارشاد ہوا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا (اور امامت کے عظیم مقام پر مشرک وگناہوں سے آلودہ شخص فائز نہیں ہو سکے گا)۔

اس طرح سے حضرت ابراہیمؑ نبوت ورسالت اور خدا کے مختلف امتحانات میں کامیابی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے مراحل طے کرنے کے بعد انسانوں کی ظاہری و باطنی اور مادی و روحانی رہبری کے جلیل القدر اور بلند مقام (یعنی امامت) تک پہنچے۔

پیغمبر اسلام بھی نبوت و رسالت کے علاوہ امامت اور مخلوق کی رہبری کے عظیم الشان منصب پر فائز تھے، بعض دوسرے انبیاءؑ بھی منصب امامت پر فائز تھے یہ بات ایک طرف رہے۔

دوسری طرف ہم اس بات سے بھی آگاہ ہیں کہ کسی بھی عہدہ پر فائز ہونے کیلئے فرائض وذمہ داریوں کے تناسب سے انسان کیلئے ضروری شرائط وخصوصیات کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اس منصب کے فرائض کو انجام دے سکے، یعنی جتنا زیادہ بلند منصب اور جتنی بڑی ذمہ داریاں ہوں گی اسی تناسب سے ضروری شرائط وصفات بھی زیادہ سنگین ہوتی چلی جائیں گی۔

مثلاً شریعت مقدس اسلام میں کسی شخص کے قاضی بننے، بلکہ گواہ بننے کے لئے اور اسی طرح امام جماعت بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص عادل ہو، پس جس دین ومکتب میں گواہی دینے کے لئے یا نماز جماعت میں امامت کے فریضہ کو انجام دینے کیلئے ''عدالت'' کا ہونا ضروری ہے، وہاں یقینی طور پر امامت جیسے عظیم الشان منصب تک پہنچے کیلئے انتہائی سخت شرائط ضروری ہوں گی۔

مذکورہ تمہید کی روشنی میں امام کیلئے مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

۱) خطاؤں اور گناہوں سے معصوم ہو

پیغمبر کی طرح امام کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ معصوم ہو یعنی گناہوں اور غلطیوں سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

محفوظ ہو وگرنہ وہ انسانوں کے لئے رہبر، مثالی نمونہ اور آئیڈل نہیں بن سکتا بلکہ معاشرے کیلئے ایک قابل اعتبار شخص بھی نہیں ہوسکتا۔

امام کو ایسا ہونا چاہیے کہ وہ تمام انسانوں کے دل مسخر کرلے اور اسکا حکم سب کیلئے بغیر کسی پس وپیش کے قابلِ قبول ہو، لیکن اگر کوئی شخص گناہوں سے آلودہ ہو تو اس کیلئے ہرگز ممکن نہیں ہوگا کہ وہ ایسی مقبولیت حاصل کرسکے اور اسے ہر لحاظ سے قابل اعتماد و اطمینان قرار دیا جاسکے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے ذاتی روزمرّہ کاموں میں غلطیوں اور گناہوں کا ارتکاب کرتا ہو تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ معاشرے کے امور میں اس کے افکار و نظریات پر بھروسہ کرتے ہوئے بغیر کسی پس وپیش کے ان پر عمل کیا جائے؟

بلاشک وشبہہ پیغمبر کیلئے معصوم ہونا ضروری ہے اسی طرح مذکورہ دلیل کی روشنی میں امام کیلئے بھی ''معصوم'' ہونے کی شرط ضروری ہے۔

اس بات کو ہم اس طریقے سے بھی ثابت کرسکتے ہیں کہ: پیغمبر و امام کے اصلی وجود کا انحصار ''قاعدہ لطف'' پر ہے اور قاعدہ لطف اس صفت (عصمت) کو واجب وضروری قرار دیتا ہے کیونکہ پیغمبر و امامؑ کے وجود مقدس کے مقاصد کی تکمیل مقامِ عصمت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ نیز گذشتہ سبق میں جو فلسفہ ہم نے بیان کیا ہے وہ بھی (اس صفتِ عصمت کے بغیر) ناقص و نامکمل رہ جائے گے۔

۲) مجسّم علم ہونا

پیغمبر کی طرح امام بھی تمام انسانوں کے ہر قسم کے علمی مسائل کے لئے مرجع و پناہ گاہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوتا ہے، اسے تمام اصول وفروع دین، قرآن کریم کے ظاہری و باطنی علم اور سنت پیغمبر نیز اسلام سے مربوط تمام مسائل سے مکمل طور پر آگاہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ نا صرف شریعت کا محافظ ونگہبان ہے بلکہ انسانوں کا رہبر اور پیشوا بھی ہے۔

ایسے اشخاص جو پیچیدہ مسائل کے پیش آنے پر پریشان ہو جائیں اور دوسروں کی طرف دست سوال دراز کریں اور ان کا علم وشعور اسلامی معاشرے کو پیش آنے والے مسائل کا حل پیش کرنے سے قاصر ہو وہ ہرگز منصب امامت اور دنیا کی رہبری کے عہدہ پر فائز نہیں ہو سکتے۔

مختصر یہ کہ امام کیلئے ضروری ہے کہ احکام الٰہی کا لوگوں میں سب سے زیادہ آگاہ اور دانا ہو تا کہ پیغمبر کی رحلت سے پیدا ہونے والے (علمی) خلا کو فوراً (بلا فاصلہ) پر کر سکے اور اسلام کی صحیح راہ کو (جو ہر طرح کے انحرافات سے پاک ہو) ثبات ودوام دے سکے۔

۳) شجاعت

امام کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی معاشرے کا شجاع ترین انسان ہو کیونکہ شجاعت کے بغیر (صحیح) رہبری ممکن نہیں ہے، یہ شجاعت انتہائی سخت و ناگوار حالات سے مقابلہ کیلئے، اور طاقتور، سرکش اور ظالم سے مقابلہ کیلئے، اندرونی و بیرونی دشمنوں سے مقابلہ کیلئے ضروری ہے۔

۴) پرہیز گاری اور تقویٰ الٰہی

ہم جانتے ہیں کہ وہ لوگ جو دنیا کی ظاہری شان وشوکت اور زیبائی میں گرفتار ہوتے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں جلد دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں اور حق و عدالت کی راہ سے ان کے منحرف ہونے کا امکان بھی بہت زیادہ ہوتا ہے، دنیا کی ظاہری شان و شوکت میں گرفتار یہ لوگ کبھی تو طمع اور لالچ کے ذریعے اور کبھی دھمکی کے ذریعے اپنی اصل راہ (راہ مستقیم) سے منحرف ہو جاتے ہیں۔

امام کیلئے ضروری ہے کہ اس دنیا کی آسائشوں اور نعمتوں کے مقابلہ میں "اسیر" بننے کی بجائے "امیر" (مستغنی) اور "فرمانروا" ہو۔

امام کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس مادی دنیا کی ہر قید و بند سے، نفسانی خواہشات، مقام و درجہ، مال و دولت اور منزلت کی قیود سے آزاد و بے نیاز ہوتا کہ اسے نہ تو فریب دیا جا سکے نہ مغلوب کیا جا سکے اور نہ ہی اسے سازش کے ذریعے شکست دی جا سکے۔

۵) اخلاقی جاذبیت

قرآن مجید کی سورہ آل عمران کی آیت ۱۵۹ میں پیغمبر اسلام ؐ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

"فبما رحمة من الله لنت لهم و لو كنت فظاً غليظ القلب لا نفضّوا من حولك"

(اے رسول) یہ مہر (و محبت) الٰہی ہے کہ آپ ان کیلئے نرم مزاج واقع ہوئے اور اگر آپ تند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔

پیغمبر کی طرح امام، بلکہ ملت کے ہر پیشوا کیلئے پرکشش اخلاق حسنہ کا حامل ہونا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ضروری ہے تا کہ وہ مقناطیس کی طرح لوگوں کو اپنی طرف کھینچ سکے۔

بلا شک وشبہہ ہر قسم کی سختی و بداخلاقی جو کہ انسانوں کو بیزار اور منتشر کرنے کا باعث ہو پیغمبر و امامؑ کیلئے بہت بڑے عیب ہیں اور ان کا ان عیوب سے پاک ہونا ضروری ہے۔

یہ وہ اہم شرائط ہیں کہ جنہیں جیدّ علماء اسلام نے ''امام'' کیلئے ضروری قرار دیا ہے ان پانچ شرائط کے علاوہ امام کیلئے دیگر خصوصیات و شرائط بھی ہیں لیکن ان میں سے اہم یہی تھیں جو بیان کر دی گئی ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) دلیل سے ثابت کریں کہ منصب امامت انسان کیلئے ایک اعلیٰ ترین منصب ہے؟

۲) کیا پیغمبر اسلام اور تمام اولوالعزم انبیاء بھی منصب امامت کے حامل تھے؟

۳) اگر امام "معصوم" نہ ہو تو کونسی مشکلات پیش آ سکتی ہیں؟

۴) امام کیلئے بھرپور علم کا حامل ہونا کیوں ضروری ہے؟

۵) دلیل سے ثابت کریں کہ امام کو سب سے بڑا شجاع، زاہد، نفیس و باوقار اور اخلاقی نقطہ نظر سے سب انسانوں کیلئے جاذب و پرکشش ہونا چاہیے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چوتھا سبق

امام کا انتخاب کس کی ذمہ داری ہے؟

مسلمانوں کے ایک گروہ (اہل سنت) کا یہ عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے جب دنیا سے رحلت فرمائی تو کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا تھا، انکا یہ عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے جانشین کا انتخاب لوگوں کی اپنی ذمہ داری ہے اور یہ کام مسلمانوں کے اجماع کے ذریعے (جو کہ شرعی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے) سے انجام پاتا ہے۔

اہل سنت کا کہنا ہے کہ رحلت پیغمبرؐ کے بعد یہ کام انجام پایا اور پہلے خلیفہ، امت کے اجماع سے ہی خلافت کے عہدہ پر منتخب ہوئے تھے۔

جبکہ دوسرے خلیفہ کا انتخاب اجتماع امت کی بجائے پہلے خلیفہ نے ذاتی طور پر خود کروایا۔

جبکہ دوسرے خلیفہ نے اپنے جانشین کے انتخاب کیلئے چھ افراد پر مشتمل ایک شوری (کمیٹی) تشکیل دی اور اس شوریٰ کے ممبران حضرت علی علیہ السلام، عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ، زبیر اور سعد ابن ابی وقاص کو قرار دیا۔

اسی شوری نے تین افراد کی اکثریت سے "یعنی سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور طلحہ" عثمان کے لیے اپنی رائے دی (جبکہ دوسرے خلیفہ نے یہ صراحت کردی تھی کہ اگر تین آدمی ایک طرف اور تین آدمی دوسری طرف رائے دیں تو جس طرف عبدالرحمٰن بن عوف (عثمان کے داماد) رائے دیں گے اسی رائے کو تسلیم کیا جائے گا۔

عثمان کی خلافت کے آخری دور میں مختلف وجوہات کی بناء پر مسلمانوں نے ان کے خلاف بغاوت کی اور اس سے قبل کہ وہ اپنے جانشین کا انتخاب کرتے یا اسکا تقرر کسی شوریٰ کے ذریعے کرواتے ان کو قتل کر دیا گیا۔

اس وقت تمام مسلمان حضرت علی علیہ السلام کی طرف بڑھے اور پیغمبرؐ کے جانشین کے طور پر ان کی بیعت کی سوائے شام کے گورنر معاویہ کہ جس نے حضرت علیؑ کی بیعت سے انکار کر دیا اور انکے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ حضرت علی علیہ السلام اسے موجودہ عہدہ پر باقی نہیں رکھیں گے۔

معاویہ کے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنے سے تاریخ اسلام میں ناگوار اور مرگ آفرین حادثات کا دور شروع ہوا جسکے نتیجہ میں بے گناہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کا خون بہہ گیا۔

یہاں پر علمی اور تاریخی بحثوں کو واضح کرنے کیلئے بہت سے سوالات ابھرتے ہیں جن میں سے چند اہم سوالات یہاں ذکر کرتے ہیں:

۱) کیا امت کو پیغمبر کا جانشین مقرر کرنے کا حق حاصل ہے؟

اس سوال کا جواب بالکل آسان ہے۔

'اگر امامت سے مراد مسلمانوں کی ظاہری حکومت ہے تو ایسے حاکم کا انتخاب عوام کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رائے سے کرنا زمانے کے مروّجہ دستور کے عین مطابق ہے۔

لیکن اگر امامت کو ہم اس معنی میں لیں کہ جسکی وضاحت ہم پہلے قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں کر چکے ہیں تو ہمیں معلوم ہے کہ بلاشک وشبہہ ایسے امام اور خلیفہ کو خدا یا اسکے رسولؐ (رسول بھی الہام الٰہی کے بعد) کے علاوہ کوئی بھی شخص معیّن نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ امامت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ امام کو اسلام کے تمام اصول اور فروع کا مکمل علم ہونا چاہیے ایسا علم کہ جسکا سرچشمہ علمِ الٰہی اور علم پیغمبرؐ ہوتا کہ وہ شریعتِ اسلام کی مکمل حفاظت کر سکے۔

امامؑ کیلئے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ''معصوم'' ہو یعنی ہر طرح کے گناہوں اور خطاؤں سے اسکی خدا کی طرف سے حفاظت ہو تاکہ وہ امامت کے منصب اور امت کی روحانی و مادی اور ظاہری و باطنی رہبری کے عہدہ پر فائز ہو سکے۔ اور اسی طرح امام کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں زہد وتقوی اور پرہیز گاری و بزرگی کی خصوصیات بھی بدرجہ اتم موجود ہوں جو کہ اس عہدہ کیلئے نہایت ضروری ہیں۔

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ ان شرائط کی موجودگی کی تشخیص خدا اور پیغمبرؐ کے علاوہ کسی کیلئے بھی ممکن نہیں ہے۔ وہی (خدا ہی) ہے جو یہ جانتا ہے کہ کس شخص کی روح عصمت کے درجہ پر فائز ہے اور وہی ہے جو یہ جانتا ہے کہ کس شخص میں امامت کے مقام کی اہلیت کیلئے ضروری علم وفضل، زہد وتقویٰ اور شجاعت و بزرگی موجود ہے۔

جن لوگوں نے امام اور خلیفہ پیغمبرؐ کے تقرر کو لوگوں کے سپرد کیا ہے درحقیقت انہوں نے امامت کے صحیح قرآنی مفہوم کو سمجھنے کے بجائے اسے تبدیل کر کے رکھ دیا ہے، انکے خیال میں ''امامت'' معمول کے مطابق حکمرانی اور دنیاوی امور میں لوگوں کی رہبری کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نظام تک محدود ہے وگرنہ امامت کیلئے کسی شخص میں ضروری شرائط کی مکمل اور جامع تشخیص صرف خدا کے ذریعے سے ہی ممکن ہے اور صرف وہی ذات ہے جو ان صفات سے باخبر ہے۔

یہ (امامت کیلئے کسی کا انتخاب) بالکل اسی طرح ہے جیسے پیغمبرؐ کا انتخاب لوگوں کی رائے سے نہیں کیا جاسکتا بلکہ ضروری ہے کہ پیغمبرؐ کا انتخاب خداوند عالم کی طرف سے ہو اور معجزات کے ذریعے سے اسکی پہچان کروائی جائے، اسی طرح پیغمبرؐ میں پائی جانے والی ضروری صفات کی تشخیص بھی صرف خدا ہی کرسکتا ہے۔

۲) کیا پیغمبرؐ نے اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا؟

بلاشک وتردید ''شریعت اسلامی'' عالمی اور ہمیشہ باقی رہنے والا قانون ہے اور قرآن مجید کی متعدد آیات صراحت سے اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ یہ قانون کسی خاص زمانے یا کسی معین جگہ کیلئے ہرگز نہیں ہے۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے زمانہ تک یہ الٰہی آسمانی قانون جزیرہ عرب سے باہر نہیں پہنچا تھا۔

دوسری طرف پیغمبرؐ کی ''اعلان نبوت کے بعد کی'' زندگی مبارک کے تیرہ برس مکہ میں شرک وبت پرستی سے مقابلہ کرنے میں گذر گئے جبکہ مدنی زندگی کے دس برس کہ جن کا آغاز ہجرت کے وقت سے ہوا اور جو اسلام کے پھلنے پھولنے کا زمانہ تھا وہ بھی زیادہ تر دشمنان اسلام کی طرف سے مسلط کردہ جنگوں اور غزوات کی نذر ہوگئے۔

اگرچہ پیغمبرؐ اپنے شب وروز اسلامی مسائل کی تبلیغ وتعلیم میں خرچ کرتے تھے، اور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسلام کے تمام شعبوں کی ترویج میں مصروف رہتے تھے لیکن اسکے باوجود اسلام کے بیشتر مسائل کی مکمل تشریح کیلئے زیادہ وقت کی ضرورت تھی لھذا ضروری تھا کہ پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد انہیؐ جیسا کوئی شخص اس اہم ذمہ داری کا بوجھ اٹھائے۔

ان تمام باتوں سے قطع نظر کسی مکتب کیلئے آئندہ پیش آنے والے حالات کی پیش گوئی اور اس کی پائیداری اور اسے ہمیشہ باقی رکھنے کیلئے تمام وسائل کی فراہمی ایسے اہم ترین مسائل ہیں کہ جن کے بارے میں ہمیشہ ایک رہبر فکرمند رہتا ہے اور کبھی بھی اس بات کیلئے تیار نہیں ہوتا کہ اس اہم اور بنیادی مسئلہ کو فراموش کردے۔

ان تمام باتوں کے علاوہ پیغمبر اسلامؐ نے جب زندگی کے معمولی مسائل کے لئے احکامات دئے تھے تو کیا مسلمانوں کے اس (اہم ترین) مسئلہ ''خلافت، رہبری اور امامت کیلئے کسی منصوبہ بندی کی ضرورت نہ تھی؟!

ان تینوں وجوہات کا مجموعہ اس بات پر روشن دلیل ہے کہ پیغمبرؐ نے یقیناً اپنے جانشین کو مقرر و معین فرمایا تھا اگر توفیق الٰہی شامل حال رہی اس سلسلہ میں اسلام کی ان مسلم روایات کا ذکر کریں گے جو اس منطقی حقیقت کو زیادہ روشن کرسکیں گی کہ پیغمبرؐ اپنی زندگی میں ہی اس اہم مسئلہ سے ہرگز غافل نہیں رہے، اگر چہ آپؐ کی رحلت کے بعد بعض مخصوص سیاسی تحریکوں نے اس بات کی انتہائی کوشش کی کہ لوگوں کے اذہان میں یہ بات راسخ کردیں کہ پیغمبرؐ نے اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔

کیا اس بات پر یقین کیا جاسکتا ہے کہ'' رسول خداؐ مدینہ سے چند روز کیلئے جب غزوات (مثلاً غزوہ تبوک) کیلئے باہر تشریف لے جاتے تھے تو مدینہ کو خالی چھوڑنے کی بجائے (کسی نہ کسی کو) اپنا جانشین مقرر فرما کر جاتے تھے'' لیکن اسی رسول خداؐ نے اپنی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رحلت کے بعد والے (طویل) زمانے کیلئے کسی کو بھی اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا؟ اور نہ صرف امت کو اختلافات اور پریشانیوں کے ایک انبوہ میں یونہی چھوڑ دیا بلکہ اسلام کی بقاء کیلئے ہدایت کا بھی کوئی مکمل انتظام نہیں کیا؟!

بلاشک وشبہہ اگر رسولؐ اپنے جانشین کو معین نہ فرماتے تو اپنے قدموں پر تازہ کھڑے ہونے والے اسلام کیلئے شدید خطرات لاحق تھے، اور عقل ومنطق کی رو سے کسی ایسے فعل کا (کہ جس سے اسلام کو خطرات لاحق ہوں) پیغمبر اسلامؐ سے سرزد ہونا ناممکن ہے۔

وہ لوگ جو اس بات کے مدعی ہیں کہ یہ کام امت کے سپرد کر دیا گیا ہے کہ کم از کم کوئی ایک دلیل تو ایسی پیش کریں کہ پیغمبرؐ نے اس بات کی صراحت کر دی ہو کہ یہ امت کا کام ہے سچ تو یہ ہے کہ ان لوگوں کے پاس اپنی اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کوئی دلیل نہیں ہے کہ جسے وہ پیش کر سکیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

۳) اجماع اور شوریٰ

اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ ''پیغمبر اسلامؐ نے اس اہم ترین مسئلہ (مسئلہ جانشینی جو کہ در حقیقت اسلام کی حیات کا مسئلہ ہے) پر کوئی توجہ نہ کی اور جانشین کے انتخاب کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں کے کندھوں پر تھی'' تو ہمیں اس بات کا بھی بخوبی علم ہے کہ ''اجماع'' سے مراد تمام مسلمانوں کا اتفاق رائے ہے، لیکن خلیفہ اول کی خلافت کے سلسلہ میں اس طرح کا اتفاق رائے بالکل حاصل نہیں ہوا (مدینہ میں موجود صحابہ کے ایک گروہ نے اس بات کا فیصلہ کیا جبکہ تمام اسلامی شہروں کے لوگوں نے اس فیصلہ میں بالکل شرکت نہیں کی بلکہ مدینہ میں موجود حضرت علیؑ (وجلیل القدر صحابہ) اور بنی ہاشم کے بہت بڑے گروہ نے اس

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انتخاب میں سرے سے شرکت ہی نہیں کی یہی وجہ ہے کہ اس قسم کا ''اجماع'' قطعاً قابل قبول ہی نہیں ہوسکتا۔

اور اسکے علاوہ اگر انتخاب کا یہ طریقہ صحیح تھا تو پھر خلیفہ اول نے اپنے جانشین کے تقرر کے لیے اس طریقے پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اور ذاتی طور پر اپنے جانشین کو نامزد کیوں کیا؟ اگر ایک شخص کی طرف سے جانشین کو معین کرنا صحیح اور کافی ہوتا تو پیغمبرؐ جو کہ سب سے افضل تھے'' اس کام کو انجام دے سکتے تھے اگر خلیفہ اول کی ذاتی رائے سے دوسرے خلیفہ کی بیعت لوگوں کی مشکلات دور کرسکتی ہے تو یہ مسئلہ پیغمبر کے حوالے سے سب سے بہتر حل ہوسکتا ہے۔

ان باتوں کے علاوہ تیسری مشکل خلیفہ دوم کے سلسلہ میں پیش آئی اور وہ یہ کہ خلیفہ دوم نے نا صرف اس طریقہ انتخاب کو پس پشت ڈال دیا جو خلیفہ اول کے تقرر کے وقت اختیار کیا گیا تھا بلکہ اس سنت کو بھی توڑ دیا جسکے ذریعہ خود مسند خلافت سنبھالی، یعنی خلیفہ دوم نے نہ تو ''اجماع'' پر عمل کیا اور نہ ہی شخصی اور ذاتی نامزدگی کے طریقہ پر عمل کیا بلکہ اس کام کے لئے (ایک محدود) ''شوریٰ'' کو نامزد کردیا۔

اصولی طور پر اگر شوری صحیح ہے تو یہ صرف چھ افراد تک محدود کیوں تھی؟ اور چھ افراد میں سے صرف تین افراد کی رائے ہی کیوں کافی تھی؟

یہ وہ سوالات ہیں جو تاریخ اسلام میں ہر محقق کو پیش آتے ہیں اور ان سوالات کا بے جواب ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رہبر کے مقرر کئے جانے کے یہ طریقے درست نہیں تھے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۴)علی علیہ السلام سب سے افضل تھے۔

اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے کسی بھی شخص کا اپنے جانشین کے طور پر تعارف نہیں کرایا تھا اور یہ بھی فرض کریں کہ اس اہم کام کی ذمہ داری لوگوں پر تھی تو کیا یہ صحیح اور عدل کے مطابق ہے کہ جانشین کے انتخاب کے وقت ایک ایسے شخص کو جو علم وتقویٰ اور دیگر امتیازات کی بناء پر سب سے بہتر و برتر ہو اسے نظر انداز کردیا جائے اور ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے جو ان سے کمتر ہو؟!

تاریخ اسلام کے سب بڑے اہل علم حضرات کہ جن میں اہلسنت کے علماء بھی شامل ہیں سب نے بڑے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ اسلامی مسائل کے سب سے بڑے عالم تھے، حضرت علیؑ سے مروی روایات اور انکے آثار اس حقیقت کے تابندہ ثبوت ہیں تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ تمام علمی مشکلات میں آپ امت کے لئے ایک پناہ گاہ کی حیثیت رکھتے تھے یہاں تک کہ اگر لوگ دیگر خلفاء سے مشکل اور پیچیدہ سوالات کرتے تھے تو خلفاء انکے جواب کیلئے حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرتے، شجاعت اور بزرگی، زہد وتقویٰ اور دیگر صفات حسنہ میں آپ لوگوں سے افضل تھے، لھذا اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ امامت یا خلیفہ (جانشین پیغمبرؐ) کے منصب کا انتخاب عوام کو کرنا چاہیے تو حضرت علیؑ سب سے زیادہ اس منصب کے لائق اور شائستہ تھے۔ (ان ابحاث کو ثابت کرنے کیلئے کافی اسناد موجود ہیں جن کا ذکر اختصار کے پیش نظر یہاں پر ممکن نہیں ہے)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) امام وخلیفۂ پیغمبر کا انتخاب عوام کیوں نہیں کر سکتے؟

۲) پیغمبرؐ نے اپنے لئے جانشین مقرر کیا تھا یا نہیں؟ عقل ومنطق کی رائے کیا ہے؟

۳) پہلے تین خلفاء کے انتخاب کا طریقہ کیا تھا؟

۴) کیا پہلے تینوں خلفاء کے انتخاب کا طریقہ علمی واسلامی اصولوں کے مطابق تھا؟

۵) جن دلائل کی بنیاد پر حضرت علیؑ خلافت کیلئے سب سے زیادہ استحقاق رکھتے تھے انکو ذکر کریں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پانچواں سبق

قرآن اور امامت

عظیم آسمانی کتاب "قرآن مجید" تمام چیزوں کی طرح مسئلہ امامت میں بھی بہترین راہنما ہے، قرآن مجید نے مسئلہ امامت کا مختلف ابعاد اور پہلوؤں سے تجزیہ کیا ہے۔

۱) قرآن بتاتا ہے کہ "امامت" خدا کی طرف سے ہے:

جیسا کہ ہم گذشتہ ابحاث میں حضرت ابراہیمؑ بت شکن کی داستان میں پڑھ چکے ہیں کہ قرآن نے حضرت ابراہیمؑ کیلئے عہدہ امامت کو ان کے نبوت و رسالت کے درجہ پر فائز ہونے اور بہت سے عظیم امتحانات میں کامیابی کے بعد کا درجہ قرار دیا ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت ۱۲۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

"وان ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما"

اور (وہ وقت یاد رکھو) جب ابراہیم کو انکے رب نے چند کلمات سے آزمایا اور انہوں نے ان کو پورا کر دکھایا، ارشاد ہوا میں تمھیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مختلف قرآنی آیات اور تاریخی دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ مقام امامت پر" بابل کے بت پرستوں کا مقابلہ کرنے، شام کی طرف ہجرت کرنے، خانہ کعبہ کی تعمیر اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو قربان گاہ میں لے جانے کے بعد" پہنچے تھے۔

جب نبوت اور رسالت جیسے مقام کیلئے ضروری ہے کہ اس کا انتخاب خدا کی طرف سے ہو تو مقام امامت اور کائنات کی رہبری "جو کہ رہبری کی معراج ہے" کے لئے بطریق اولی ضروری ہے کہ اسکا انتخاب بھی خدا کی طرف سے ہو کیونکہ یہ کوئی ایسا عہدہ نہیں ہے کہ جسکا انتخاب لوگوں کے ذریعہ سے ممکن ہو۔

علاوہ براین اس منصب (امامت) کے لئے خود قرآن مجید فرمارہے:

"انی جاعلک للناس اماماً"

میں تمھیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں (بقرہ آیت ۱۲۴)

اسی طرح سورہ انبیاء کی آیت نمبر ۷۳ میں قرآن مجید بعض عظیم پیغمبر حضرات ابراہیم، لوط، اسحاق، یعقوب علیہم السلام کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

"و جعلنا هم ائمة يهدون بامرنا ....."

اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق راہنمائی کرتے تھے۔

اس سے مشابہ تعبیر بعض دوسری قرآنی آیات میں بھی دیکھنے میں آتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس الٰہی منصب کا تقرر خدا کی جانب سے ہونا ضروری ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور اہم بات جو ہم حضرت ابراہیمؑ کی امامت سے مربوط آیت کے آخری حصے میں پڑھتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے اپنے بیٹوں اور اپنی آئندہ نسل کے لئے منصب کی درخواست کی تو خدا نے انکو جواب میں فرمایا: لا ینال

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عھدی الظالمین (میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا)۔

یہ جواب اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اے ابراہیمؑ آپ کی دعا قبول ہوئی لیکن آپ کے بیٹوں میں سے جس نے ظلم کیا وہ ہرگز اس برتر و اعلیٰ منصب (امامت) پر فائز نہیں ہو سکے گا۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ "ظالم" لغوی اور قرآنی منطق کے اعتبار سے بہت سے وسیع معانی رکھتا ہے جس میں تمام گناہ چاہے وہ شرک ظاہری ہو یا شرک باطنی، اپنے اوپر ظلم ہو یا دوسروں پر ظلم، شامل ہیں۔ اور ان چیزوں کا مکمل علم خدا کے علاوہ کسی کے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ صرف خدا ہی وہ ذات ہے جو لوگوں کی نیتوں اور انکے باطن سے باخبر ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ منصب امامت کا تقرر صرف خدا کے ہاتھوں میں ہے۔

۲) آیت بلّغ کیوں نازل ہوئی؟

سورہ مائدہ کی آیت ۶۷ میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

"یا یھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالته و الله یعصمک من الناس ان الله لا یھدی القوم الکافرین"

اے رسول! جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دیجیے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا، بے شک اللہ کافروں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی راہنمائی نہیں کرتا۔

اس آیت کے انداز تخاطب سے واضح ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ کے دوش مبارک پر یہ ایک سنگین ذمہ داری تھی اور آپ ہر طرف سے پریشانی میں گھرے ہوئے تھے یہ پیغام ایسا تھا کہ جسکی وجہ سے ممکن تھا آپ کو عوام کے بعض گروہوں کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑے یہی وجہ تھی کہ آیت مجیدہ میں نا صرف آپ کو اس خاص حکم کے پہچانے کی تاکید کی گئی بلکہ ممکنہ خطرات اور پریشانیوں کے مقابلہ میں بھی اطمینان دلایا گیا۔

یہ بات مسلمہ طور پر قبول شدہ ہے کہ اس اہم مسئلہ کا توحید و شرک یا یہود و منافقین جیسے دشمنوں کے خلاف جہاد سے کوئی ربط نہ تھا کیونکہ سورہ مائدہ کے نزول کے وقت تک یہ مسائل مکمل طور پر حل ہو چکے تھے۔

اس کے علاوہ اسلام کے عام اور معمولی احکامات کی تبلیغ کے سلسلہ میں بھی کوئی زحمت یا پریشانی باقی نہیں تھی، جبکہ آیت میں ایسا حکم تھا کہ جو رسالت کے ہم وزن اور ہم پلہ تھا کہ اگر یہ حکم نہ پہنچایا جاتا تو گویا رسالت کا حق ہی ادا نہ کیا جاتا۔ کیا رسالت کا ہم پلہ مسئلہ پیغمبرؐ کے جانشین اور خلیفہ کے مسئلہ کے علاوہ کوئی اور مسئلہ ہو سکتا ہے؟ (قطعاً نہیں)، بالخصوص جب کہ یہ آیت پیغمبر کی آخری عمر میں نازل ہوئی تھی لہٰذا جانشینی اور خلافت کے مسئلہ سے بھی مناسبت رکھتی تھی کہ جسکی وجہ سے پیغمبر اکرمؐ کی نبوت اور رسالت کو دوام حاصل ہونا تھا۔

اس کے علاوہ زید بن ارقم، ابوسعید خدری، ابن عباس جابر بن عبداللہ انصاری، ابوہریرہ، حذیفہ، ابن مسعود جیسے صحابہ حضرات سے بھی متعدد روایات نقل ہوئی ہیں اور بعض روایات تو ہم تک گیارہ واسطوں سے پہنچی ہیں صحابہ کے علاوہ بہت سے اہل سنت علماء کہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جن میں مفسرین، محدثین اور مورخین شامل ہیں انہوں نے نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت حضرت علی علیہ السلام اور غدیر کے تاریخی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے(۱)

انشاء اللہ ہم بعد میں ''روایات اور سنت'' کے زیر عنوان داستان غدیر کے بارے مین بھی گفتگو کریں گے۔ لیکن اس موقعہ پر یہ یاد دھانی ضروری ہے کہ یہ آیت اس بات کی روشن دلیل ہے کہ پیغمبر گرامی کا یہ فرض تھا کہ وہ اپنی عمر کے آخری حج اور آخری دور میں حضرت علی ؑ کو باقاعدہ طور پر جانشین منصوب کریں اور تمام مسلمانوں کو انکا تعارف کروائیں (اور آپؐ نے ایسا ہی کیا)۔

۳) ''اولی الامر کی اطاعت'' کے حکم والی آیت

سورہ نساء کی آیت ۵۹ میں ارشاد ہو رہا ہے:

"یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم....."

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو.....

آیت مجیدہ میں ''اولی الامر کی اطاعت کا حکم'' بغیر کسی شرط اور قید کے خدا اور رسول کی اطاعت کے ہمراہ ہے۔

---

۱) مزید معلومات کیلئے درج ذیل کتب کا مطالعہ کریں: ۱) احقاق الحق ۲) الغدیر ۳) المراجعات ۴) دلائل الصدق۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اولی الامر سے مراد

کیا یہاں پر ''اولی الامر'' سے مراد ہر زمانے اور ہر ماحول کے فرمانروا اور حاکم ہیں؟ مثلاً کیا ہمارے زمانے میں ہر ملک کے مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنے فرمانرواؤں اور حکام کے بغیر کسی شرط وقید کے اطاعت گزار ہو جائیں؟ (جیسا کہ بہت سے اہل سنت مفسرین نے بیان کیا ہے)

(یہ بات عقلی و منطقی اعتبار سے قطعاً قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ مختلف ادوار اور زمانے میں حکمرانوں کی اکثریت منحرف، گناہ کار اور ظالم تھی اور ہے)

کیا اس سے مراد یہ ہے کہ اگر حکمرانوں کا حکم احکام اسلامی کے خلاف نہ ہو تو انکی اطاعت کی جائے؟ یہ بات بھی اس آیت کے اطلاق اور عمومیت کے خلاف ہے۔

کیا اس سے مراد مخصوص صحابہ کرام ہیں؟ یہ تفسیر بھی اس آیت کے وسیع مفہوم ''جو کہ ہر دور اور ہر زمانے کیلئے ہے'' کے خلاف ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر ہمارے لئے یہ بات واضح ہے کہ ''اولی الامر سے مراد وہ معصوم پیشوا ہیں کہ جن کا وجود ہر زمانے میں ہے اور جن کی پیروی کسی قید اور شرط کے بغیر ضروری و لازم ہے اور جن کا حکم تسلیم کرنا خدا اور رسولؐ کے حکم کو تسلیم کرنے کی طرح ہے۔

اس کے علاوہ اسلامی مآخذ میں موجود متعدد احادیث کہ جن میں ''اولی الامر'' کی تطبیق حضرت علی اور آئمہ معصومین سے کی گئی ہے بھی اس حقیقت کی گواہ ہیں۔

۴) آیت ولایت

سورہ مائدہ کی آیت ۵۶ میں ارشاد خداوندی ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ و ھم راکعون"

تمھارا ولی تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔

عربی لغت میں کلمہ "انما" انحصار (کسی چیز کو کسی دوسری چیز پر منحصر کردینا) کیلئے آتا ہے۔ قرآن کلمہ "انما" کیساتھ تاکید کرتے ہوئے کہہ رہا کہ مسلمانوں کے ولی اور سرپرست صرف تین ہیں: خدا، پیغمبرؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے نماز قائم کی اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔

بلاشک وشبہہ ولایت سے مراد مسلمانوں کی باہمی دوستی نہیں ہے کیونکہ اسکے لئے اس قید اور شرط کی ضرورت نہیں ہے، تمام مسلمان ایک دوسرے کے دوست اور بھائی ہیں خواہ وہ حالت رکوع میں زکوۃ نہ بھی دیتے ہوں۔

لھذا "ولایت" سے مراد "وہی مادی اور روحانی سرپرستی ورہبری ہے" خصوصاً جبکہ اولی الامر کی ولایت خدا اور پیغمبرؐ کی ولایت کے ہمراہ ذکر کی جارہی ہے۔

یہ نکتہ بھی واضح ہے کہ آیت ولایت میں جن اوصاف کا ذکر ہوا ہے وہ ایک ایسے شخص کی طرف اشارہ کررہے ہیں جس نے حالت رکوع میں زکوۃ ادا کی ہے وگرنہ ضروری نہیں ہے کہ انسان نماز میں رکوع کی حالت میں زکوۃ ادا کرے، حقیقت میں یہ آیت اس شخص کی فضیلت کی بجائے اسکی نشاندہی کررہی ہے۔

ان تمام قرائن اور شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا آیتِ ولایت حضرت علی علیہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

السلام کی مشہور داستان کی طرف ایک بہت ہی پر معنی اشارہ ہے کہ جب حضرت علیؑ نماز میں مشغول تھے کہ اسی اثناء میں ایک حاجت مند نے مسجد نبوی میں داخل ہو کر امداد کا تقاضا کیا، کسی نے بھی اسکو مثبت جواب نہ دیا اسی حالت میں حضرت علیؑ نے اپنے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے اسے اشارہ کیا وہ آپ کے قریب آیا اور آپؑ کے ہاتھ سے بیش قیمت انگوٹھی اتار کر لے گیا، پیغمبرؐ ''جو کہ اس واقعہ کا مشاہدہ کر رہے تھے'' نے نماز کے بعد سر آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا: میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے دعا کی تھی کہ تو انکی روح (سینے) کو کشادہ ان کے تمام امور کو آسان اور انکی زبان کی گرہ کو کھول دے اور ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر و مددگار بنادے۔ خداوندا! میں محمدؐ تیرا پیغمبر اور برگزیدہ ہوں، میرے سینے کو وسیع کر دے اور میرے اوپر تمام امور کو آسان کر دے۔ میرے خاندان میں سے علی کو میرا وزیر بنادے تا کہ اس کو ذریعے میری کمر قوی اور مضبوط ہو جائے۔

ابھی پیغمبرؐ کی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ جبرئیلؑ آیت ولایت لیکر نازل ہو گئے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اہل سنت کے بہت سے بڑے بڑے مفسرین، محدثین اور مورخین نے بھی آیت ولایت کے نزول کو حضرت علیؑ کی شان میں قرار دیا ہے اور اصحاب رسول میں سے دس سے زیادہ صحابہ نے اس حدیث کو پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے۔

ولایت کے موضوع پر قرآن میں بہت سی آیات ذکر ہوئی ہیں مگر ہم کتاب کے اختصار کے پیش نظر صرف چار مذکورہ آیات پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) قرآن کی نظر میں امام کا انتخاب اور تعیین کس کی ذمہ داری ہے؟

۲) آیہ بلاغ کن حالات میں نازل ہوئی؟ اور اس میں کیا حکم دیا گیا تھا؟

۳) کن شخصیات کی اطاعت بلا قید و شرط عقل کے مطابق ہے؟

۴) کیا آیت انّما ولیکم ا..... میں رہبری و امامت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے دلیل پیش کریں؟

۵) مسئلہ ولایت کے بارے میں تمام قرآنی آیات سے کن مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چھٹا سبق:

امامت، سنت پیغمبرؐ کی روشنی میں

اسلامی کتب احادیث کے مطالعہ کے وقت خصوصاً اہل سنت بھائیوں کی احادیث کے مآخذ میں پیغمبر اسلامؐ سے احادیث کی ایک کثیر تعداد منصب امامت وخلافت کو حضرت علی علیہ السلام کیلئے ثابت کرتی ہے۔

انسان حیرت کے دریا میں ڈوب جاتا ہے کہ ان تمام احادیث کی موجودگی میں تو امامت کے حوالے سے جائے تردید وشک باقی نہیں رہ جاتی، کہاں یہ کہ ایک گروہ چاہے کہ اہل بیت سے ہٹ کر دوسری راہ اختیار کرے۔

ان احادیث میں سے بعض کی سینکڑوں اسناد موجود ہیں جیسے حدیث غدیر اور بعض کی دسیوں اسناد ہیں اور یہ تمام احادیث اپنی اسناد سمیت دسیوں مشہور اسلامی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں یہ احادیث اس قدر واضح ہیں کہ اگر ہم تمام ابحاث کو نظر انداز بھی کر دیں پھر بھی یہ مسئلہ اتنا واضح وروشن ہے کہ کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

احادیث کے اس خزانے سے کچھ احادیث ہم بطور نمونہ پیش کرتے ہیں جبکہ وہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرات جو اس موضوع پر مزید گہرائی تک مطالعہ کے خواہشمند ہوں ان کے لئے ہم بعض اہم کتب کی نشاندہی کرتے ہیں تا کہ وہ ان سے استفادہ کر سکیں (۱)

۱) حدیث غدیر

مورخین اسلام کی ایک بہت بڑی تعداد نے لکھا ہے کہ پیغمبر گرامیؐ اپنی زندگی کے آخری سال حج کیلئے مکہ تشریف لے گئے، اس فریضہ کی ادائیگی کے بعد آپؐ اپنے پرانے اور نئے ساتھیوں اور اسلام کے جانثار شیدائی مسلمانوں (جو کہ حجاز کے گوشہ گوشہ سے مراسم حج کی ادائیگی کیلئے آپؐ کے ہمراہ تھے) کے عظیم اجتماع کیساتھ مکہ سے واپسی کے وقت ''جحفہ'' سے گزرتے ہوئے خشک اور گرم بیابان ''غدیر خم'' (جو کہ ایک چوراہا تھا اور جہاں سے حجاز کے تمام لوگوں کے راستے جدا ہوتے تھے) کے مقام پر پہنچے۔

اس سے پہلے کے تمام مسلمان حجاز کے مختلف مقامات کیلئے یہاں سے جدا ہو جاتے پیغمبرؐ نے اپنے ساتھیوں کو رکنے کا حکم فرمایا اور جو لوگ قافلے کے آگے آگے چل رہے تھے ان کو واپس آنے کا حکم دیا جبکہ پیچھے آنے والے لوگ بھی قافلے میں آ شامل ہوئے، فضا بے حد گرم اور تپش بہت زیادہ تھی جبکہ اس بیابان میں دور تک کوئی سایہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا، مسلمانوں نے پیغمبر اسلامؐ کے ہمراہ نماز ظہر ادا کی اور جیسے ہی انہوں نے اپنے اپنے خیموں میں جانے کا پروگرام بنایا پیغمبرؐ نے اعلان فرمایا کہ سب ایک نئے اور اہم الٰہی پیغام کو سننے کیلئے جو کہ ایک طویل خطبے کے دوران دیا جائے گا تیار ہو جائیں۔

---

۱) زیادہ وضاحت کیلئے کتاب المراجعات، ترجمہ الغدیر اور نوید امن و امان کی طرف رجوع کریں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چاراونٹوں کے پالانوں سے ایک منبر تیار کیا گیا اور اس پر پیغمبر اسلام تشریف فرماہوئے، آپؐ نے خدا کی حمد وثنا کے بعد لوگوں کو مخاطب کر کے یوں فرمایا:

میں خدا کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے جلد ہی تمھارے درمیان سے رخصت ہونے والا ہوں میں خدا کی بارگاہ میں جواب دہ ہوں، اور تم بھی جواب دہ ہو تم میرے بارے میں کس طرح کی گواہی دو گے؟

تمام لوگوں نے یک زبان بلند آواز سے کہا: نشہد انک قد بلغت ونصحت و جہدت فجزاک اللہ خیراً

ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے رسالت کی ذمہ داریوں کو پورا کیا ہے اور ہماری بھلائی کیلئے ہمیں نصیحت کی ہے اور ہماری ہدایت کی راہ میں بے حد زحمات برداشت کی ہیں خدا آپ کو جزاء خیر دے۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تم سب خدا کی وحدانیت میری رسالت اور روز قیامت کی حقانیت اور اس روز مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ سب نے یک زبان کہا! ہم گواہی دیتے ہیں آپؐ نے فرمایا! خداوندا گواہ رہنا.....

آپؐ نے دوبارہ گفتگو شروع کی: اے لوگو! کیا تم سب میری آواز سن رہے ہو؟ سب نے کہا ہاں اسکے بعد سارے بیابان میں ایک ایسی خاموشی چھائی کہ ہوا کی سنسناہٹ کی آواز کے علاوہ دوسری کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

پیغمبرؐ نے فرمایا: اب بتاؤ ان دو عزیز ترین اور گرانقدر چیزوں کیساتھ کیا سلوک کرو گے جو کہ میں تمھارے درمیان بطور یادگار چھوڑے جارہا ہوں؟ مجمع میں سے ایک آواز بلند ہوئی! یارسول اللہ وہ دو گرانقدر چیزیں کونسی ہیں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپؐ نے فرمایا: پہلی گرانقدر چیز "ثقل اکبر" یعنی کتاب الٰہی "قرآن" ہے اسکے دامن کو مضبوطی سے تھام کر رکھنا تا کہ گمراہی سے بچے رہو، اور دوسری گرانقدر اور عظیم یادگار چیز "میرے اہل بیت (ع)" ہیں اور خداوند لطیف وخبیر نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ یہ دونوں مجھ سے ہرگز جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ جنت میں میرے ساتھ آملیں گے ان دونوں (قرآن واہل بیت) پر ہرگز سبقت نہ کرنا وگرنہ ہلاک ہوجاؤ گے اور نہ ہی ان سے پیچھے رہنا کیونکہ اس صورت میں بھی ہلاک ہوجاؤ گے؟

اس دوران یکا یک آپ نے کسی کی تلاش میں اردگرد اپنی نظریں دوڑائیں اور جیسے ہی آپ کی نظر حضرت علیؑ پر پڑی آپؐ نے جھک کر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں اس قدر بلند کیا کہ آپ دونوںؑ کی بغلوں کی سفیدی نمایاں ہوگئی اور سب لوگوں نے نا صرف حضرت علیؑ کو دیکھا بلکہ انکو پہچانا۔

اس موقع پر آپؐ کی آواز زیادہ بلند ہوئی اور آپؐ نے فرمایا: ایہا الناس من اولی الناس بالمومنین من انفسھم ؟ لوگوں میں سے کون شخص مومنین پر خود ان کی نسبت سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے؟ سب نے کہا! خدا اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔

پیغمبرؐ نے فرمایا! خدا میرا رہبر ومولی ہے اور میں مومنین کا حاکم اور رہبر ہوں اور ان کی نسبت سے میں سب سے زیادہ حق رکھتا ہوں اسکے بعد فرمایا:

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ"

ہر وہ شخص جسکا میں رہبر ومولی ہوں علی اسکے رہبر ومولا ہیں۔

آپؐ نے اس بات کو تین مرتبہ اور بعض راویان حدیث کے مطابق چار مرتبہ دھرایا اور اس کے بعد اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا:

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و احبّ من احبّہ و ابغض من ابغضہ و انصر من نصرہ و اخذل من خذلہ و ادر الحق معہ حیث دار"

"خداوندا اس کے دوستوں کو دوست رکھ اور اس کے دشمنوں کو دشمن اس شخص کو محبوب رکھ جو اس کو محبوب رکھے اور اس شخص پر غضب نازل فرما جو اس سے کینہ رکھے، اس کے مددگاروں کی مدد فرما اور اس کے ساتھ چھوڑنے والوں کو تو بھی محروم فرما اور جدھر جدھر وہ جائے حق کو بھی اسی طرف موڑ دے"

اسکے بعد آپؐ نے فرمایا: تمام حاضرین اس پیغام کو ان افراد تک پہنچا دیں جو یہاں پر موجود نہیں ہیں۔

ابھی مسلمانوں کی صفیں قائم تھیں کہ وحی خدا کے امین حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور یہ آیت پیغمبرؐ تک پہنچائی:

"الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی....." (المائدہ آیت ۳)

آج کے دن میں نے تمھارے لئے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا.....

اس موقع پر پیغمبرؐ نے فرمایا:

اللہ اکبر اللہ اکبر، علی اکمال الدین و اتمام النعمۃ و رضی الرّب برسالتی و الولایۃ لعلی من بعدی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خدایا تیری کبریائی کا اعلان کرتا ہوں خدایا تیری کبریائی کا اعلان کرتا ہوں اس بات پر کہ تو نے اپنے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو ہم پر تمام کر دیا اور تو نے میری رسالت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت سے اپنی خوشنودی کا اعلان کیا۔

اس وقت لوگوں کا ایک شور بلند ہوا تھا اور سب لوگ حضرت علیؑ کو اس منصب کی مبارک باد پیش کر رہے تھے۔ ان میں سے حضرات ابوبکر اور عمر نے تمام مجمع کے سامنے حضرت علیؑ سے یہ جملہ کہا:

بخ بخ لک یا بن ابی طالب اصبحت و امسیت مولای و مولا کل مومن و مومنۃ۔

آپ کو مبارک ہو مبارک ہو اے فرزند ابوطالبؑ آپ میرے حاکم و رہبر اور تمام مومنین و مومنات کے رہبر و حاکم ہو گئے ہیں۔

حدیث غدیر کی سند

اسلامی تاریخ کے مختلف دانشور حضرات کے ایک بہت بڑے گروہ نے حدیث غدیر کو مختلف عبارات کیساتھ، کہیں تفصیل کیساتھ اور کہیں انتہائی اختصار کیساتھ اپنی کتب میں بیان کیا ہے، حدیث غدیر ان متواتر احادیث میں سے ہے کہ جس کے پیغمبرؐ سے بیان ہونے کی کوئی شخص بھی تردید نہیں کر سکتا، جلیل القدر مصنف و محقق ''علامہ امینی'' نے اس حدیث کو اپنی مشہور کتاب الغدیر میں پیغمبرؐ کے ایک سو دس اصحاب اور تین سو ساٹھ مشہور مصنفین کی کتابوں سے نقل کیا ہے، نیز یہ حدیث برادران اہل سنت کی تفسیر، تاریخ اور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حدیث کی اکثر کتابوں میں بیان کی گئی ہے، قابل ذکر بات یہ ہے کہ علمائے اسلام کے ایک بڑے گروہ نے خاص طور پر اس حدیث کے بارے میں مستقل کتابیں تحریر کی ہیں انہی میں سے ''علامہ امینی'' نے ایک گرانقدر اور کم نظیر کتاب اس موضوع پر لکھی ہے اور اس کتاب میں ان چھبیس (۲۶) علمائے اسلام کے نام لکھے ہیں کہ جنہوں نے ''حدیث غدیر'' کے موضوع پر الگ اور مستقل کتابیں تحریر کی ہیں۔

حدیث غدیر میں ''مولا'' کا معنی

بعض حضرات چونکہ حدیثِ غدیر کی سند کا انکار نہیں کر سکتے تھے لھذا انہوں نے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ حدیث امامت یا خلافت کے موضوع پر ہرگز دلالت نہیں کرتی بلکہ اس حدیث میں ''مولا'' سے مراد ''دوست'' ہے، حالانکہ حدیث کے مضمون پر توجہ کرنے اور اس کے ارشاد کے مقام اور وقت نیز دیگر حالات و قرائن بخوبی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اس حدیث کا مقصد صرف اور صرف مسئلہ امامت و ولایت بمعنی مکمل رہبری تھا ان میں سے کچھ قرائن درج ذیل ہیں:

الف: آیت ''تبلیغ'' کہ جسکا بیان گذشتہ بحث میں گزر چکا ہے وہ اس واقعہ سے پہلے نازل ہوئی تھی اسکا تند و تیز لہجہ خطاب اور اس میں موجود قرائن و شواہد اس بات کے بخوبی گواہ ہیں کہ یہ گفتگو کسی ''عام دوستی'' اور ''رفاقت'' کیلئے ہرگز نہ تھی کیونکہ اس رفاقت اور دوستی کیلئے اس قسم کا اہتمام اور اسکی اتنی اہمیت اور تاکید ضروری نہ تھی، اسی طرح آیت ''اکمال دین'' جو کہ اس واقعہ کے بعد نازل ہوئی اس بات کی گواہی ہے کہ پیغمبر کی رہبری اور جانشینی کا مسئلہ یقیناً غیر معمولی اہمیت کا حامل تھا کہ جسکی وجہ سے یہ تمام گفتگو کی گئی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ب: ان تمام مقدمات کے ساتھ اس تپتے ہوئے بیابان میں اس تفضیلی خطبہ کے ہمراہ لوگوں سے اقرار لینا اور وقت و جگہ کے ان حساس حالات میں حدیث غدیر کو بیان کرنا یہ سب چیزیں ہمارے مدعی پر محکم دلائل ہیں۔

ج: مختلف گروہوں، اشخاص اور جلیل القدر صحابہ کی حضرت علیؑ کو مبارک باد کے علاوہ اس روز کہے گئے شعراء کے اشعار اور اس کے بعد (سے آج تک) کہے گئے اشعار یہ تمام چیزیں اس حقیقت کو عیاں کرتی ہیں کہ یہ گفتگو حضرت علیؑ کے امامت و ولایت کے بلند و بالا منصب کیلئے منتخب ہونے کے سلسلہ میں تھی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) داستان غدیر کی تشریح کریں؟

۲) حدیث غدیر پیغمبر اسلامؐ سے کتنی اسناد اور کتنی مشہور اسلامی کتابوں میں نقل ہوئی ہے؟

۳) حدیث غدیر میں "مولا" کا معنی رہبر و امام کیوں ہے؟ دوست کیوں نہیں؟

۴) واقعہ غدیر کے بعد پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کیلئے کیا دعا فرمائی؟

۵) مقام "غدیر" اور "جحفہ" کہاں پر واقع ہیں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساتواں سبق

''حدیث منزلت'' اور ''حدیث یوم الدار''

بڑے بڑے اہل تشیع اور اہل سنت مفسرین حضرات نے سورہ اعراف کی آیت ۱۴۲ کے ذیل میں اس مشہور ''حدیث منزلت'' کو نقل کیا ہے یاد رہے کہ سورہ اعراف کی آیت ۱۴۲ میں حضرت موسیٰ کے چالیس راتوں کیلئے کوہ طور پر جانے اور حضرت ہارون کے انکا جانشین ہونے کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔

حدیث منزلت کا واقعہ یوں ہے کہ: پیغمبر اسلام کو خبر دی گئی کہ مشرقی روم کے بادشاہ نے حجاز، مکہ اور مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہے تا کہ اس اسلامی انقلاب کو جو کہ انسانیت کی فلاح اور حصول آزادی کے ایک مخصوص پروگرام کے ساتھ واقع ہوا تھا اپنی مملکت کی سرحدوں میں داخل ہونے سے پہلے ہی ختم کر دے۔

آپ نے اس بڑے لشکر کا مقابلہ کرنے کیلئے سرحدی مقام ''تبوک'' (جو کہ جزیرہ نما عرب کے شمال میں شرقی روم کے بادشاہ کی سلطنت کی سرحد پر واقع تھا) کے میدان میں جانے کا فیصلہ کیا، آپ نے حضرت علیؑ کو مدینہ میں اپنے جانشین کے طور پر رکنے کا حکم فرمایا اس موقع پر حضرت علیؑ نے آپؐ سے عرض کیا آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ دیں گے؟ (اور اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ آپ کے ساتھ میدان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جہاد میں جاؤں اور اس عظیم افتخار کو حاصل کر سکوں؟) پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا:

"الا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی"

"کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہما السلام سے تھی؟ مگر یہ کہ میرے بعد سلسلہ نبوت ختم ہونے والا ہے"

مذکورہ حدیث اہل سنت کی مشہور ترین احادیث کی کتابوں مثلاً صحیح بخاری و صحیح مسلم میں نقل ہوئی ہے، صحیح بخاری میں اس حدیث کا مکمل متن ذکر کیا گیا ہے جبکہ صحیح مسلم میں ایک مرتبہ مکمل متن جبکہ دوسری مرتبہ صرف اس جملہ "انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعد" کو ایک کلی اور عام کلمہ کی صورت میں نقل کیا گیا ہے(۱)

اسکے علاوہ یہ حدیث اہل سنت کی بہت سی کتب مثلاً "سنن ابن ماجہ" "سنن ترمذی"، "مسند احمد" اور بہت سی کتابوں میں نقل ہوئی ہے جبکہ بیسیوں افراد کہ جن میں "جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری، عبداللہ بن مسعود اور (یہانتک کہ) معاویہ" وغیرہ شامل ہیں نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

"تاریخ بغداد" میں ابوبکر بغدادی نے اس حدیث کو "عمر بن خطاب" سے یوں نقل کیا ہے: عمر بن خطاب نے ایک شخص کو دیکھا جو کہ حضرت امیر المومنین علیؑ کے خلاف بکواس

---

۱) صحیح بخاری ج/۶ صفحہ ۳، صحیح مسلم ج/۱ صفحہ ۴۴ و جلد ۴ صفحہ ۱۸۷۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کر رہا تھا عمر نے اس سے کہا: تم مجھے منافق معلوم ہوتے ہو کیونکہ میں نے پیغمبرؐ سے سنا ہے کہ: انما علی منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی ، علی کی میرے ساتھ نسبت ویسے ہی ہے جیسے ہارون کی موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہے۔(۱)

یہاں پر اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ معتبر ترین اسلامی ماخذ کے مشاہدے سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے یہ بات (حدیث منزلت) صرف جنگ تبوک کے موقعہ پر نہیں فرمائی بلکہ سات مختلف مواقع پر یہ ارشاد فرمایا ہے جو کہ اس حدیث کے عام اور واضح مفہوم پر دلالت ہے وہ سات مواقع درج ذیل ہیں:

۱) ''پہلی اخوت کے دن'' یعنی مکہ میں جب پیغمبرؐ نے لوگوں کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا تو اس وقت اس عہد و پیمان میں علیؑ کو اپنے بھائی کے طور پر منتخب فرماتے ہوئے یہی جملہ ارشاد فرمایا۔

۲) ''دوسری اخوت کے دن'' جب مہاجرین اور انصار کے درمیان مدینہ میں اخوت کا عہد و پیمان انجام پایا تو دوبارہ آپؐ نے حضرت علیؑ کا انتخاب اپنے بھائی کے طور پر فرماتے ہوئے یہی جملہ ارشاد فرمایا:

۳ ۔ جب مسجد نبوی میں کھلنے والے لوگوں کے دروازے آپؐ نے بند کروا دیئے اور صرف حضرت علیؑ کے گھر کے دروازے کو کھلا رکھا تو اس موقع پر بھی آپ نے یہی ارشاد فرمایا۔

---

۱) تاریخ بغداد ج/۷ صفحہ ۲۵۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۴، ۵، ۶، ۷۔ غزوہ تبوک اور تین دوسرے مواقع پر کہ جنکی اسناد اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں آپؐ نے یہی ''حدیث منزلت'' ارشاد فرمائی۔

لھذا حدیث منزلت کی تردید نہ تو سند کے اعتبار سے کی جاسکتی ہے اور نہ ہی عام مفہوم کے اعتبار سے۔

حدیث منزلت کا مضمون

اگر اپنے ذاتی نظریات و خیالات سے قطع نظر غیر جانبداری سے حدیث منزلت کا تجزیہ کریں تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ بنی اسرائیل کے درمیان وہ تمام مراتب اور منصب جو حضرت ہارون کو حاصل تھے حضرت علیؑ بھی نبوت کے علاوہ ان تمام عہدوں اور مناصب کے حامل تھے کیونکہ حدیث میں ''نبوت کے نہ ہونے'' کی قید و شرط کے علاوہ اور کوئی قید موجود نہیں ہے لھذا ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ:

۱) پیغمبرؐ کے بعد امت مسلمہ میں سب سے افضل حضرت علیؑ تھے (اور حضرت ہارونؑ کو بھی حضرت موسیٰؑ کے بعد یہی مقام حاصل تھا)

۲) علیؑ پیغمبرؐ کے وزیر، ان کے معاونِ خاص اور ان کی رہبری کے جزو لاینفک تھے کیونکہ قرآن مجید سورہ طٰہٰ کی آیات ۲۹ اور ۳۲ تک حضرت ہارون کیلئے ان تمام عہدوں کا تذکرہ کرتا ہے۔

۳) علیؑ پیغمبرؐ کے جانشین اور خلیفہ تھے اور آپؐ کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص اس عہدہ پر فائز نہیں ہوسکتا اسی طرح حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کیلئے تھے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حدیث یوم الدار

اسلامی تواریخ کے بیان کے مطابق نبوت پر مبعوث ہونے کے تین سال بعد آپؐ کو یہ حکم دیا گیا کہ اب اپنی خفیہ دعوت کو آشکار فرمادیں۔

چنانچہ سورہ شعراء کی آیت ۲۱۴ میں ارشاد ہوا:

"وانذر عشیرتک الاقربین"

اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب خدا سے ڈرائیں"

لھذا آپ نے حکم خدا سے اپنے قریبی رشتہ داروں کو اپنے چچا حضرت ابوطالبؑ کے گھر کھانے کی دعوت دی اور اس کے بعد فرمایا: "اے عبدالمطلبؑ کے فرزندو! خدا کی قسم عرب میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اپنی قوم کیلئے کوئی ایسی چیز لایا ہو جو میری لائی ہوئی چیز (اور نعمت) سے بہتر ہو، میں تمھارے لئے دنیا و آخرت کی نیکیاں اور بھلائیاں لے کر آیا ہوں اور خدا نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تمھیں اس قانون کی (قبولیت کی) طرف دعوت دوں تم میں سے کون ہے جو میرا مددگار بنے تا کہ وہ میرا بھائی، وصی اور جانشین بن سکے؟

کسی بھی شخص نے اس دعوت پر لبیک نہیں کہی سوائے حضرت علیؑ کے اگر چہ آپ سب سے زیادہ کمسن تھے لیکن پھر بھی آپ کمال شجاعت سے کھڑے ہوئے اور عرض کی: "اے اللہ کے رسول! میں اس راہ (اسلام) میں آپ کا دوست اور مددگار ہوں" پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کی گردن پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا!

"ان ھذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم، فاسمعوا لہ و اطیعوہ"

"یہ میرا بھائی، وصی اور تمھارے درمیان میرا جانشین ہے اسکی بات کو توجہ سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سنو اور اسکے حکم کی اطاعت کرو"

لیکن گمراہ قوم قریش نے نہ صرف پیغمبر کی بات ماننے سے انکار کر دیا بلکہ آپ کا مذاق بھی اڑایا۔

مذکورہ حدیث جو کہ حدیث "یوم الدار" (گھر پر دعوت کے دن والی حدیث) کے نام سے معروف ہے کافی حد تک حضرت علیؑ کی جانشینی کے مسئلہ کو واضح کرتی ہے۔ جبکہ سند کے اعتبار سے بھی اہل سنت کے بڑے بڑے علماء نے اسکو اپنی کتب میں نقل کیا ہے ان علماء میں ابن ابی جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم بیہقی، ثعلبی، طبری، ابن اثیر، ابوالفداء اور دیگر بہت سے علماء شامل ہیں۔

اگر ہم حدیث "یوم الدار" پر غیر جانبدارانہ غور و فکر کریں تو حضرت علیؑ کی ولایت و خلافت سے متعلق بہت سے حقائق واضح ہو جاتے ہیں کیونکہ اس میں مسئلہ خلافت و ولایت کا ذکر واضح طور پر کیا گیا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) حدیث منزلت سے کیا مراد ہے اور بتائیں کہ یہ کتنے مقامات پر بیان کی گئی ہے؟

۲) حدیث منزلت حضرت علیؑ کیلئے کن فضائل اور مناصب کو ثابت کرتی ہے؟

۳) قرآن نصوص کے مطابق حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کی نسبت سے کیا مقام حاصل تھا؟

۴) حدیث منزلت کو کن علماء نے ذکر کیا ہے؟

۵) حدیث یوم الدار، اسکا معنی اور مفہوم، اسکی سند اور اسکے ذریعہ حاصل کردہ نتیجہ بیان کریں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آٹھواں سبق

حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ

حدیث ثقلین کی اسناد

علماء اہل سنت و اہل تشیع کے درمیان مشہور و معروف احادیث میں سے ایک حدیث ثقلین ہے۔

اس حدیث کو صحابہ کی ایک بہت بڑی تعداد نے پیغمبرؐ سے بلاواسطہ نقل کیا ہے، بعض بزرگ علماء نے اس حدیث کے راویوں کی تعداد تیس سے زیادہ بیان کی ہے(۱)

مفسرین، محدثین اور مورخین کے ایک بہت بڑے گروہ نے اس حدیث کو اپنی کتب میں یوں پے در پے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے ''متواتر'' ہونے میں کسی شک و تردید کی گنجائش نہیں ہے۔

بزرگ عالم سید ہاشم بحرانی نے اپنی کتاب ''غایۃ المرام'' میں اس حدیث کو علمائے اہل سنت کی ۳۹ اور علماء شیعہ کی ۱۸۰ اسناد کیساتھ نقل کیا ہے جبکہ بزرگ عالم علامہ میر حامد حسین

---

۱) سید علی جلد ۳۳ صفحہ ۳۰۸

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہندی نے اس سلسلہ میں مزید تحقیق اور جستجو کے بعد تقریبا دوسو علماء اہل سنت سے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس حدیث کے بارے میں اپنی ساری تحقیق کو چھ جلدوں کی ایک بڑی کتاب (عبقات الانوار) میں جمع کیا ہے!

مشہور ترین صحابہ کہ جنہوں اسے نقل کیا ان میں سے ابوسعید خدری، ابوذر غفاری، زید بن ارقم، زید بن ثابت، ابورافع، جبیر بن مطعم، حذیفہ یمانی، ضمرہ اسلمی، جابر بن عبداللہ انصاری اور حضرت ام سلمہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ اس حدیث کو خانہ کعبہ میں لوگوں کے سامنے کھڑے ہوکر ان الفاظ میں بیان کررہے تھے:

میں نے پیغمبر اسلام سے سنا تھا کہ وہ فرمارہے تھے:

"انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی: و انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض"!

میں تمھارے درمیان دوگرانقدر یادگار چیزیں چھوڑے جارہا ہوں "قرآن" اور میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں گے، پس تم انکا خیال رکھنا اور دیکھنا تم میری سفارش کا انکے بارے میں کس قدر لحاظ کرتے ہو۔

یہ روایت اہل سنت کے معتبر ترین ماخذ مثلاً صحیح ترمذی، نسائی، مسند احمد، کنز العمال، اور مستدرک حاکم وغیرہ میں نقل ہوئی ہے۔

بہت سی روایات میں "ثقلین" کی تعبیر یعنی دوگرانقدر چیزیں اور بعض روایات میں خلیفتین کی تعبیر یعنی "دو جانشین" آئی ہے۔ مفہوم کے اعتبار سے ان میں کسی خاص قسم کا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فرق نہیں ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ: مختلف اسلامی احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اس روایت ''حدیث ثقلین'' کو مختلف مواقع پر لوگوں کے گوش گزار کروایا ہے: جابر بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ سفر ''حج'' میں عرفہ کے دن یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

عبداللہ بن حطب فرماتے ہیں آپ نے یہ حدیث ''جحفہ'' کے مقام پر ارشاد فرمائی (جحفہ مکہ اور مدینہ کے مقام پر ایک جگہ کا نام ہے کہ جہاں سے بعض ممالک کے حاجی احرام باندھتے ہیں)۔

حضرت ''ام سلمی'' فرماتی ہیں کہ آپ نے یہ حدیث غدیر خم کے مقام پر ارشاد فرمائی۔

جبکہ بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنی زندگی مبارک کے آخری دنوں میں بستر علالت پر یہ حدیث ارشاد فرمائی۔ ایک اور حدیث کے مطابق آپ نے مدینہ میں منبر پر یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے(۱)۔

اہل سنت کے معروف عالم ''ابن حجر نے اپنی کتاب ''صواعق المحرقہ'' میں تو پیغمبر اسلامؐ سے یہاں تک نقل کیا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اس حدیث ثقلین کو بیان کرنے کے بعد علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا: یہ علی قرآن کیساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے قرآن اور علی آپس میں جدا نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے(۲)۔

---

۱) الرابعات صفحہ ۴۲)

۲) صواعق المحرقہ صفحہ ۷۵۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لھذا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اس بنیادی مسئلہ (یعنی حضرت علی کی جانشینی) کیلئے بار بار تاکید کی اور اسلام کی اس حیات بخش حقیقت کے اظہار کیلئے ہر موقع سے فائدہ اٹھایا اور کسی بھی موقعہ پر اس مسئلہ سے غفلت نہیں برتی۔

حدیث ثقلین کا مفہوم

چند قابل توجہ باتیں:

۱) قرآن اور عترت کا "دو خلیفہ" یا "دو گرانقدر چیزوں" کے طور پر تعارف اس بات کی روشن دلیل ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان دونوں کا دامن ہرگز ہاتھ سے نہ چھوڑیں اس بات کی اہمیت اس وقت زیادہ ہو جاتی ہے جب بہت سی روایات میں ہم یہ شرط بھی ہمراہ پڑھتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: اگر ان دونوں کا دامن نہ چھوڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے، تو یہ حقیقت اس تاکید کیساتھ روشن ہو جاتی ہے۔

۲) اس حدیث میں قرآن کو عترت کیساتھ اور عترت کو قرآن کیساتھ ساتھ قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح قرآن میں تحریف نہ ہو گی اور وہ ہر طرح سے پاک اور محفوظ رہے گا اسی طرح عترت (خاندان پیغمبرؐ) بھی عصمت کے حامل رہیں گے۔

۳) بعض روایات میں پیغمبرؐ نے صراحت سے فرمایا ہے کہ روز قیامت میں تم لوگوں سے ان دونوں اہم یادگاروں کے ساتھ کئے گئے تمھارے برتاؤ کے بارے میں سوال کروں گا تا کہ دیکھوں کہ تمھارا ان کے ساتھ سلوک کیسا تھا؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۴) بلاشک وتردید ہم ''عترت واہل بیت'' کی تفسیر جس انداز میں بھی کریں حضرت علیؑ اسکے سب سے زیادہ نمایاں فرد ہیں اور متعدد روایات کے مطابق حضرت علیؑ ہرگز قرآن سے جدا نہیں ہوں گے اور نہ ہی قرآن آپ سے جدا ہوگا۔

علاوہ ازیں ہم متعدد روایات میں یہ بھی پڑھتے ہیں کہ آیت ''مباہلہ'' کے نازل ہونے کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کو پکارا اور فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں (۱)

۵) اس دنیا کی چار دیواری میں محصور ہونے کی وجہ سے قیامت کے اکثر مسائل ہمارے لئے پوری طرح واضح نہیں ہیں لیکن پھر بھی روایات کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ ''حوض کوثر'' سے مراد بہشت میں مختلف نعمتوں سے پر ایک نہر ہے جو خالص مومنین اور خاص طور پر پیغمبر اسلامؐ، انکے اہل بیتؑ اور انکے مکتب کے پیروکاروں کیلئے مخصوص ہے۔

ہماری اب تک کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ امت کیلئے پناہ گاہ اور مسلمانوں کے رہبر پیغمبر اسلامؐ کے بعد حضرت علیؑ اور انکے بعد گیارہ امام انکے اہل بیت میں سے ہیں۔

حدیث سفینہ نوح

اہل سنت اور اہل تشیع کی کتابوں میں پیغمبر اکرمؐ سے منقول جاذب تعبیرات میں سے ایک وہ تعبیر ہے جو مشہور حدیث ''حدیث سفینہ نوح'' میں آئی ہے۔

اس حدیث کے راوی حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ؛ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا!:

---

۱) مشکوۃ المصابیح صفحہ ۵۶۸ (چاپ دہلی) وریاض النظرہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۸ (نقل از مسلم وترمذی)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"الا ان مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح،
من رکبها نجی و من تخلف عنها غرق"
"میرے خاندان اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے جو شخص اس میں
سوار ہوگیا وہ نجات پاگیا اور جو اس سے جدا ہوا وہ ہلاک ہوگیا"(۱)

یہ حدیث جو کہ مشہور احادیث میں سے ہے ہمیں بتاتی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی وفات کے بعد حضرت علیؑ اور خاندان پیغمبرؐ کی پیروی اور اطاعت کو ضروری اور لازم قرار دیا ہے۔

اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ اس عظیم و عالمگیر طوفان کے وقت صرف کشتی نوح ہی نجات کا ذریعہ تھی یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ امت مسلمہ کے لئے پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد جو بھی طوفان آئے ان میں راہ نجات صرف ولایت اہل بیتؑ سے تمسک ہی تھا اور رہے گا۔

---

۱) مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۵۱)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) حدیث ثقلین کا مفہوم اور اس میں مذکور اہل بیت کے امتیازات کو بیان کریں؟

۲) حدیث ثقلین کے راوی حضرات کون ہیں؟

۳) ''ثقلین'' سے کیا مراد ہے؟ کیا احادیث میں لفظ ''ثقلین'' کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ بھی وارد ہوا ہے وضاحت کریں؟

۴) پیغمبر اسلامؐ نے حدیث ثقلین کو کن مواقع پر ارشاد فرمایا؟

۵) حدیث سفینہ کی سند اور اسکا مفہوم بیان کریں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نواں سبق

بارہ امام

بارہ اماموں کے بارے میں روایات

حضرت امیر المومنین علیؑ کی بلافصل خلافت اور امامت کو ثابت کرنے کے بعد اب ہم باقی (گیارہ) آئمہ معصومینؑ کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں مختصر گفتگو یہ ہے کہ:

آج ہمارے سامنے اہل سنت اور اہل تشیع کی کتابوں مین بیان کردہ ایسی متعدد احادیث موجود ہیں جو پیغمبرؐ کے بعد بارہ خلفاء اور ائمہؑ کی خلافت و امامت کے بارے میں ہماری مکمل راہنمائی کرتی ہیں۔

یہ احادیث اہل سنت کی انتہائی مشہور اور اہم کتب احادیث مثلاً صحیح بخاری، صحیح ترمذی، صحیح مسلم، صحیح ابی داؤد، اور مسند احمد، وغیرہ میں نقل کی گئی ہیں۔

''منتخب الاثر'' نامی کتاب میں اس موضوع پر دوسو اکہتر (۲۷۱) احادیث نقل کی گئی ہیں جن میں سے اکثر برادران اہل سنت کی کتابوں سے جبکہ باقی علماء اہل تشیع کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مثلاً اہل سنت کی سب سے زیادہ مشہور کتاب صحیح بخاری میں ایک حدیث ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے کہ:

جابر بن سمرۃ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبرؐ سے سنا تھا وہ فرما رہے تھے:

"یکون اثنا عشر امیراً۔ فقال کلمۃ لم اسمعھا۔ فقال ابی انہ قال کلھم من قریش"

میرے بعد بارہ "امیر" ہونگے۔ اس کے بعد ایک جملہ ارشاد فرمایا جو میں نہ سن سکا۔ لیکن میرے باپ نے کہا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا تھا یہ سب قریش کے خاندان سے ہونگے (۱)

اس حدیث کو "صحیح مسلم" میں بھی کچھ الفاظ کے اضافہ کیساتھ نقل کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ! "جابر بن سمرۃ" کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبرؐ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا!

"لا یزال الاسلام عزیزاً الی اثنا عشر خلیفۃ ثم قال کلمۃ لم افھمھا فقلت لابی ما قال فقال کلھم من قریش"

اسلام ہمیشہ عزیز رہے گا یہانتک کہ میرے بارہ خلیفہ ہونگے۔ اس کے بعد ایک جملہ ارشاد فرمایا جسے میں سمجھ نہ سکا اور میں نے اپنے باپ سے اس جملے کی وضاحت پوچھی تو انہوں نے کہا، پیغمبرؐ نے فرمایا کہ یہ سب (خلفاء و امام) قبیلہ قریش سے ہونگے (۲)

---

۱) صحیح بخاری ج/۹ کتاب الاحکام صفحہ ۱۰۰

۲) صحیح مسلم، کتاب الامارہ باب الناس تبع قریش۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اہل سنت کی کتاب ''مسند احمد'' میں مشہور صحابی ''عبداللہ بن مسعود'' سے ایک روایت یوں نقل کی گئی ہے کہ پیغمبرؐ سے ان کے خلفاء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''اثناء عشر کعدۃ نقباء بنی اسرائیل'' میرے خلفاء کی تعداد بنی اسرائیل کے نقباء اور رؤساء قوم کی طرح بارہ (۱۲) ہوگی (۱)

مذکورہ احادیث کا مفہوم

تمام مذکورہ احادیث کہ جن میں سے بعض میں اسلام کی عزت کا دارومدار بارہ آئمہ کے ذریعے قرار دیا گیا ہے اور دیگر احادیث میں دینِ اسلام کی قیامت تک بقا وحیات بارہ خلفاء کی مرہون منت قرار دی گئی ہے جو سب قریش سے ہونگے اور بعض احادیث میں ان تمام بارہ آئمہ کو ''خاندان بنی ہاشم'' سے قرار دیا گیا ہے۔ ان تمام احادیث کو انکے حقیقی معانی کیساتھ اگر کسی مذہب نے سمجھا ہے اور اسکو اختیار کیا ہے تو وہ مکتب و مذہب ''اہل تشیع کا مذہب'' ہے، جبکہ دیگر مذہب کے علماء ان احادیث کی صحیح توضیح کے سلسلہ میں پریشانی کا شکار ہیں کہ! کیا خلفاء (اور آئمہ) سے مراد پہلے چار خلفاء اور پھر بنی امیہ و بنی عباس کے خلفاء ہیں؟

(یہ قطعاً درست نہیں ہے کیونکہ) ہم جانتے ہیں کہ نہ تو پہلے خلفاء کی تعداد بارہ تھی اور نہ ہی خلفاء بنی امیہ یا خلفاء بنی عباس یا دونوں قسم کے خلفاء کو جمع کرنے سے احادیث میں مذکور تعداد پوری ہوسکتی ہے۔

---

۱) مسند احمد ج/۱ صفحہ ۳۹۸

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس کے علاوہ بنی امیہ میں ''یزید'' جیسے افراد جبکہ خلفاء بنی عباس میں ''منصور دوانیقی'' اور ''ہارون الرشید'' جیسے افراد بھی خلیفہ بنے تھے کہ جنکے ظلم وستم، استکبار وتباہ کاریوں اور جنایات میں شک وتردید نہیں ہے، لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ان کا شمار خلفاء پیغمبرؐ اور اسلام کی عزت وسربلندی کے لئے کام کرنے والی قابل فخر شخصیات میں کیا جاسکے، مقام وولایت وخلافت کا معیار ہم جس حد تک بھی نیچے لے آئیں پھر بھی یہ اور انکی قسم کے دیگر افراد اس الٰہی عہدہ کیلئے قطعاً غیر موزوں ہیں۔

لھذا اس تمام بحث کے بعد خلفاء کا عدد (یعنی بارہ) صرف اہل تشیع کے بارہ ائمہ سے ہی مکمل ہوسکتا ہے۔

یہ بحث ہم اہل سنت کے ایک معروف وبزرگ عالم کی زبان سے ہی پیش کرتے ہیں۔

''سلمان بن ابراہیم قندوزی حنفی'' اپنی کتاب ''ینابیع المودۃ'' میں فرماتے ہیں:

بعض محققین کہتے ہیں کہ: وہ احادیث جو کہ رسول اللہ کے بعد خلفاء کی تعداد ''بارہ'' بتاتی ہیں بہت ہی مشہور ہیں اور بہت سے مختلف طریقوں سے ہم تک پہنچی ہیں، گزرتے زمان کے ساتھ جو ہم نے تحقیق کی ہے اس سے صرف ایک بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ کی اس حدیث سے مراد انکے اہل بیت وعترت میں سے بارہ جانشین ہیں۔ لھذا یہ بات ممکن ہی نہیں ہے کہ ان احادیث سے مراد ''خلفاء راشدین (پہلے چار خلفاء) ہوں'' کیونکہ وہ ''چار'' تھے ان احادیث سے مراد ''خلفاء بنی امیہ'' بھی نہیں ہے کیونکہ ان کی تعداد بارہ سے زیادہ تھی اور ''عمر بن عبدالعزیز'' کے علاوہ وہ سب ظالم وستمگر تھے اور تیسری بات یہ کہ وہ بنی ہاشم میں سے نہیں تھے اور پیغمبرؐ فرما چکے تھے کہ وہ (بارہ ائمہ) بنی ہاشم سے ہونگے جیسا کہ ''عبدالملک بن عمر'' نے ''جابر بن سحرہ'' سے نقل کیا ہے، اور پیغمبر اسلام کا اس سوال ''کہ یہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بارہ خلفاء کس خاندان سے ہونگے" کے جواب میں آہستہ آواز میں جواب فرمانا بتاتا ہے کہ بنی ہاشم کی خلافت پر دیگر قبائل کے اکثر افراد خوش نہ تھے، اسی طرح یہ احادیث "بنی عباس" پر بھی منطبق نہیں ہوسکتیں کیونکہ نا صرف انکی تعداد بارہ سے زیادہ تھی بلکہ انہوں نے آیت مودت: قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربی (سورہ شوری آیت ۲۳) پر عمل نہیں کیا اور "حدیث کسا" کو پس پشت ڈال دیا۔

ان وجوہات کی بنیاد پر یہ حدیث صرف پیغمبرؐ کے اہل بیت وعترت میں سے منتخب بارہ ائمہؑ پر ہی صد در صد منطبق ہوسکتی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔

کیونکہ یہ تمام بارہ ائمہ علم ودانش کے اعتبار سے سب سے بڑے عالم ہیں زہد وتقویٰ کے اعتبار سے سب سے بڑے زاہد و پارسا ہیں حسب ونسب کے اعتبار سے سب سے بلند رتبہ پر فائز ہیں، اور ان سب نے تمام علوم وفنون کو اپنے "جد رسول اللہ" سے وراثت میں حاصل کیا ہے۔

حدیث ثقلین اور دیگر احادیث جو کہ پیغمبر اسلامؐ سے ہم تک پہنچی ہیں وہ تمام ہماری اس بات کی تائید کرتی ہیں(۱)

ایک دلچسپ بات کہ جو حجاز و مکہ کے سفر کے دوران بعض علماء حجاز سے گفتگو کرتے ہوئے مجھے پیش آئی "وہ بارہ آئمہ سے متعلق وارد احادیث کی ایک اور تفسیر پیش کرتے ہیں جس کو سننے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث کے مسئلہ میں انہوں نے کتنی سخت اور

---

۱) ینابیع المودۃ صفحہ ۴۴۶۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نا قابل حل مشکل کا سامنا کیا ہے اور کر رہے ہیں، انکا کہنا تھا کہ ان احادیث میں جو بارہ خلفاء کا کہا گیا ہے ان میں سے چار خلفاء وہ ہیں کہ جو اسلام کے ابتدائی دور میں گزر چکے ہیں جبکہ دیگر آٹھ خلفاء آئندہ ظاہر ہونگے!

اسطرح سے پیغمبر کی حدیث میں بیان کردہ بارہ خلفاء کی طرف وہ (دانستہ) توجہ نہیں کرتے، ہم کہتے ہیں کہ کیا ہم بارہ ائمہ کے بارے میں احادیث کہ جو صدر در صدر اہل تشیع کے بارہ ائمہ پر منطبق ہوتی ہیں انکو چھوڑ کر ان افراد کی گفتگو سنیں اور ان ابحاث میں چلے جائیں کہ جنکی مشکلات ہم پر واضح ہیں؟

آئمہ کے ناموں کیساتھ انکا انتخاب

اس مقام پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ پیغمبر گرامی اسلام کی بعض روایات جو کہ اہل سنت کے ذرائع سے ہم تک پہنچی ہیں ان میں صراحت کے ساتھ بارہ آئمہ کے نام بیان ہوئے ہیں اور انکی خصوصیات کا بھی تفصیلی ذکر موجود ہے!

اہل سنت کے مشہور عالم "شیخ سلمان قندوزی" اسی کتاب "ینابیع المودہ" میں رقمطراز ہیں:

"نعثل" نام کا ایک یہودی پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے چند سوالات کے دوران اس نے پیغمبرؐ سے ان کے اوصیاء اور خلفاء کے متعلق سوال کیا تو پیغمبرؐ نے اپنے جانشینوں کا تعارف ان الفاظ میں کروایا۔

"ان وصی علی بن ابی طالب و بعدہ
سبطای الحسن والحسین تلوہ تسعة ائمة

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

من صلب الحسین قال یا محمد فسمهم لی: قالؑ اذا مضی الحسین فابنه علی، فاذا مضی علی فابنه محمد، فاذا مضی محمد فابنه جعفر، فاذا مضی جعفر فابنه موسی، فاذا مضی موسی فابنه علی، فاذا مضی علی فابنه محمد، فاذا مضی محمد فابنه علی، فاذا مضی علی فابنه الحسن، فاذا مضی الحسن فابنه الحجة محمد المهدی (ع) الی فهؤلاء اثنا عشر"

میرے وصی علی بن ابی طالب ہیں انکے بعد میرے دو فرزند (نواسے) حسن اور حسین ہونگے اور حسینؑ کے بعد نو امام انکی نسل سے ہونگے، یہودی نے عرض کیا کہ ان نو آئمہ کے نام بھی بیان فرمادیں آپؐ نے فرمایا: جب حسینؑ دنیا سے رخصت ہونگے تو انکے فرزند علی (زین العابدینؑ) ہونگے اور جب علیؑ دنیا سے رخصت ہونگے تو انکے فرزند محمد (الباقرؑ) ہونگے اور جب محمدؑ دنیا سے رخصت ہونگے تو انکے فرزند جعفر (الصادقؑ) ہونگے اور جب جعفرؑ دنیا سے رخصت ہونگے تو انکے فرزند موسی (الکاظمؑ) ہونگے اور جب موسیٰؑ دنیا سے رخصت ہونگے تو انکے فرزند علی الرضاؑ اور جب علیؑ دنیا سے رخصت ہونگے تو انکے فرزند محمد (الجوادؑ) ہونگے اور جب محمدؑ دنیا سے رخصت ہونگے تو انکے فرزند علی (الہادیؑ) ہونگے اور جب علیؑ دنیا سے رخصت ہونگے تو انکے فرزند حسن (العسکریؑ) جانشین ہونگے اور جب حسنؑ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دنیا سے رخصت ہونگے تو انکے فرزند حجت خدا محمد المہدی عج اللہ فرجہ جانشین ہونگے اور اس طرح سے بارہ ائمہ میرے بعد ہونگے (۱)

نیز اسی کتاب "ینابیع المودۃ" میں کتاب "مناقب" سے بھی ایک حدیث نقل کی گئی ہے جس میں بارہ ائمہ کے "اسماء مبارک" انکے "القاب" سمیت بیان کئے گئے ہیں اور حضرت امام (مہدی) کے بارے میں ان کی غیبت اور ان کے انقلاب اور ان کے زمین کو عدل وانصاف سے پر کردینے اور ظلم وستم کو اسکی جڑ سے ختم کردینے کی بشارت دی گئی ہے (۲) البتہ اہل تشیع کے ذرائع میں اس حوالے سے بہت سی احادیث ہیں کہ جو تواتر کی حد سے بھی بڑھ گئی ہیں (غور کریں)

جو شخص مرجائے اور اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل نہ کرے.....

دلچسپ اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں پیغمبر اسلام کی احادیث میں سے یہ حدیث بھی موجود ہے:

"من مات بغیر امام مات میتة جاهلیة"

جو شخص (اپنے زمانے کے) امام کے (یعنی امام کی معرفت کے) بغیر مرگیا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے (۳)

یہی حدیث اہل تشیع کی کتابوں میں ان الفاظ سے ذکر کی گئی ہے۔

---

۱) ینابیع المودۃ صفحہ ۴۴۱۔

۲) ینابیع المودۃ صفحہ ۴۴۲۔

۳) معجم المفہرس لالفاظ الاحادیث النبوی جلد ۶ صفحہ ۳۰۲۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"من مات و لم یعرف امامہ مات میتة جاھلیة"

جو شخص مر گیا اور اس نے اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل نہیں کی تو اسکی موت جاہلیت کی موت ہے (۱)

یہ حدیث واضح طور پر ہمیں اس بات سے آگاہ کرتی ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے میں ایک معصوم امام موجود ہوتا ہے اور لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس کی معرفت حاصل کریں اور اگر انہوں نے اپنے زمانے کے معصوم امام کی معرفت حاصل نہ کی تو یہ بات اتنی نقصان دہ ہے کہ اسے کفر اور جاہلیت کی سرحد تک پہنچا دے گی۔

کیا اس حدیث میں امام و پیشوا سے مراد وہ لوگ ہیں جو حکومتوں کے سربراہ ہوں جیسے چنگیز خان، ہارون اور ان جیسے دیگر لوگ؟ بلا شک و شبہ اس سوال کا جواب نفی میں ہے کیونکہ اکثر حکمران غیر صالح، ظالم و ستمگر اور کبھی شرق و غرب سے وابستہ اور اغیار کی سیاست پر عمل کرنے والے تھے اور ہیں لھذا بغیر کسی شک کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان اشخاص (حکمران) کی معرفت اور ان سربراہان کی امامت پر اعتقاد لوگوں کو جہنم میں بھیج دیتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ: ہر دور اور ہر زمانے میں ایک معصوم امام موجود ہوتا ہے لھذا لوگوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ اسکو تلاش کر کے اسکی معرفت حاصل کریں اور اسکی امامت کو تسلیم کریں۔

اسکے علاوہ ہر امام معصومؑ کی امامت نا صرف قرآنی نصوص سے ثابت ہے بلکہ ان احادیث اور روایات سے بھی ثابت ہے جو ہر سابق امام سے آنے والے امام کے بارے میں ہم تک پہنچی ہیں نیز ائمہ کے معجزات بھی اس بات کو ثابت کرتے ہیں۔

---

۱) بحار الانوار ج/۶ (چاپ قدیم) صفحہ ۱۶

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱) بارہ اماموں (ائمہ اثناعشر) کے بارے میں روایات کن کتابوں میں نقل کی گئی ہیں؟

۲) ان احادیث کا مفہوم بیان کریں؟

۳) ان احادیث وروایات کے بارے میں کی گئی غیر مناسب توجیہات کونسی ہیں بیان کریں؟

۴) کیا اہل سنت کی ذکر کردہ احادیث میں بھی بارہ اماموں کا نام بیان ہوا ہے؟

۵) بارہ اماموں (ائمہ اثناعشر) کے اثبات کے اور کونسے ذرائع ہیں بیان کریں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دسواں سبق

حضرت امام مہدی (عج) بارھویں امام اور دنیا کے مصلح اعظم

jabir.abbas@yahoo.com

۱) تاریک شب کا اختتام

جب بھی ہم آج کے حالات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ہر طرف ظلم و زیادتی، قتل و غارت و فساد، جنگیں، خون ریزیاں، مختلف ممالک کے درمیان کشمکش اور روز بروز زیادہ ہونے والی اخلاقی خرابیاں واضح طور پر نظر آتی ہیں اور پھر ہمارے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ سب مسائل اسی طرح جاری رہیں گے؟ اور کیا یہ ظلم و فساد اس قدر بڑھ جائے گا کہ پھر انسانی معاشرہ ایک دائمی جنگ میں پھنس کر تباہ و برباد ہو جائے گا؟ اور کیا صحیح اسلامی عقائد سے انحراف اور اخلاقی برائیاں انسانی معاشرے کو اسی طرح متعفن کرتی رہیں گی؟ کیا انسانیت کی نجات اور اصلاح کے لیے امید کی کوئی راہ باقی ہے؟

اس اہم سوال کے دو جواب دیے جا سکتے ہیں:

اول: وہ جواب ہے جو بد بین اور مادہ پرست دیتے ہیں کہ دنیا کا مستقبل تاریک ہے اور ہر وقت خطرے کا ایک امکان موجود رہتا ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فہرست

پیش لفظ ۵

توحید کے دس سبق

پہلا سبق ۸
خدا کی تلاش ۸
کائنات سے واقفیت کا شوق ۸
شکر گزاری کا احساس ۹
خدا کی معرفت سے ہمارے نفع و نقصان کا تعلق ۱۰
سوچیے اور جواب دیجیے ۱۲

دوسرا سبق ۱۳
ہماری روزمرہ زندگی میں خدا کے وجود کی نشانیاں ۱۳
خدا کی معرفت اور علوم کی ترقی ۱۳
خدا کی معرفت، تلاش اور امید ۱۴
خدا کی معرفت اور ذمہ داری کا احساس ۱۶
خدا کی معرفت اور سکون قلب ۱۶
سوچیے اور جواب دیجیے ۱۸

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تیسرا سبق ۱۹

خدا کی معرفت کیلئے دو اطمینان بخش راستے ۱۹

اندرونی راستہ ۱۹

سوچیے اور جواب دیجیے ۲۴

چوتھا سبق ۲۵

ایک اہم سوال کا جواب ۲۵

سوال ۲۵

جواب ۲۵

نتیجہ بحث ۲۸

سوچیے اور جواب دیجیے ۳۰

پانچواں سبق ۳۱

ایک سچا واقعہ ۳۱

سوچیے اور جواب دیجیے ۳۴

چھٹا سبق ۳۵

خدا کی معرفت کیلئے دوسرا راستہ ۳۵

بیرونی راستہ ۳۵

عقل اور نظم وضبط میں رابطہ ۳۷

سوچیے اور جواب دیجیے ۳۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساتواں سبق ۴۰

نظام کائنات سے چند مثالیں ۴۰

ہمارے جسم کی مملکت کا مرکز ۴۱

دماغ کا سب سے عجیب وغریب حصہ: مغز ۴۲

دماغ کا ایک اور حیرت انگیز حصہ: حافظہ ۴۳

سوچیے اور جواب دیجیے ۴۵

آٹھواں سبق ۴۶

ایک چھوٹے سے پرندے میں عجائبات کی دنیا ۴۶

چمگادڑ اور اسکی عجیب وغریب خلقت ۴۶

سچ بتائیں کہ وہ ہستی کون ہے؟ ۴۹

نہج البلاغہ میں چمگادڑ کی خلقت کا تذکرہ ۴۹

سوچیے اور جواب دیجیے ۵۱

نواں سبق ۵۲

حشرات اور پھولوں کی باہمی دوستی ۵۲

دو قدیمی اور مخلص دوست ۵۴

توحید کا ایک درس ۵۵

سوچیے اور جواب دیجیے ۵۷

دسواں سبق ۵۸

چھوٹی مخلوقات کے بے انتہا وسیع جہان میں ۵۸

چھوٹے حیوانات اور حشرات ۵۸

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایٹم کی حیرت انگیز دنیا ۵۹
ایٹم توحید کا درس دیتے ہیں ۶۰
سوچیے اور جواب دیجیے ۶۳
دسویں سبق کیلئے ایک تکمیلی بحث ۶۴
خداوند عالم کی شاندار صفات ۶۴
صفات جمال وجلال ۶۵
صفات ثبوتیہ ۶۵
صفات سلبیہ ۶۵
خداوند عالم کی مشہور ترین صفات ۶۶
سوچیے اور جواب دیجیے ۶۹

عدل کے دس سبق

پہلا سبق ۷۱
عدل کیا ہے؟ ۷۱
عدالت کیا ہے دو مختلف معانی ۷۴
مساوات اور عدالت کے درمیان فرق ۷۶
سوچیے اور جواب دیجیے ۷۸

دوسرا سبق ۷۹
پروردگار کے عدل پر دلائل ۷۹
حسن وقبح عقلی ۷۹
سرچشمہ ظلم کیا ہے؟ ۸۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قرآن اور پروردگار کی عدالت کا مسئلہ ۸۱
عدل وانصاف کی طرف دعوت ۸۲
سوچیے اور جواب دیجیے ۸۴

تیسرا سبق ۸۵
آفات وتکالیف کا فلسفہ ۸۵
چند دلائل ۸۵
محدود معلومات اور اردگرد کے حالات کے زیر اثر فیصلے ۸۶
مغموم اور خبردار کرنے والے حوادث ۸۹
سوچیے اور جواب دیجیے ۹۱

چوتھا سبق ۹۲
زندگی کے ناخوشگوار حادثات کا فلسفہ ۹۲
انسان مشکلات کی آغوش میں پرورش پاتا ہے ۹۲
مشکلات خدا کی طرف رجوع کا ذریعہ ہیں ۹۴
سوچیے اور جواب دیجیے ۹۷

پانچواں سبق ۹۸
آفات ومشکلات کے فلسفہ کے بارے میں ۹۸
مشکلات اور نشیب وفراز زندگی کو روح عطا کرتے ہیں ۹۸
خودساختہ مشکلات ۱۰۰
سوچیے اور جواب دیجیے ۱۰۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چھٹا سبق ۱۰۵

مسئلہ جبر و اختیار ۱۰۵

عقیدہ جبر کا سرچشمہ ۱۰۶

جبر کے معتقد افراد کی غلط فہمی کی اصل وجہ ۱۰۷

سیاسی اسباب ۱۰۸

نفسیاتی اسباب ۱۱۹

اجتماعی اسباب ۱۰۹

سوچیے اور جواب دیجیے ۱۱۱

ساتواں سبق ۱۱۲

ارادہ اور اختیار کی آزادی پر واضح ترین دلیل ۱۱۲

انسان کا ضمیر (عقیدہ) جبر کی نفی کرتا ہے ۱۱۲

منطق جبر کا مذہب کی منطق سے تضاد ۱۱۵

سوچیے اور جواب دیجیے ۱۱۷

آٹھواں سبق ۱۱۸

امر بین الامرین (یا وسطی مکتب) کیا ہے؟ ۱۱۸

جبر کے مقابلہ میں ''عقیدہ تفویض'' ۱۱۸

مکتب واسطہ (یا درمیانی راہ کا عقیدہ) ۱۱۹

قرآن اور جبر و اختیار کا مسئلہ ۱۲۲

سوچیے اور جواب دیجیے ۱۲۵

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نواں سبق ۱۲۶
ہدایت اور گمراہی خدا کے ہاتھ میں ۱۲۶
ہدایت اور گمراہی کی اقسام ۱۲۶
ایک اہم سوال ۱۲۷
خدا کا ازلی علم گناہ کرنے کی وجہ ہے ۱۲۹
سوچیے اور جواب دیجیے ۱۳۲

دسواں سبق ۱۳۳
خدا کا عدل اور مسئلہ خلود ۱۳۳
سوچیے اور جواب دیجیے ۱۳۹

نبوت کے دس سبق

پہلا سبق ۱۴۱
ہمیں رہبران الٰہی کی احتیاج ۱۴۱
ہمارے علم و دانش کا محدود ہونا ۱۴۱
تعلیم کے اعتبار سے احتیاج ۱۴۴
اجتماعی اور اخلاقی مسائل میں رہبری کی ضرورت ۱۴۶
سوچیے اور جواب دیجیے ۱۴۸

دوسرا سبق ۱۴۹
اجتماعی قانون گذاری کیلئے انبیاء کے وجود کی ضرورت ۱۴۹
بہترین قانون ساز کون ہے؟ ۱۵۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ شرائط کس میں موجود ہیں؟ ۱۵۲
توحید اور نبوت کے درمیان رابطہ ۱۵۴
سوچیے اور جواب دیجیے ۱۵۶

تیسرا سبق ۱۵۷
انبیاء کیوں معصوم ہیں؟ ۱۵۷
گناہ اور خطاء سے پاک ہونا ۱۵۷
عصمت کا مقام کیسے باعث فضیلت ہوسکتا ہے؟ ۱۶۰
سوچیے اور جواب دیجیے ۱۶۲

چوتھا سبق ۱۶۳
پیغمبر کی شناخت کا بہترین راستہ ۱۶۳
چند روشن نمونے ۱۴۶
معجزات کو خرافات سے نہیں ملانا چاہیے ۱۶۶
معجزہ کا دوسری خارق عادت چیزوں سے فرق ۱۶۷
سوچیے اور جواب دیجیے ۱۶۹

پانچواں سبق ۱۷۰
پیغمبر اسلام کا سب سے بڑا معجزہ ۱۷۰
ولید بن مغیرہ کی کہانی ۱۷۳
سوچیے اور جواب دیجیے ۱۷۷

چھٹا سبق ۱۷۸
اعجاز قرآن کے چند دریچوں کی طرف ۱۷۸

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حروف مقطعات کیوں؟ ۱۷۸

فصاحت و بلاغت ۱۷۹

سوچیے اور جواب دیجیے ۱۸۳

ساتواں سبق ۱۸۴

کائنات کے بارے میں قرآن مجید کا نظریہ ۱۸۴

سوچیے اور جواب دیجیے ۱۹۱

آٹھواں سبق ۱۹۲

قرآن اور جدید علمی انکشافات ۱۹۲

قران اور قوت جاذبہ کا قانون ۱۹۳

زمین کا اپنے گرد اور سورج کے گرد گردش ۱۹۵

سوچیے اور جواب دیجیے ۱۹۸

نواں سبق ۱۹۹

پیغمبر اسلام کی سچائی و حقانیت پر ایک اور دلیل ۱۹۹

سوچیے اور جواب دیجیے ۲۰۵

دسواں سبق ۲۰۶

حضرت پیغمبر اسلامؐ کا آخری نبی ہونا ۲۰۶

خاتمیت کا دقیق مفہوم ۲۰۶

پیغمبر اسلامؐ کے خاتم الانبیاء ہونے کی دلیل ۲۰۷

سوچیے اور جواب دیجیے ۲۱۴

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امامت کے دس سبق

پہلا سبق ۲۱۶

امامت کی بحث کا آغاز کب ہوا ۲۱۶

کیا یہ بحث اختلاف بڑھانے والی ہے؟ ۲۱۷

امامت کیا ہے؟ ۲۲۰

سوچیے اور جواب دیجیے ۲۲۲

دوسرا سبق ۲۲۳

امام کے وجود کا فلسفہ ۲۲۳

الٰہی رہبروں کی ہمراہی میں روحانی تکامل ۲۲۳

آسمانی ادیان کی حفاظت ۲۲۴

امت کی سیاسی و اجتماعی قیادت ۲۲۵

اتمام حجت کی ضرورت ۲۲۷

امام فیض الٰہی کے حصول کا بڑا وسیلہ ۲۲۸

سوچیے اور جواب دیجیے ۲۲۹

تیسرا سبق ۲۳۰

امام کیلئے ضروری شرائط و خصوصیات ۲۳۱

خطاؤں اور گناہوں سے معصوم ہو ۲۳۱

مجسم علم ہونا ۲۳۲

شجاعت ۲۳۳

پرہیز گاری اور تقویٰ الٰہی ۲۳۳

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اخلاقی جاذبیت ۲۳۴
سوچیے اور جواب دیجیے ۲۳۶

چوتھا سبق ۲۳۷
امام کا انتخاب کس کی ذمہ داری ہے؟ ۲۳۷
کیا امت کو پیغمبرؐ کا جانشین مقرر کرنے کا حق حاصل ہے؟ ۲۳۸
کیا پیغمبرؐ نے اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا؟ ۲۴۰
اجماع اور شوریٰ ۲۴۲
علی علیہ السلام سب سے افضل تھے ۲۴۴
سوچیے اور جواب دیجیے ۲۴۵

پانچواں سبق ۲۴۶
قرآن اور امامت ۲۴۶
قرآن بتاتا ہے کہ امامت خدا کی طرف سے ہے ۲۴۶
آیت "مبلّغ" کیوں نازل ہوئی؟ ۲۴۸
"اولی الامر" کی اطاعت کے حکم والی آیت ۲۵۰
اولی الامر سے مراد ۲۵۱
آیت ولایت ۲۵۱
سوچیے اور جواب دیجیے ۲۵۴

چھٹا سبق ۲۵۵
امامت، سنت پیغمبرؐ کی روشنی میں ۲۵۵
حدیث غدیر ۲۵۶
حدیث غدیر کی سند ۲۶۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حدیث غدیر میں ''مولا'' کا معنی ۲۶۱
سوچیے اور جواب دیجیے ۲۶۳

ساتواں سبق ۲۶۴

حدیث منزلت اور حدیث یوم الدار ۲۶۴
حدیث منزلت کا مضمون ۲۶۷
حدیث یوم الدار ۲۶۸
سوچیے اور جواب دیجیے ۲۷۰

آٹھواں سبق ۲۷۱

حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ ۲۷۱
حدیث ثقلین کی اسناد ۲۷۱
حدیث ثقلین کا مفہوم ۲۷۴
حدیث سفینہ نوح ۲۷۵
سوچیے اور جواب دیجیے ۲۷۷

نواں سبق ۲۷۸

بارہ امام ۲۷۸
بارہ اماموں کے بارے میں روایات ۲۷۸
مذکورہ احادیث کا مفہوم ۲۸۰
آئمہ کے ناموں کے ساتھ انکا انتخاب ۲۸۳
جو شخص مرجائے اور اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل نہ کرے ۲۸۵
سوچیے اور جواب دیجیے ۲۸۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دسواں سبق ۲۸۸
حضرت امام مہدی (عج) بارہویں امام اور دنیا کے مصلح اعظم ۲۸۸
تاریک شب کا اختتام ۲۸۸
فطرت اور مصلح اعظم کا ظہور ۲۸۹
عقلی دلائل ۲۹۲
قرآن اور حضرت مہدی (عج) کا ظہور ۲۹۵
احادیث میں حضرت مہدی کا تذکرہ ۲۹۶
اہل تشیع کی احادیث ۲۹۸
سوچیے اور جواب دیجیے ۳۰۰

معاد کے بارے میں دس سبق

پہلا سبق ۳۰۲
ایک اہم سوال: موت اختتام ہے یا آغاز؟ ۳۰۲
خوف کی حقیقی وجہ ۳۰۳
موت سے فنا مراد لینا ۳۰۴
سیاہ اعمال نامے ۳۰۵
دو مختلف نظریے ۳۰۶
سوچیے اور جواب دیجیے ۳۰۹

دوسرا سبق ۳۱۰
معاد کے بغیر زندگی بے معنی ہے ۳۱۰
انسانی تربیت میں عقیدہ معاد کا اہم کردار ۳۱۲

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس عظیم عدالت کی خصوصیات ۳۱۳
سوچیے اور جواب دیجیے ۳۱۶

تیسرا سبق ۳۱۷
روز قیامت کی عدالت کا نمونہ خود آپ کے وجود میں ہے ۳۱۷
تیسری عدالت "ضمیر کی عدالت" ۳۱۹
سوچیے اور جواب دیجیے ۳۲۲

چوتھا سبق ۳۲۳
فطرت کی تجلیوں میں معاد ۳۲۳
بقاء کے ساتھ عشق ۳۲۳
گذشتہ اقوام میں موت کے بعد زندگی کا تصور ۳۲۴
سوچیے اور جواب دیجیے ۳۲۸

پانچواں سبق ۳۲۹
قیامت عدل کے ترازو میں ۳۲۹
اختیار اور ارادہ کی آزادی ۳۳۰
سوچیے اور جواب دیجیے ۳۳۴

چھٹا سبق ۳۳۵
موت کے بعد کی زندگی کا اس جہان میں مشاہدہ ۳۳۵
سوچیے اور جواب دیجیے ۳۴۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساتواں سبق ۳۴۱

معاد اور فلسفہ تخلیق ۳۴۱

سوچیے اور جواب دیجیے ۳۴۶

آٹھواں سبق ۳۴۷

روح کی بقاموت کے بعد زندگی کی علامت ۳۴۷

روح میں بیرونی دنیا کے انعکاس جیسی خصوصیت ۳۴۹

روح کے حقیقی اور مستقل ہونے پر تجرباتی دلائل ۳۵۱

سوچیے اور جواب دیجیے ۳۵۴

نواں سبق ۳۵۵

جسمانی اور روحانی معاد ۳۵۵

جسمانی معاد پر قرآنی شواہد ۳۵۶

عقلی شواہد ۳۵۷

معاد جسمانی کے حوالے سے سوالات ۳۵۸

سوچیے اور جواب دیجیے ۳۶۱

دسواں سبق ۳۶۲

جنت، جہنم اور اعمال کا مجسم ہونا ۳۶۲

اعمال کا مجسم ہونا ۳۶۶

سوچیے اور جواب دیجیے ۳۶۹

فہرست ۳۷۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas